علامہ ابن قدامہ المقدسیؒ کی معروف تصنیف ''عمدۃ الفقہ''

کا ترجمہ مع توضیحات معنون بہ اسم تاریخی

شاخسارِ فقہِ حنبلی

۱۴۴۷ھ

حکیم سید بادشاہ محی الدین نعمت قادری

علامہ ابن قدامہ المقدسیؒ کی معروف تصنیف "عمدۃ الفقہ"

کا ترجمہ مع توضیحات معنون بہ اسم تاریخی

شاخسارِ فقہِ حنبلی

1447ھ

حکیم سید بادشاہ محی الدین نعمت قادری

فہرست مضامین

مقدمۂ مؤلف

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں،(میں اس کی مدح کرتا ہوں)جو حمد کا اہل اور اس کا مستحق ہے۔ ایسی حمد جو ہر حمد پر فضیلت رکھتی ہے، جیسے اللہ کو اپنی مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ایسی گواہی جو اس کے حق کے ساتھ قائم ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، ان کی صداقت میں کسی قسم کا شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل پر اورآپ کے صحابہ پر رحمت اور سلام نازل فرمائے، جب تک بادل اپنی بارش برساتا رہے اور بجلی اپنی چمک دکھاتی رہے۔

اما بعد! یہ فقہ کی ایک کتاب ہے، جسے میں نے حتیٰ الامکان مختصر کیا ہے، اور اس میں ایک ہی قول پر اکتفا کیا ہے، تاکہ یہ اس کے پڑھنے والے کے لیے مرجع و بنیاد بن جائے، اور مختلف اقوال اور روایات کے اختلاف کی وجہ سے صحیح بات اس پر مشتبہ نہ ہو۔

میرے بعض بھائیوں نے مجھ سے اس کا خلاصہ تیار کرنے کی درخواست کی، تاکہ اساتذہ کے لیے پڑھانا آسان ہو اور طلبہ کے لیے سیکھنا سہل ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ان کی بات قبول کی، اللہ سبحانہٗ پر بھروسا کرتے ہوئے کہ وہ میرے اس کام کو خالص اپنی رضا کے لیے بنادے اور مجھے اپنی عظیم خوشنودی تک پہنچنے میں مدد دے۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اور میں نے اس میں صحیح احادیث کو شامل کیا ہے، برکت حاصل

کرنے کے لیے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے، اور میں نے انہیں صحیح احادیث کی کتابوں سے لیا ہے، تاکہ مجھے ان کی نسبت (اور تخریج) بیان کرنے کی حاجت نہ رہے۔

کتاب الطہارت

(فقہاء طہارت کے بیان سے شروعات کرتے ہیں کیونکہ اسلام کے بعد جس رکن کی زیادہ تاکید ہے اس کیلئے طہارت شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے۔ نیز فقہاء پہلے عبادات کا ذکر کرتے ہیں کہ نماز، زکات، روزہ اور مناسک امور دنیویہ پر مقدم ہوتے ہیں۔ طہارت کی اصطلاحی تعریف: طہارت حدث کو دور کرنے کا نام ہے حدث وہ وصف ہے جو نماز سے مانع ہے)

باب احکام المیاہ (پانیوں کے احکام کے بیان میں باب)

پانی کو ایسا طہور پیدا کیا گیا جو احداث اور نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔ پس طہارت اس کے (یعنی پانی کے) علاوہ کسی اور سیال سے نہیں حاصل ہوتی ہے (اس کی دلیل یہ آیت ہے: **فان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا** یعنی پانی نہ ملنے پر پاک مٹی سے تیمم کا حکم دیا گیا، اگر کوئی اور سیال اس کیلئے کافی ہوتا تو اس کا ذکر ضرور کیا جاتا)۔ جب پانی قلتین کی مقدار کو پہنچ جاتا ہے یا وہ جاری ہوتا ہے تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی ہے مگر یہ کہ وہ چیز پانی کا رنگ، بو اور مزہ بدلے (یعنی ماء کثیر میں صرف نجاست کا داخل ہونا اس پانی کو نجس نہیں بناتا ہے یہاں تک کہ اس نجس چیز کا اثر پانی میں ظاہر ہو) اور وہ پانی جو اس سے (یعنی ماء کثیر سے) کم ہو نجاست کے ملنے سے نجس ہوتا ہے (یعنی ماء قلیل میں صرف نجاست کا داخل ہونا اس پانی کو نجس نہیں بناتا ہے)۔ قلتین وہ ہے جو 108 رطل دمشقی کے قریب

ہو(یہ قلتین کی وہ پیمائش ہے جو مؤلف کے دور میں رائج تھی۔ہمارے دور میں اسکی مقدار 307 لیٹر یا 270 لیٹر یا 204 کلو گرام ہے)۔

اور اگر پانی میں وہ چیز پکائی جائے جو طہور نہ ہو(بلکہ طاہر ہو مثلاً: گوشت، مسور وغیرہ) اور اسی طرح وہ چیز جو پانی سے مل جائے اور پانی کے نام پر غالب آئے(مثلاً زعفران کو پانی میں ملانے سے وہ زعفران کا پانی کہلاتا ہے) یا وہ حدث دور کرنے میں استعمال ہو تو وہ پانی کی طہوریت چھین لیتا ہے(یعنی وہ پانی طاہر اور غیر طہور ہو جاتا ہے)۔

اور اگر پانی کے طہور ہونے یا اس کے علاوہ کوئی حالت میں یا اسکے نجس ہونے میں شک ہو تو یقین پر عمل کیا جائے گا(یعنی پانی کے طہور ہونے پر یقین تھا پھر اس کے نجس ہونے میں شک ہوا تو پانی کو طہور ہی مانا جائے گا کہ یہ یقین پر عمل کرنا ہے)۔اور اگر کپڑے پر یا کسی اور چیز پر نجاست کی جگہ پوشیدہ ہو تو اس کو اتنا دھوئے یہاں تک کہ یقین ہو جائے (یعنی کپڑے پر اتنی جگہ دھوئے کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اب اسمیں نجاست کی کوئی جگہ نہیں چھوٹ رہی ہے)اور اگر نجس پانی اور طہور پانی کے درمیان اشتباہ ہو ہو(یعنی دو پانیوں میں تردد ہو کہ کونسا نجس ہے اور کونسا طہور ہے) اور ان دونوں کے علاوہ کوئی پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے اور دونوں کو چھوڑ دے۔ اور اگر طاہر پانی اور طہور پانی کے درمیان اشتباہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کیساتھ وضو کرے۔اور اگر نجس کپڑوں اور پاک کپڑوں کے درمیان اشتباہ ہو (اور ان کے علاوہ کوئی کپڑا نہ ہو)تو ہر ایک کپڑے میں نجس کپڑے کے عدد کے برابر نماز ادا کرے(یعنی جتنے نجس کپڑے ہوں اتنے بار نماز ادا کرے پھر جو دوسرا کپڑا ہو

اس میں نماز ادا کرے اسطرح یہ یقین حاصل ہو جائے گا کہ کم از کم ایک بار پاک کپڑوں میں نماز ادا کی ہے)۔

کتے اور خنزیر کی نجاست کو سات بار دھویا جائے ان میں ایک بار مٹی سے دھویا جائے(اور پہلی بار مٹی سے دھونا چاہئے)۔باقی تمام نجاستوں میں تین بار دھونا کافی ہے(لیکن حنابلہ کا صحیح مذہب یہ ہیکہ سات بار دھونا چاہئے)۔اگر نجاست زمین پر ہو تو ایسا بڑا گھڑا پانی بہانا کافی ہے جس سے نجاست بعینہ چلی جائے(یعنی اس کا رنگ، بو اور مزہ باقی نہ رہے)کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ اعرابی کے پیشاب پر ایک بڑا برتن بھر پانی بہادو۔

اس بچے کے پیشاب میں جو کھانا نہ کھاتا ہو(یعنی شیر خوار جو اپنے شوق سے کھانا نہ کھاتا ہو)ایک بار پانی چھنکنا(پاک کرنے کیلئے) کافی ہے۔اسی طرح مذی(کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو ایک بار تر کرنا کافی ہے)اور اگر مذی تھوڑی ہو تو معاف ہے۔اور تھوڑا خون (معاف ہے)اور جو(سیال) خون سے پیدا ہوتا ہے مثلاً پیپ،زخم کی پتلی رطوبت وغیرہ تھوڑی مقدار میں معاف ہیں (یعنی اگر یہ چیزیں تھوڑی مقدار میں ہوں تو پاکی حاصل کرنا لازم نہیں ہے۔تھوڑی مقدار کی تعریف یہ ہیکہ)وہ مقدار جو انسان کے نزدیک بُری نہ ہو۔آدمی کی منی اور اس جانور کا بول پاک ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

باب الآنیہ

سونے اور چاندی کے برتنوں کا ستعمال نہ طہارت کیلئے جائز ہے اور نہ غیر طہارت کیلئے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ کیونکہ یہ کفار کیلئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں (اس سے سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے کی ممانعت ثابت ہوئی اور اس روایت پر قیاس کرتے ہوئے سونے چاندی کے دیگر استعمالات کی ممانعت ثابت ہوئی البتہ عورتوں کے زیورات میں ان کا استعمال اس سے مستثنیٰ ہے)۔ سونے اور چاندی کے ورق چڑھے ہوئی چیز کا حکم وہی ہے جو سونے اور چاندی کا ہے سوائے اس کے کہ اگر اس چیز پر تھوڑی چاندی ہو (تو اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ بخاری کی روایت میں ہیکہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹا تو اس دراڑ میں چاندی کی زنجیر لگوائی)۔

تمام پاک برتنوں کا استعمال جائز ہے اور ان سے کوئی چیز بنوا کر استعمال کرنا جائز ہے۔ اہل کتاب کے برتن اور کپڑے استعمال کرنا جائز ہے جب تک ان کا نجس ہونا معلوم نہ ہو۔

مردار کا اون اور بال پاک ہیں، ہر ایسے مردار کی کھال نجس ہے جس کی دباغت کی گئی یا نہ گئی (یعنی جو ماکول جانور بغیر ذبح کئے مر جاتا ہے اس کی کھال نجس ہوتی ہے چاہے اسکی دباغت کی جائے یا نہ کی جائے۔ صرف ماکول مذبوح کی کھال پاک ہوتی ہے) اسی طرح مردار کی ہڈیاں (نجس ہیں)۔ ہر مردار نجس ہے سوائے آدمی اور پانی کے وہ جانور جو صرف

پانی میں رہتا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سمندر کے بارے میں فرمان ہے کہ اس کا پانی طہور ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔وہ مردار پاک ہے جسمیں بہتا خون نہیں ہوتا ہے جبکہ وہ نجاستوں پر پیدا ہونے والا نہ ہو۔

قضائے حاجت کا باب

جو بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہے اسکو یہ کہنا مستحب ہے: **بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ومن الرجس النجس الشیطان الرجیم** اور جب باہر نکلے تو کہے **غفرانک الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی** اور داخلے پر اپنا بایاں پاؤں آگے کرے اور نکلنے پر اپنا دایاں پاؤں آگے کرے اور اسمیں ایسی چیز کیساتھ داخل نہ ہو جسمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو سوائے ضرورت کے تحت۔ بیٹھنے میں بائیں پاؤں پر زور دے ۔ اگر فضا میں جائے تو دور جائے اور کسی چیز کی آڑ میں ہو جائے۔ پیشاب کرنے کیلئے نرم جگہ ڈھونڈے۔ ہر گز سوراخ، دراڑ، راستہ، فائدہ مند سایہ اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب نہ کرے۔ نہ سورج کی طرف چہرہ کرے اور نہ چاند کی طرف اور قبلہ کی طرف (بے حائل) نہ چہرہ کرے اور نہ پیٹھ کرے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ براز و بول کے وقت قبلہ کو نہ چہرہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ عمارتوں میں ایسا کرنا (قبلہ کی طرف چہرہ اور پیٹھ کرنا) جائز ہے۔ پھر جب پیشاب کرنے سے فارغ ہو جائے تو ذکر کی جڑ سے اسکے سر تک مسح کرے پھر اسے تین بار کھینچے (تاکہ بچے ہوئے قطرے باہر نکل جائیں)۔ ذکر کو دایاں ہاتھ نہ لگائے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء و استجمار کرے۔ پھر طاق عدد میں ڈھیلوں سے صفائی کرے پھر پانی سے استنجاء کرے۔ اگر ڈھیلوں سے پاکی حاصل کرنے پر اکتفا کرے جبکہ نجاست سوراخ سے تجاوز نہ کرے تو یہ کافی ہے۔ تین بار صاف

کرنے والے پونچھنے سے کم کرنا کافی نہیں ہے۔استجمار ہر اک چیز سے جائز ہے(مثلاً پتھر، کپڑا اور غیرہ) مگر لید اور ہڈیوں سے جائز نہیں ہے اور وہ جس کی حرمت ہو(یعنی وہ جس کی تعظیم کی جاتی ہو اس سے بھی جائز نہیں ہے)۔

باب الوضوء

وضوء اور دیگر عبادات صرف نیت کرنے سے درست ہوتے ہیں کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے اور ہر آدمی کو اسی چیز کی جزاء ملے گی جس کی اس نے نیت کی (یعنی ہر عبادت میں نیت کرنا فرض ہے) پھر (یعنی نیت کرنے کے بعد) کہے بسم اللہ اور اپنے دونوں پنجے تین مرتبہ دھوئے پھر تین بار کلی کرے اور تین بار ناک میں پانی لے اسطرح کہ ان دونوں کو ایک یا تین چلو پانی کیساتھ جمع کرے (ہر بار میں ایک چلو پانی لینا اقرب ہے) پھر اپنا چہرہ تین بار سر میں بال اگنے کی جگہ سے دونوں داڑھ کے نیچے اور تھوڑے کے نیچے اور دونوں کانوں کی جڑوں تک دھوئے اور اپنی داڑھی میں خلال کرے اگر وہ گھنی ہو۔ اگر داڑھی میں جلد نظر آئے تو داڑھی (اور جلد) دھونا لازم ہے۔ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے اور دھونے میں دونوں کہنیاں داخل کرے۔ پھر کانوں سمیت اپنے سر کا ایسا مسح کرے کہ سر کے اگلے حصے سے دونوں ہاتھ پھیرنا شروع کرے اور سر کے پچھلے حصے پر دونوں ہاتھوں کو گزارے پھر انہیں سر کے اگلے حصے کی طرف لوٹائے۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنے تک دھوئے اور دھونے میں دونوں ٹخنے داخل کرے اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرے۔ پھر اپنی نظر آسمان کی طرف بلند کرے پھر کہے: **اشھد ان لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔**

وضوء کے فرائض یہ ہیں: نیت کرنا، ایک ایک مرتبہ (تینوں اعضاء وضوء) دھونا سوائے ہتھیلیوں کے ، پورے سر کا مسح کرنا ہے، وضوء اس ترتیب میں کرنا جسکا ہم نے ذکر کیا اور کسی عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ کرنا کہ اس سے پہلے دھویا ہوا عضو سوکھ جائے۔

مسنون اعمال یہ ہیں: (شروع میں) بسم اللہ کہنا، دونوں ہتھیلیاں دھونا، کلی کرنا، ناک میں پانی لینے میں مبالغہ کرنا سوائے اسوقت جبکہ وہ روزہ دار ہو، داڑھی اور انگلیوں میں خلال کرنا، دونوں کانوں کا مسح کرنا، دائیں اعضاء بائیں سے پہلے دھونا اور تین تین بار دھونا اور اس (عدد) سے زیادہ دھونا مکروہ ہے اور پانی خرچ کرنے میں اسراف کرنا مکروہ ہے۔

(مسواک کا بیان:) منہ میں تغیر آنے کے وقت، نیند سے اٹھنے کے بعد اور نماز سے پہلے مسواک کرنا مسنون ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر میری امت پر بار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ مسواک کرنا ہر وقت مستحب ہے مگر روزہ دار کو بعد زاول۔

موزوں پر مسح کا باب

موزوں پر اور اس کے مشابہہ چیزوں پر مثلاً دبیز موزوں پر جو پاؤں میں ٹھیک سے جم جاتے ہیں اور جرامیق پر (یعنی وہ جو موزوں کے اوپر پہنے جاتے ہیں) جو ٹخنوں کے اوپر تک جاتے ہیں وضوء میں مسح کرنا جائز ہے مقیم کیلیئے ایک دن اور ایک رات کیلیئے اور مسافر کیلیئے تین دن اور راتوں کیلیئے ہے (مدت مسح کی شروعات موزے پہننے کے بعد پہلے) حدث سے ہے (اور اس کی انتہاء مقیم کیلیئے دوسرے دن) اس کے مثل وقت تک ہے (یعنی دوسرے دن کا وہ وقت جب مقیم کا مسح کر کے یا موزے پہن کر ایک دن پورا ہوتا ہے) کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسافر تین دن اور اس کی راتوں کیلیئے اور مقیم ایک دن اور ایک رات کیلیئے مسح کرے۔ (مثلاً: زید نے حالت قیام میں فجر میں وضوء کرتے ہوئے پاؤں دھو کر موزے پہنے پھر اسکا وضوء صبح سات بجے ٹوٹا تو وہ اگلے دن دس بجے تک وضوء میں پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر سکتا ہے جبکہ وہ اگلے دن دس بجے تک موزے نہ اتارے)

جب مسح کیا پھر مدت پوری ہوئی یا اس سے پہلے اسے اتار دیا تو اس کی طہارت باطل ہوئی۔ جس نے بحیثیت مسافر مسح کیا پھر وہ مقیم ہوا (تو وہ مقیم کی مدتِ مسح پوری کرے) یا جس نے بحیثیت مقیم مسح کیا پھر اس نے سفر کیا تو وہ مقیم کی مدتِ مسح پوری کرے۔

عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جبکہ وہ شملہ والا ہو (یعنی اسکا ایک کنارہ پیچھے کی طرف لٹکا ہوا ہو) پورے سر کو ڈھانپنے والا ہو سوائے وہ حصہ جو عادۃً کھلا رہتا ہے۔ ان تمام پر (یعنی

موزے، صفیقہ، جرموق اور عمامہ پر) مسح کرنے کی شرط یہ ہیکہ ان کو طہارتِ کاملہ کی حالت میں پہنا جائے (یعنی حدثِ اکبر اور اصغر سے پاکی کی حالت میں)۔ پٹی پر مسح کرنا جائز ہے جبکہ اس کا باندھنا حاجت کی جگہ سے تجاوز نہ کرے (حاجت کی جگہ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پٹی باندھنے کی حاجت ہو اور پٹی پر مسح کرنا) اس وقت تک جائز ہے جب تک پٹی باندھنے کی حاجت نہ رہے (موزوں وغیرہ پر مسح کے جواز میں) مرد اور عورت برابر ہیں سوائے اس کے کہ (اگر مرد کی طرح عورت عمامہ پہن لے) تو یہ جائز نہیں ہیکہ عورت عمامہ پر مسح کرے۔

نواقض وضو کا باب

یہ سات چیزیں ہیں

۱۔ سبیلین (بول وبراز کے راستوں) سے نکلنے والی چیز

۲۔ سبیلین کے علاوہ کسی جگہ سے نکلنے والی نجس چیز جبکہ وہ زیادہ ہو (مثلاً خون، پیپ، قئے وغیرہ)

۳۔ زوال عقل (مثلاً نشہ، جنون وغیرہ) سوائے تھوڑی نیند جو بیٹھنے یا ٹھہرنے کی حالت میں ہو

۴۔ اپنے ہاتھ سے ذکر کو چھونا

۵۔ عورت کو شہوت سے ہاتھ لگانا

۶۔ مرتد ہونا

۷۔ اونٹ کا گوشت کھانا۔ اسوجہ سے کہ نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہیکہ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایاہاں وہ کھاکر وضو کرو۔ آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا بکری کا گوشت کھاکر وضو کریں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر چاہو تو کرو چاہو تو نہ کرو۔

جسکو طہارت کا یقین اور حدث کا شک ہو یا حدث کا یقین ہو اور طہارت کا شک ہو تو وہ ان دو میں سے یقین پر قائم ہے۔

غسل جنابت کا باب

اس کے موجب (یعنی غسل جنابت کو واجب کرنے والے) یہ ہیں:

-(مرد یا عورت سے) منی نکلنا اور وہ (منی جس کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے) ماء دافق ہے (یعنی وہ رطوبت ہے جو شرمگاہ سے حالت شہوت میں اچھل کر نکلتی ہے)

-دو ختنہ کئے ہوئے افراد کا ملنا (یعنی حشفہ کا کسی فرج میں داخل ہونا۔ اس کتاب میں مؤلف نے دو ہی موجبات غسل کا ذکر کیا ہے جبکہ مؤلف نے اپنی دوسری تالیف المقنع نے مزید چار موجبات غسل کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں: کافر کا اسلام لانا، موت، حیض ، نفاس)

غسل جنابت میں نیت کرنا، پورا جسم دھونا مع کلی کرنے اور ناک میں پانی داخل کرنے کے فرض ہے۔ بسم اللہ کہنا (مسنون ہے اور) اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا جسم ملنا مسنون ہے۔ غسل اسطرح کرے جیسا کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنھا نے روایت کیا۔ آپ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: میں نے آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس ڈھانپا پھر آپ علیہ السلام نے غسلِ جنابت فرمایا۔ پس شروع کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا پس اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا اور پھر بائیں پر۔ پھر اپنی شرمگاہ اور اس سے نکلنے والی چیز دھوئی پھر اپنا ہاتھ دیوار اور زمین پر مارا پھر نماز کے جیسا وضو فرمایا پھر اپنے جسم پر پانی پہنچایا، پھر آپ علیہ السلام اس جگہ سے ہٹے، پھر اپنے قدمین شریفین کو دھویا۔

(گوندھے ہوئے) بال کھولنا واجب نہیں ہے جبکہ پانی بالوں کی جڑ کو پہنچتا ہو۔

جب غسل کرنے میں دونوں طہارتوں کی نیت کرتا ہو (یعنی رفع حدث اکبر و اصغر کی نیت کرے) تو یہ غسل ان دونوں کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح تیمم دونوں احداث اور جسم پر لگی نجاست کیلئے کرتا ہو (یعنی ان سب کا نائب تیمم کو بناتا ہو) تو یہ سب کیلئے کافی ہے۔ اگر ان میں بعض کی نیت کرتا ہو تو اسی کیلئے (کافی ہو گا) جس کی اس نے نیت کی۔

تیمم کا باب

اس کا طریقہ یہ ہیکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر ایک بار مارے اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ اور ہاتھ کے دونوں پہنچوں پر مسح کرے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسی طرح تجھے کافی ہو گا اور آپ علیہ السلام نے زمین پر اپنے دونوں دستِ اقدس مارے اور ان سے چہرہ اور ہاتھوں کے پہنچوں پر مسح فرمایا۔ اگر ایک سے زائد ضرب سے تیمم کرتا ہے یا زیادہ (جگہ مثلاً کہنیوں تک) مسح کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

تیمم کے چار شرائط ہیں:

پہلی شرط: پانی کے استعمال سے عاجزی ہونا یا اسلئے کہ پانی موجود نہ ہو یا پانی کے استعمال سے ضرر کا خوف مرض کیوجہ سے ہو یا سخت سردی کی وجہ سے ہو یا اپنے یا اپنے رفقاء یا مویشیوں کے پیاسے رہ جانے کا خوف ہو یا پانی ڈھونڈنے میں اپنی جان کا خوف یا مال کا خوف ہو یا بہت قیمت کے عوض ہی پانی ملے۔ اگر اپنے جسم کے بعض حصوں پر پانی کا استعمال ہو(اور پورے اعضاء مطلوبہ پر ممکن نہ ہو) یا پانی اتنا ملے کہ جو اسکی طہارت کو کافی نہ ہو تو وہ پانی استعمال کرے اور بقیہ اعضاء کیلئے تیمم کرے (یعنی ان اعضاء کے دھونے کا نائب تیمم کو بنائے)۔

دوسری شرط وقت ہے۔ فرض عبادت کیلئے تیمم اس کے وقت سے پہلے نہ کرے اور نہ نفل عبادت کیلئے ممنوعہ وقت میں کرے۔

تیسری شرط نیت ہے۔ اگر نفل عبادت کیلئے تیمم کرتا ہے تو اس سے فرض نماز ادا نہ کرے اور اگر فرض عبادت کیلئے تیمم کرتا ہے تو اس عبادت کا کرنا اور فرائض اور نوافل میں جو چاہے کرنا جائز ہوگا جب تک کہ اس (فرض عبادت) کا وقت ختم نہ ہو (یعنی اس فرض عبادت کے وقتِ انتہاء تک ہی اس کا تیمم وضو کا نائب بن سکتا ہے)۔

چوتھی شرط مٹی ہے۔ صرف ایسی پاک مٹی سے تیمم کرے جس پر غبار ہو۔

تیمم ان چیزوں سے باطل ہوتا ہے جن سے پانی کی طہارت باطل ہوتی ہے (یعنی نواقض وضو و غسل نواقض تیمم بھی ہیں) اور پانی کے استعمال پر قدرت آنے سے (تیمم باطل ہوتا ہے) اگرچہ وہ قدرت نماز میں حاصل ہو۔

حیض کا باب

حیض دس چیزوں سے روکتا ہے:

۱۔ نماز ادا کرنے سے (حائض پر نماز ادا کرنا حرام ہے)

۲۔ نماز کے واجب ہونے سے (ایام حیض کی نمازوں کی قضاء کرنا لازم نہیں ہے)

۳۔ روزہ رکھنے سے (مگر حیض وجوبِ صیام سے مانع نہیں ہے ایام حیض کی روزوں کی قضاء کرنا لازم ہے)

۴۔ طواف کرنے سے

۵۔ قرأت قرآن سے

۶۔ مسِ مصحف سے

۷۔ مسجد میں ٹھہرنے سے

۸۔ فرج میں وطی سے

۹۔ طلاقِ سنت سے

۱۰۔ مہینوں کی گنتی کرنے سے (یعنی اگر کسی عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دی جائے تو وہ عدت مہینوں کے حساب سے شمار نہ کرے بلکہ تین حیض شمار کرے)۔

حیض (حائض پر پاکی حاصل ہونے پر) غسل (واجب کرتا ہے) اور (کسی لڑکی کی) بلوغت (ثابت کرتا ہے)، حیض ایام عدت شمار کرنا ثابت کرتا ہے۔ جب دمِ حیض

رک جاتا ہے تو روزہ رکھنا اور طلاق دینا جائز ہو جاتا ہے جبکہ (دیگر) تمام ممنوعہ افعال غسل کرنے تک جائز نہیں ہوتے ہیں۔

حائض سے فرج کے علاوہ لذت حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جماع کے علاوہ ہر چیز کرو۔

اقل مدتِ حیض ایک دن اور ایک رات ہے اور اسکی اکثر مدت پندرہ دن ہے۔ دو حیض کے درمیان طہر کی اقل مدت تیرہ دن ہے اور اسکی اکثر مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اقل عمر جسمیں عورت کو حیض جاری ہوتا ہے نو سال ہے اور اسکی اکثر عمر ساٹھ سال ہے۔

مبتدات (جس کو پہلی بار حیض آتا ہو) جب خون دیکھے اس عمر میں کہ اس جیسی لڑکیوں کو حیض آتا ہے تو وہ بیٹھ جائے (یعنی ممنوعہ امور سے بچے)۔ اگر خون ایک دن اور ایک رات سے کم مدت میں رُک جائے تو وہ حیض نہیں ہے اور اگر اس مدت سے تجاوز کرے اور اکثر مدتِ حیض (یعنی 15 دن) سے تجاوز نہ کرے تو وہ حیض ہے۔ اگر تین مہینوں تک ایک ہی ترتیب پر تکرار ہو (یعنی خون ہر ماہ مقررہ دنوں میں مقررہ مدت تک آئے) تو وہ عادت بن جائے گی۔ اگر اس سے (15 دنوں سے) آگے بڑھے تو زائد ایام میں آنے والا خون دمِ استحاضہ ہے۔

مستحاضہ پر لازم ہیکہ حیض کے آخر میں غسل کرے (اور غسل کے دوران) اپنی فرج دھوئے اور اس پر پٹی باندھے (تا کہ سیلان خون نہ ہو) اور ہر نماز کے وقت وضوء کرے اور نماز ادا کرے اور اسی طرح کا حکم سلس البول والے اور اس جیسے کا ہے (مثلاً وہ جسکو مسلسل رعاف جاری رہتی ہو)۔

جس مستحاضہ کو پچھلے مہینے تک خون جاری رہے (عادت حیض کے بعد مسلسل خون جاری رہے حتیٰ کہ اگلے مہینے کے ایام حیض آجائے) اور وہ معتاد ہو (یعنی اس کو ہر ماہ مقررہ ایام میں حیض آتا ہو) تو اس کا حیض اسکے عادت والے ایام ہیں اور اگر وہ معتاد نہ ہو اور اسکو تمیز حاصل ہو اور تمیز یہ ہیکہ بعض خون گاڑھا سیاہ ہو اور بعض سرخ پتلا ہو تو اسکا حیض گاڑے سیاہ کا زمانہ ہے۔

اگر وہ (مستحاضہ) مبتدات ہو یا وہ جس کو اپنی عادت یاد نہ ہو اور نہ اسکو تمیز حاصل ہو تو اسکا حیض ہر ماہ چھ یا سات دن ہو گا کیونکہ یہ عورتوں کی غالب عادت ہے۔

حاملہ کو حیض نہیں آتا ہے سوائے اسکے کہ وہ ولادت سے ایک یا دو دن پہلے خون دیکھے تو وہ خونِ نفاس ہے۔

نفاس کا باب

یہ ولادت کے سبب خارج ہونے والا خون ہے۔ اسکا حکم حیض کا حکم ہے ان چیزوں میں جو حیض سے حلال اور حرام ہوتے ہیں اور واجب و ساقط ہوتے ہیں۔ اسکی اکثر مدت چالیس دن ہے اور اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ جب نفاس والی عورت (چالیس دنوں میں) طہر دیکھے تو وہ غسل کرے اور اب وہ پاک ہے اور اگر ان چالیس دنوں کی مدت میں خون لوٹ آئے تو وہ بھی نفاس ہے۔

کتاب الصلاۃ

(نماز کا حکم:) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو فرماتے ہوئے سنا: پانچ نمازیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالٰی نے دن اور رات میں بندوں پر ان کو فرض فرمایا جو ان کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس کا عہد ہیکہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے اور جو ان کی حفاظت نہیں کرتا ہے تو اللہ کے نزدیک اسکا کوئی عہد نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر وہ چاہے تو اسکی مغفرت فرمائے۔

پس پانچ نمازیں ہر مسلمان، عاقل، بالغ سوائے حائض و نفساء پر فرض ہیں۔

(نماز کا انکار:) جو ان کے وجوب کا اپنی جہالت کے سبب انکار کرتا ہے تو اسکو سکھایا جائے گا (کیونکہ وہ اپنی جہالت کیوجہ سے معذور تھا) اور جو دشمنی کرتے ہوئے ان کا انکار کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے۔

(نماز دیر سے ادا کرنا:) فرض نماز کا وقت وجوب کے بعد سے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے سوائے اسکو جو (دو) نمازیں جمع کر رہا ہو یا اسکو جو شرائط نماز (کی تحصیل) میں مشغول ہو۔ جس نے لاپرواہی کے سبب نماز ترک کی تو اسکو تین بار توبہ کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا (کیوں کہ اسکا ترک نماز پر اصرار اسکی فرضیت کے منکر ہوں کی دلیل ہے)۔

اذان اور اقامت کا باب

اذان اور اقامت صرف پانچ نمازوں کیلئے عورتوں کے سوا مردوں پر مشروع (فرض کفایہ ہیں۔ اذان میں پندرہ کلمات ہیں (یہاں کلمات سے مراد جملے ہیں) جن میں ترجیع نہیں ہے (ترجیع کا مطلب یہ ہیکہ موذن اشھد ان محمد الرسول اللہ دو بار کہنے کے بعد لوٹ کر اشھد ان لا الہ الا اللہ دو بار کہے اور پھر دوبارہ اشھد ان محمد الرسول اللہ کہے اور اذان مکمل کرے)اور اقامت میں گیارہ کلمات ہیں۔

چاہیئے کہ مؤذن امین، بلند آواز والا اور اوقات نماز کا عالم ہو۔ اور مستحب یہ ہیکہ اذان ٹھہر کر، حالت طہارت اور اونچی جگہ اور قبلہ رو ہو کر دے۔ اور جب حیعلہ پر پہنچے تو دائیں اور بائیں جانب چہرہ پھیرے (یعنی حی علی الصلاۃ پر دائیں جانب اور حی علی الفلاح پر بائیں جانب چہرہ پھیر دے) اور (چہرہ پھیرتے وقت) اسکے قدم (جگہ سے) یہ نہ ہٹیں۔ اور اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھے اور اذان میں ترسل کرے (ترسل کا مطلب یہ ہیکہ کلمات ترتیل کیساتھ ہوں اور تلفظ میں احتیاط ہو)اور اقامت میں حدر ہو(یعنی کلمات جلدی یا تیزی سے پڑھے)۔ اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلاۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہے۔ اذان سوائے فجر کے (نمازوں کے)اوقات سے پہلے نہ دے کیونکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں وہ تو کھاؤ پیو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

جو اذان سنتا ہو اسکو ویسا کہنا مستحب ہے جیسا کہ موذن کہتا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جب تم اذان سنو تو ویسا کہو جیسا کہ مؤذن کہتا ہے۔

نماز کے شرائط کا باب

یہ چھ ہیں: : پہلی شرط: حدث سے طہارت کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اسکی نماز نہیں ہوتی ہے جس کو حدث لاحق ہوا حتیٰ کہ وہ وضوء کرے۔

دوسری شرط: وقت: ظہر کا وقت زوال سے اسوقت تک ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اسکے جیسا ہو جائے اور عصر کا وقت اور یہ درمیان والی نماز ہے ظہر کے آخر وقت سے سورج کے پیلے ہونے تک ہے پھر عصر کا وقتِ مختار چلا جاتا ہے(اصح روایت کے مطابق عصر کا وقتِ مختار سایئہ اصلی کے سوا دو مثل سایوں تک رہتا ہے) اور عصر کا وقتِ ضرورت غروب آفتاب تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت شفق احمر غائب ہونے تک ہے پھر عشاء کا وقتِ مختار یہاں سے آدھی رات تک ہے(اصح روایت کے مطابق عشاء کا وقتِ مختار ایک تہائی رات تک رہتا ہے) پھر وقت ضرورت طلوع فجر ثانی تک ہے اور یہاں سے فجر کا وقت طلوع آفتاب تک ہے۔

جو شخص کسی نماز کی تکبیر تحریمہ اس نماز کا وقت جانے سے پہلے کہتا ہے تو وہ اس نماز کو پاتا ہے۔ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے سوائے عشاء آخر کے(کہ اسمیں وقتِ مختار کے آخر تک تاخیر کرنا افضل ہے) اور سخت گرمی میں ظہر میں تاخیر کرنا افضل ہے(تاکہ گرمی کم ہونے کے بعد نماز ادا کی جائے)۔

تیسری شرط:اس چیز کے ذریعہ عورت چھپانا جس سے جلد نظر نہ آئے۔مرد اور باندھی کی عورت ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ہے ۔آزاد عورت کا سارا جسم عورت ہے سوائے اسکے چہرے اور دونوں پنجوں کے ۔ام ولد اور معتق بعض باندھی کی طرح ہے۔

جو غصب کئے ہوئے کپڑے یا غصب کئے ہوئے گھر میں نماز ادا کرے گا تو اسکی نماز درست نہیں ہو گی۔

سونا اور ریشم پہننا عورتوں کو جائز ہے مردوں کو جائز نہیں مگر حاجت کے وقت کیونکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ دونوں (سونا اور ریشم) میری امت کے ذکور پر حرام ہیں ان کی عورتوں کیلیئے حلال ہیں۔

مردوں میں سے جو ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کرے گا جسکا کچھ حصہ اسکے کاندھوں پر ہو تو یہ (ادائیگیٔ نماز کیلیئے) کافی ہے۔اگر اتنا کپڑا اسکے پاس ہو جس سے اسکی عورت کا ڈھانپ سکتا ہے تو اسکو ہی ڈھانپے اور اگر کپڑا پوری عورت کیلیئے کافی نہ ہو تو دونوں فرج ڈھانپے اور اگر ان دونوں کو بھی کافی نہ ہو تو کسی ایک کو ڈھانپے ۔اگر بہر حال ستر عورت نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع و سجود کیلیئے اشارہ کرے اور اگر ٹھہر کر نماز ادا کرے تو جائز ہے (یعنی یا صرف ٹھہر کر ادا کرے یا بیٹھ کر)۔

اور اگر صرف نجس کپڑا یا نجس جگہ پائے تو ان میں نماز ادا کرے اور اسکا کوئی اعادہ (ضروری) نہیں۔

چوتھی شرط: اپنے جسم، اپنے کپڑے اور اپنی نماز کی جگہ کا نجاست سے پاک ہونا سوائے اتنی نجاست کے جو معاف ہے جیسا کہ تھوڑا خون وغیرہ۔ اگر نماز ادا کرتا ہو اور اس پر نجاست ہو اور اسکو اسکا علم نہ ہو یا علم ہو پھر بھول گیا تو اسکی نماز درست ہو گی اور اگر اسکو نماز کی حالت میں اس کا علم ہو تو اس کو دور کرے اور بناء علی الصلاۃ کرے۔

ساری زمین مسجد ہے اس میں نماز درست ہے سوائے مقبرے، حمام، بیت الخلاء، اونٹوں کے اصطبل، راستہ کے وسط کے۔

پانچویں شرط: استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف چہرہ کرنا) سوائے نفل نماز میں مسافر کیلئے سواری پر کیونکہ اس کا چہرہ جدھر ہو (ادھر چہرہ رکھ کے) نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور (اسی طرح) خوف وغیرہ کیوجہ سے استقبال سے عاجز شخص جس طرح ممکن ہو نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور جو ان دو کے سوا ہو اس کی کعبہ کی سمت چہرہ کرتے ہوئے ہی درست ہو گی۔ اگر وہ کعبہ کے قریب ہو تو عینِ کعبہ کو چہرہ کے آگے رکھنا لازم ہے اور اگر اس سے دور ہو تو اس کی سمت چہرہ کرنا لازم ہے۔

اگر قبلہ حضر میں معلوم نہ ہو تو (اہل علم سے) پوچھ لے اور مسلمانوں کی محرابوں سے دلیل حاصل کرے اور اگر وہ غلطی کرے تو (نماز کا) اعادہ کرے اور اگر

سفر میں (کعبہ کی سمت) معلوم نہ ہو تو اجتہاد کرے اور نماز ادا کرے اور اسکا اعادہ (لازم) نہیں۔

اگر (سمت کعبہ کے بارے میں) دو مجتہد افراد میں اختلاف ہو تو ان کا ساتھی کسی کی بھی اتباع نہ کرے (بلکہ اس سمت کو اختیار کرے جو اسکی رائے میں درست ہو)۔ اندھا اور عام آدمی اسکی پیروی کرے جو ان دونوں میں سے اپنے آپ پر زیادہ وثوق رکھتا ہو۔

چھٹویں شرط: نیت کرنا اس نماز کی (جسکو ادا کرنے کا ارادہ ہو)۔ اسکو تکبیر تحریمہ سے کچھ وقفہ پہلے کرنا جائز ہے جبکہ وہ اس نیت کو فسخ نہ کرے۔

نماز کیلئے پیدل چل کر جانے کا باب

نماز کیلئے سکون اور وقار کیساتھ چلنا مستحب ہے اور (پیدل چلنے میں) اپنے قدوم قریب قریب رکھے اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں نہ دے اور (مستحب ہیکہ یہ) کہے **باسم الله الذی خلقنی فهو يهدين**۔ سورۂ شعراء کی ان آیات سے **الا من اتی الله بقلب سليم** تک (یعنی سورہ شعراء کی یہ آیات (۷۸-۸۹) اور (مستحب ہیکہ یہ) کہے: **اللهم انی اسئلک بحق السائلين عليك وبحق ممشای هذا،فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ورياء ولا سمعة خرجت اتقاه سخطك وابتغاء مرضاتك اسئلك ان تنقذنی من النار وان تغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت**۔ جب اقامت سنے تو اسکی طرف نہ بھاگے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب نمار کی اقامت ہو تو اسکی طرف دوڑتے ہوئے مت آؤ، اسکی طرف سکون کیساتھ آؤ تو جو تم پاؤ ادا کر لو اور جو (نماز کا حصہ) چھوٹ جائے اسکو پورا کر لو۔ جب اقامتِ نماز ہو جائے تو پھر کوئی (دوسری) نماز ادا نہ کرے سوائے فرض کے (یعنی اقامت کے بعد سنتیں، رواتب وغیرہ پڑھنا درست نہیں ہے) اور جب مسجد آئے تو داخل ہوتے وقت اپنا دایاں پاؤں آگے کرے اور کہے **بسم الله والصلاة والسلام علی رسول الله**

اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك اور جب باہر نکلے تو اپنا بایاں پاؤں آگے کرے اور وہی (دعا) کہے مگر یہ کہے **وافتح لی ابواب فضلک**۔

باب نماز کا طریقہ

جب نماز کیلئے ٹھہرے تو اللہ اکبر کہے امام پوری تکبیر بلند آواز سے کہے تا کہ جو اسکے پیچھے ہوں وہ سن لیں۔ اور امام کے علاوہ دوسرے لوگ تکبیر آہستہ کہیں اور اپنے کاندھوں کے برابر یا اپنے کانوں کی جڑوں تک اپنے ہاتھ اٹھائے اور ان کو ناف کے نیچے رکھے اور اپنی نگاہ سجدے کی جگہ رکھے پھر کہے **سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك** پھر کہے **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پھر کہے **بسم الله الرحمن الرحيم** اور ان (تینوں) میں سے کچھ بھی بلند آواز سے نہ کہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کیوجہ سے: میں نے نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا ابو بکر، حضرت سیدنا عمر اور حضرت سیدنا عثمان کے پیچھے نماز ادا کی تو میں نے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا پھر سورۂ فاتحہ پڑھے۔ اُسکی کوئی نماز نہیں ہوتی ہے جس نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت نہیں کی سوائے مقتدی کے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ اور مستحب ہیکہ (مقتدی) امام کے خاموش رہنے کے اوقات میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور ان رکعات اور نمازوں میں جبکہ امام بلند آواز سے نہ پڑھتا ہو۔ پھر صبح میں ایسی سورت کی قرأت کرے جو طوال مفصل: میں سے ہو (یعنی سورۂ ق سے سورہ مرسلات تک) اور مغرب میں قصار مفصل میں سے (یعنی سورہ ضحیٰ سے سورۂ ناس تک) اور (بقیہ) تمام

نمازوں میں اوسط مفصل میں سے (یعنی سورنا عم سے سورہ ضحیٰ تک) اور امام نماز فجر میں، مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں اور عشاء میں بلند آواز سے قرأت کرے اور ان کے علاوہ نمازوں میں آہستہ قرأت کرے۔ پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے اور اپنے ہاتھ پہلی بار کی طرح اٹھائے پھر اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی ہوئی کر دے اور اپنی پیٹھ سیدھی کرے اور اپنا سر پیٹھ کے برابر کرے پھر 3 بار کہے سبحان ربی العظیم پھر اپنا سر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے اٹھائے اور پہلی بار کی طرح ہاتھ اٹھائے جب سیدھا ٹھہر جائے تو کہے ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الأرض وملء ما شئت من شيء بعد۔ مقتدی، ربنالک الحمد کہنے پر اکتفاء کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور ہاتھ نہ اٹھائے اور زمین پر اسکے اعضاء میں سے پہلے اسکے دونوں گھٹنے واقع ہوں پھر اسکی دونوں ہتھیلیاں پھر اسکی پیشانی پھر اسکی ناک۔ اور حالت سجدہ میں اپنے پہلو اوراپنے بازؤوں میں دوری رکھے اور (زمین پر) ہاتھ کاندھوں کے برابر رکھے اور نمازی اپنے قدموں کی انگلیوں پر رہے (یعنی اسکے قدموں کے صرف انگلیاں زمین پر رکھے) پھر تین بار کہے سبحان ربی الاعلی پھر تکبیر پڑھتے ہوئے سر اٹھائے اور بیٹھ جائے اسطرح کہ وہ اپنا بایاں پاؤں بچھادے اور وہ اس پر بیٹھے اور دایاں نصب کر دے اور اپنے پاؤں کی اونگلیاں جانب قبلہ کرے اور تین بار ربی اغفرلی کہے پھر دوسرا سجدہ پہلے کی طرح کرے۔ جب اس سے فارغ ہو جائے تو

تشہد کیلئے بیٹھ جائے (جیسا کہ قعدہ میں بیٹھا تھا) اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے اور اپنے سیدھے ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھی والی انگلی کو پکڑے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور کہے **التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد أن لا الله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله**۔ یہ تشہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی اصح روایت (کے مطابق) ہے پھر کہے: **اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد**اور مستحب ہیکہ یہ پڑھے : **اعوذ بالله من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال** پھر سیدھی طرف سلام کرے:**السلام عليكم و رحمة الله**اور بائیں طرف بھی اسی طرح کرے۔

اگر نماز دو رکعتوں سے زیادہ ہو تو پہلے تشہد کے بعد اٹھے اپنے سجود سے اٹھنے کی طرح پھر دو رکعت ایسے ادا کرے کہ ان میں سورۂ فاتحہ کے بعد کچھ نہ پڑھے۔ جب آخری تشہد کیلئے بیٹھے تو تورک کرے تو اپنا دایاں قدم ٹھہرا دے اور بایاں بچھا دے اور اسکو

دائیں میں سے نکالے اور تورک آخری تشہد میں اس نماز میں ہی کرے جس میں دو تشہد ہوں۔ جب سلام کر دے تو تین بار **استغفر الله** کہے اور کہے **اللهم انت السلام و منك السلام تباركت ياذا الجلال والاكرام-**

نماز کے ارکان اور واجبات کا باب

نماز کے بارہ ارکان ہیں ، قدرت کیساتھ قیام کرنا تکبیر تحریمہ ، سورہ فاتحہ کی قرأت کرنا، رکوع کرنا، رکوع سے اٹھنا، سات اعضاء پر سجدہ کرنا، اسکے بعد اٹھ کر بیٹھا، ان ارکان میں طمانیت رکھنا، آخری قعدہ، اس کے لئے بیٹھنا، پہلا سلام کرنا، ان ارکان کی وہ ترتیب جو ہم نے بیان کی۔ پس یہ وہ ارکان ہیں کہ نماز انہی سے مکمل ہوتی ہے۔

نماز کے سات واجبات ہیں: تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات رکوع اور سجود میں ایک ایک بار تسبیح کرنا، تسبیح اور تحمید رکوع سے اٹھنے پر۔ دو سجدوں کے درمیان رب اغفرلی پڑھنا، پہلا تشہد اور اسکے لئے بیٹھنا، آخری تشہد میں نبئ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا۔ پس ان کو اگر عمداً ترک کرے تو نماز باطل ہو گی اور اگر بھولے سے ترک کرے تو اسکے لئے سجدہ کرے۔ ان کے علاوہ جو (اقوال و اعمال) ہیں وہ سنتیں ہیں جنکو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہو گی ، اور نہ بھول کر ترک کرنے سے سجدہ واجب ہو گا۔

سجدۂ سہو کا باب

(نماز میں ہونے والی) بھول کی تین اقسام ہیں:

پہلی: نماز کے افعال کی جنس سے زیادتی کرنا جیسے رکعت یا کوئی رکن (زیادہ ادا کرنا) ۔پس نماز اسکے (زیادتیٔ افعال) عمداً کرنے سے باطل ہوتی ہے اور بھول کر کرنے سے سے سجدہ لازم ہوتا ہے۔ اگر اسکو یاد آتا ہو کہ وہ اضافی رکعت میں ہے تو اسی حال میں بیٹھ جائے اگر اپنی نماز میں کمی پر سلام پھیر دے تو بقیہ حصہ ادا کرے پھر سجدہ کرے۔

(دیگر افعال کی زیادتی کرنا) اگر وہ کام کرے جو نماز کی جنس سے نہیں تو اسکا عمد اور سہو برابر ہے۔ اگر وہ زیادہ ہو تو نماز کو باطل کرے گا اور اگر تھوڑا ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل امامہ کو آپ علیہ السلام کے اٹھانے میں یا آپ کے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کھولنے میں تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسری قسم: کمی کرنا جیسے کوئی واجب بھول جانا، اگر پہلے تشہد سے اٹھتا ہے پھر سیدھا ٹھہرنے سے پہلے یاد آجاتا ہے تو لوٹ آئے اور وہ ادا کرے۔ اگر سیدھا ٹھہر جاتا ہے تو نہ لوٹے۔ اگر کوئی رکن بھول جاتا ہے پھر یاد آجاتا ہے آخری رکعت میں میں قرأت شروع کرنے سے پہلے تو لوٹ آئے اور اسکو ادا کرے اور اسکے بعد کا حصہ ادا کرے اور اگر اس کے بعد یاد آتا ہے تو وہ رکعت باطل ہو جائے گی جسمیں وہ ترک کیا۔ اگر چار

رکعتوں میں چار سجدے بھول جاتا ہے پھر تشہد میں یاد آتا ہے تو اسی حال میں سجدہ کرے پھر ایک رکعت درست ہو گی پھر بقیہ تین رکعتیں ادا کرے۔

تیسری قسم : شک: جب کسی رکن کے چھوڑنے میں شک ہو تو وہ اس رکن کے چھوڑنے کی طرح ہے۔ جسکو رکعات کے عدد میں شک ہو تو یقین پر عمل کرے سوائے امام کے، خاص طور پر کہ وہ غالب ظن پر عمل کرے۔

ہر بھول کیلئے سلام سے پہلے دو سجدے کرے سوائے اپنی نماز میں کمی پر اور امام جب غالب ظن پر عمل کرے اور سلام سے پہلے سجدے بھولنے والا کیونکہ وہ سلام کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھے اور سلام کہے۔

مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہے سوائے جبکہ امام بھول جائے تو اسکے ساتھ سجدہ کرے۔

جس کا امام بھول جائے یا اسکو اپنی نماز میں کوئی امر پیش آئے تو (امام کو متنبہ کرنے کیلئے) مردوں کیلئے تسبیح ہے اور عورتوں کیلئے تالی بجانا ہے۔

باب نفلی نماز کے بیان میں

یہ پانچ اقسام پر ہے۔

پہلی: سنن رواتبہ، یہ وہ ہیں جنکے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا دس رکعتیں میں نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھی دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔ مجھ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب فجر طلوع ہوتی ہے اور مؤذن اذان دیتا ہے تو سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعتیں ادا کرتے تھے اور یہ دو رکعتیں سنن راتبہ میں سب سے تاکید والی ہیں اور ان کو مختصر کرنا مستحب ہے اور انکو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اسی طرح مغرب کی دو رکعتیں ہیں۔

دوسری قسم وتر: اسکا وقت نماز عشاء سے نماز فجر تک ہے اسکی کم سے کم ایک رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں۔ اور کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں دو سلاموں کیساتھ اور تیسری رکعت میں قنوت رکوع کے بعد پڑھے۔

تیسری قسم: نفل مطلق (وہ نفلی نماز جو کسی خاص وقت، خاص سبب یا خاص تعداد کے ساتھ مقید نہ ہو) ہے۔ رات کی نفل دن کی نفل سے افضل ہے۔ رات کا نصف آخر،

نصف اول سے افضل ہے۔ رات کی نمازیں دو دو ہیں۔ بیٹھنے والے کی نماز ٹھہرنے والی کی نماز سے اجر میں آدھی ہے۔

چوتھی قسم: وہ جسکے لئے جماعت مسنون ہے اور اسکی تین انواع ہیں۔

پہلی نوع: تراویح، یہ عشاء کے بعد رمضان میں بیس رکعتیں ہیں۔

دوسری: نماز کسوف: جب سورج یا چاند گہن ہو تو لوگ نماز کی طرف متوجہ ہوں اگر چاہیں تو جماعت قائم کرتے ہوئے یا چاہیں تو اکیلے۔ پس تکبیر کہے اور سورۂ فاتحہ پڑھے اور کوئی لمبا سورہ پڑھے اور لمبا رکوع کرے پھر اٹھے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور کوئی طویل سورہ پڑھے پھر ایسا رکوع کرے جو پہلے سے لمبا ہو پھر اٹھے پھر دو سے طویل سجدے کرے پھر قیام کرے پھر اسی طرح کرے تو چار رکعتیں اور چار سجدے ہوئے (دو رکعتیں جسمیں چار رکوع ہوں اس کو مصنف چار رکعتیں کہہ رہے ہیں)۔

تیسری نوع، نماز استسقاء۔ جب زمین (بارش نہ ہوں، کیوجہ سے) خشک ہو جائے اور بارش نہ ہو تو لوگ امام کیساتھ خشوع کرتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے، تواضع اختیار کرتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے نکلیں اور امام انکے ساتھ نماز عید کی طرح دو رکعتیں ادا کرے پھر انکو ایک ایسا خطبہ سنائے جسمیں استغفار اور ان آیات کی کثرت ہو جن میں استغفار کا حکم ہو اور لوگ اپنی چادروں کو پلٹ دیں (یعنی اوپر کا کنارہ نیچے

کی طرف اور نیچے کا اوپر کی طرف کر دیں) اور اگر اہل ذمہ مسلمانوں کیساتھ نکلتے ہیں تو انہیں نہ روکیں اور انہیں مسلمانوں سے الگ رہنے کا حکم دیا جائے۔

پانچویں قسم: سجود تلاوت - یہ چودہ سجدے ہیں۔ سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ سجود تلاوت تلاوت کرنے والے اور غور سے سننے والے پر سامع کے علاوہ مسنون ہیں(یعنی جو غور سے نہیں سن رہا تھا اس پر نہیں ہے) اور جب سجدہ کرے اور اس سے سر اٹھائے تو تکبیر کہے پھر سلام کہے۔

باب ان اوقات کے بیان میں کہ جن میں نماز ادا کرنا منع ہے

یہ پانچ ہیں: فجر کے بعد حتیٰ کہ طلوع آفتاب ہو اوراسکے طلوع ہونے کے بعد حتیٰ کہ وہ ایک نیزے کے بقدر بلند ہو اور اسکے (آسمان کے بیچ میں بالکل سرپر) قائم ہونے سے زائل ہونے تک اور عصر کے بعد آفتاب کے غروب کے قریب ہونے تک۔

یہ وہ اوقات ہیں جن میں نفلی نماز ادا نہ کرے سوائے (ان نمازوں کے جن کا ذکر ہو رہاہے) جماعت کے اعادہ میں جبکہ جماعت قائم ہو اور وہ مسجد میں ہو (یعنی اگر اس نے عصر ادا کی تھی پھر جماعت قائم ہوئی اور وہ مسجد میں تھاتو اب یہ نہ کہے کہ میں نے نماز ادا کرلی بلکہ جماوت میں شامل ہو جائے)۔ اور طواف کے بعد والی دو رکعتیں، نماز جنازہ اور سنن اور رواتب کی قضاء کرنااس کے دو اوقات میں (جائز ہے) اور وہ دو اوقات فجر کے بعد اور عصر کے بعد ہیں۔ اور فرض نمازوں کی قضاء تمام اوقات میں جائز ہے۔

امامت کا باب

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی ایک قوم کی امامت ان میں سے کتاب اللہ کا بہترین قاری کرے اگر وہ قرأت میں برابر ہوں تو جو سنت کا زیادہ عالم ہو وہ کرے اگر وہ سنت میں برابر ہوں تو ہجرت میں پہل کرنے والا کرے اگر وہ ہجرت میں برابر ہوں تو ان میں سے عمر رسیدہ کرے۔ اور ایک آدمی دوسرے کی امامت اسکے گھر میں یا اسکے حکم نافذ ہونے کی جگہ صرف اسکی اجازت کیساتھ کرے اور اسکے گھر میں معزز جگہ صرف اس کی اجازت کیساتھ بیٹھے۔

مالک بن حویرث اور انکے اصحاب نے کہا جب نماز کا وقت آئے تو تم دونوں میں سے کوئی ایک اذان دے اور تمہاری امامت تم میں بڑا کرے جبکہ تم دونوں قرأت میں قریب ہوں۔

جس کی اپنی نماز فاسد ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی ہے سوائے وہ جس کو اپنے حدث کا علم نہ ہو اور وہ جسکو مقتدی کا علم نہ ہو حتیٰ کہ وہ سلام کرے۔ پھر جب تو امام اکیلا نماز کا اعادہ کرے۔ اور نماز کوئی بھی رکن ترک کرنے والے کے پیچھے درست نہیں سوائے مقررہ امام کے کہ جب وہ کسی ایسے مرض کیوجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو نہیں سے براءت کی امید ہو اور جب تو سب مقتدی اسکے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کریں

سوائے یہ کہ وہ نماز ٹھہر کر شروع کرے پھر علیل ہو جائے پھر بیٹھ جائے تو وہ اسکی پیچھے ٹھہر کر نماز ادا کریں۔ عورت کا مردوں کی امامت کرنا درست نہیں ہے اور سلس البول والے کی امامت درست نہیں ہے اور ایسے ان پڑھ کی کی جسکو سورۂ فاتحہ کی درست قرأت نہ آتی ہو یا وہ جو کوئی حرف میں غلطی کرتا ہو مگر (ان سب کی امامت) اسکے جیسوں کیساتھ درست ہے۔ وضوء کئے ہوئے شخص کا تیمم والے کو امام بنانا جائز ہے اور فرض پڑھنے والا کا نفل ادا کرنے والے کو امام بنانا جائز ہے۔

جب ایک ہی مقتدی ہو تو وہ امام کے دائیں جانب ٹھہرے اگر وہ اسکی بائیں جانب ٹھہرتا ہے یا اسکے آگے ٹھہرتا ہے یا اس کے پیچھے ٹھہرتا ہے تو اس کی نماز درست نہ ہو گی۔ سوائے اسکے کہ مقتدی ایک عورت ہو تو وہ اکیلی امام کے پیچھے ٹھہرے ۔ اور اگر مقتدیوں کی ایک جماعت ہو تو وہ امام کے پیچھے ٹھہریں۔ امر وہ امام کی دائیں جانب ٹھہریں یا اس کے دونوں جانب ٹھہریں تو انکی نماز درست ہے اگر وہ امام کے آگے ٹھہریں یا اس کی بائیں جانب ٹھہریں تو انکی نماز درست نہیں ہو گی۔ اگر کوئی عورت عورتوں کی امامت کرے تو وہ انکے ساتھ صرف کے وسط میں ٹھہرے۔ اور اسی طرح عریاں مردوں کا امام انکے وسط میں ٹھہرے۔

اگر مرد بچے، خنثیٰ اشخاص، عورتیں جمع ہو جائیں تو مرد آگے رہیں پھر بچے پھر خنثیٰ اشخاص پھر عورتیں۔ جس نے امام کے سلام سے پہلے کرنے سے پہلے تکبیر کہی اس نے

جماعت پالی اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی اور اگر رکوع نہ پایا تو رکعت بھی نہیں پائی۔

مریض کی نماز کا باب

مریض جبکہ قیام اسکے مرض میں زیادتی کرتا ہو تو نماز بیٹھ کر ادا کرے تو اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے پہلو پر ادا کر کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ٹھہر کر نماز ادا کرو اگر استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کے ادا کرو اور اگر استطاعت نہ ہو تو تو پہلو پر ادا کرو پس اگر وہ بار گزرے تو اپنی پیٹھ کے بل (لیٹ کر) ادا کر لو۔ اگر رکوع اور سجود کرنے سے عاجز ہو تو ان کیلئے اشارہ کرے۔ حالت بے ہوشی میں اپنی جو نمازیں فوت ہو جائیں اسکی قضاء اس پر لازم ہے اور اگر اس پر (مریض پر) ہر نماز اسکے وقت میں ادا کرنا بار گزرے تو اس کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء دونوں میں سے کسی ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے۔ اگر پہلی نماز کے وقت میں جمع کرے گا تو اسکو ادا کرتے وقت نیت جمع کی کرنا اور عذر کا اندو میں سے دوسری نماز کے وقت شروع ہونے تک (اور اسکے وقت کے ختم ہوں تک) باقی رہنا اور ان دو نمازوں میں فاصلہ صرف وضوء کرنے کے وقت کے بقدر ہونا لازم ہیں (یعنی جمع تقدیم کے یہ تین شرائط ہیں) اور اگر تاخیر کی (یعنی جمع ان میں دوسری نماز کے وقت میں کیا) تو عذر کا (پہلی نماز سے) دوسری نماز کے وقت کے داخل ہونے تک باقی رہنا لازم ہے اور (یہ بھی لازم ہیکہ) جمع (تاخیر) کی نیت پہلی نمار کے وقت میں

اسکا وقت تنگ ہونے سے پہلے کی جائے۔ جمع ایسے مسافر کو جائز ہے جسکے لئے ہمار قصر کرنا جائز ہے۔ اور مغرب وعشاء جمع کرنا (بارش کے موسم) میں خاص طور پر جائز ہے۔

مسافر کی نماز کا باب

جب مسافر کے سفر کی مسافت 16 فرسخ ہوتی ہے (یعنی78 کلو میٹر یا 48 میل) اور یہ (سامان سے لدے ہوئے محمل والے اونٹوں کے سفر کے مطابق) دو مکمل ایام ہوتے ہیں اور (اس کا سفر) اس کیلئے مباح ہو تو اسکو چار رکعت والی نماز خاص طور پر قصر کرنا جائز ہے۔ سوائے یہ کہ وہ مقیم کے پیچھے نماز ادا کر تا ہو(تو وہ چار رکعت ہی ادا کرے) یا وہ(نماز کے شروع میں) قصر کی نیت نہ کرتا ہو یا وہ حضر کی نماز بھولا تھا تو پھر سفر میں یاد آتی ہو یا سفر کی نماز بھولا تھا ہو پھر حضر میں یاد آتی ہو تو اس پر اتمام (یعنی چار رکعت ادا کرنا) لازم ہے۔ اور مسافر کیلئے اتمام جائز ہے اور قصر کرتا افضل ہے۔ جو 21 نمازوں سے زیادہ کسی جگہ رکنے کی نیت کرتا ہو تو وہ اتمام کرے۔ اور اگر وہ 21 نمازوں سے زیادہ مدت اقامت کرنے پر جمع نہیں ہوتا ہے تو ہمیشہ قصر کرے۔ (یعنی ہمیشہ 4 دن سے کم کی نیت کرتا ہے تو ہر بار قصر ہی کرے اگر چہ مدت اقامت زیادہ ہوتی جائے)

باب صلاۃ الخوف

(جب مسلمانوں کو دشمن سے خطرہ ہو اور عام طریقے سے جماعت کیساتھ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو شریعت نے نماز خوف کی اجازت دی ہے تاکہ نماز بھی ادا ہو جائے اور حفاظت بھی قائم رہے) نماز خوف ہر اس طریقہ پر جائز ہے جس پر سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کیا۔ ان میں اختیار شدہ طریقہ یہ ہیکہ امام دو ایسے گروہ بنائے کہ ایک گروہ نگہبانی کرے اور دوسرا گروہ اس کے ساتھ ایک رکعت ادا کر کرادا کرے جب امام دوسری رکعت کیلئے اٹھتا ہو تو یہ گروہ امام سے الگ ہونے کی نیت کرے اور اپنی نماز پوری کرے اور نگہبانی کرنے لگے اور دوسرا گروہ آئے اور امام کیساتھ دوسری رکعت ادا کرے جب امام تشہد پڑھتا ہو تو یہ گروی دوسری رکعت ادا کرے اور امام انتظار کرے حتیٰ کہ یہ گروہ تشہد میں آئے اور امام ان کے ساتھ سلام کہے۔ اور اگر خوف شدید ہو پیدل یا سواری پر استقبال قبلہ یا بغیر استقبال کے رکوع و سجود کا اشارہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے۔ اسی طرح ہر وہ شخص جسکو اپنی جان کا خطرہ ہو اپنے حال کے مطابق نماز ادا کرے۔ (دوران نماز) جسکی ضرورت ہو وہ کام کرے مثلاً: بھاگنا وغیرہ

نمازِ جمعہ کا باب

جمعہ ہر اس شخص پر لازم ہے کہ جس پر فرض نماز لازم ہے جبکہ (شہر یا گاؤں میں) عمارت میں رہتا ہو (یعنی جو خیموں میں رہتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں ہے) اور اس کے اور جامع مسجد کے درمیان ایک فرسخ اور اس کے کم فاصلہ ہوا (ایک فرسخ تین میلوں کا ہوتا ہے) مگر عورت، غلام، مسافر اور بیماری یا بارش یا خوف سے معذور (پر جمعہ فرض نہیں ہے) اور اگر یہ اشخاص حصہ میں حاضر ہوں تو یہ انکی طرف سے ادائیگی کیلئے کافی ہے اور ان کے حاضر ہونے سے جمعہ منعقد نہیں ہوگا سوائے معذور کے کہ جب وہ حاضر جمعہ ہوتا ہے تو اس پر جمعہ واجب ہوتا ہے اور اس سے منعقد ہوتا ہے۔

جمعہ کے شروط صحت: گاؤں میں اسکے وقت میں اس کو ادا کرنا، (اس مقام میں عمارت میں) رہنے والوں میں سے چالیس اہل وجوب جمعہ کا جمعہ میں حاضر ہونا، نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے ہونا، ہر خطبہ میں اللہ تعالٰی کی حمد، رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود اور کوئی ایک آیت کی قرأت اور نصیحت کی بات کا ہونا۔

مستحب یہ ہیکہ خطاب منبر پر ہو، جب امام منبر پر چڑھے تو لوگوں کی طرف چہرہ کرے اور ان پر سلام کہے پھر اذان ختم ہونے تک بیٹھ جائے اور پھر امام ٹھہرے اور لوگوں سے خطاب کرے پھر بیٹھ جائے پھر دوسرا خطبہ پڑھے پھر نماز قائم ہو تو امام اترے اور

لوگوں کیساتھ دو رکعت نماز ادا کرے جسمیں بالجہر قرأت کرے۔ جو اس کے ساتھ اسمیں سے ایک بھی رکعت پاتا ہو تو وہ جمعہ پورا کرتا ہے ورنہ وہ ظہر ادا کرتا ہے۔ (یعنی جسکو نماز جمعہ میں ایک رکعت سے کم ملیں وہ ظہر ادا کرے گا اگر ظہر کا وقت ہو)۔

یہ جائز نہیں ہیکہ شہر میں ایک سے زیادہ جمعہ ہوں سوائے یہ کہ ایک سے زیادہ کی حاجت ہو۔

جمعہ کو آنے والے کو غسل کرنا، دو صاف کپڑے پہنا، خوشبو لگانا اور جلد نکلنا مستحب ہے

اگر وہ اس حال میں آتا ہے کہ اسوقت امام خطاب کر رہا ہو تو اسوقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ وہ دو رکعتیں مختصراً ادا کرے۔ اسوقت بات کرنا جائز نہیں ہے جبکہ امام مخاطب ہو سوائے امام کو یا اسکو جس سے امام مخاطب ہو۔

عیدین کی نماز کا باب

یہ فرض کفایہ ہے۔ جب شہر والوں میں سے 40 افراد اسکی اقامت کر دیں تو بقیہ لوگوں پر سے یہ ساقط ہو جائے گی۔

اس کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اسکو جنگل میں ادا کرنا اور نماز عید اضحیٰ جلدی ادا کرنا اور نماز عید الفطر دیر سے ادا کرنا، نمار عید الفطر سے پہلے خاص طور پر کچھ کھانا سنت ہے اور غسل کرنا، صفائی کرنا، خوشبوں لگانا مسنون ہے۔

تو جب نماز کا وقت آئے امام لوگوں کیساتھ بغیر اذان و اقامت کے دو رکعتیں ادا کرے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چھ بار تکبیر کہے اور دوسری رکعت میں تکبیر انتقال کے علاوہ پانچ بار تکبیر کہے اور ہر تکبیر کیساتھ ہاتھ اٹھائے ہر دو تکبیر کے درمیان الحمدللہ کہے اور درود پڑھے۔ پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورہ اسطرح پڑھے کہ اسمیں بلند آواز سے قرأت ہو۔ پھر جب سلام کہہ دے تو خطبے ادا کرے۔ اگر وہ عید الفطر ہو تو لوگوں کو صدقۂ فطر پر ابھارے اور اس کا حکم بیان کرے اور اگر عید الاضحیٰ تو اضحیہ کا حکم واضح کرے۔ زائد تکبیرات اور دو خطبے سنت ہیں۔ نماز عید سے پہلے اور بعد اسی جگہ نفل ادا نہ کرے۔ جو امام کو اسکے سلام سے پہلے پاتا ہے تو وہ اس کے طریقہ پر نماز کی تکمیل کرے اور جسکی نماز فوت ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی قضاء

نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو نفل ادا کرے چاہے تو دو رکعت یا چاہے تو چار رکعت اور اگر چاہے تو اسی طریقہ پر ادا کرے۔

دونوں عیدوں کی راتوں میں تکبیر کہنا مستحب ہے اور عید الاضحیٰ میں یوم عرفہ کی فجر سے 13 ذی الحجہ کی عصر تک تکبیر کہے سوائے محرم کیونکہ وہ یوم نحر (10 ذی الحجہ) کی نماز ظہر سے 13 ذی الحجہ کی عصر تک تکبیر کہے۔ تکبیر یہ ہے: **الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد۔**

کتاب الجنائز

جب اسکی موت کا یقین ہو جاتا ہے (یعنی وہ جو حالتِ نزع میں تھا اسکی موت کا حاضرین کو یقین ہو جاتا ہے) تو اسکی دونوں آنکھیں بند کی جائیں اور اسکے داڑھ پر ڈھانٹا باندھا جائے اور اسکے پیٹ پر آئینہ یا اور کوئی آہنی شئے رکھی جائے۔ جب غسل شروع کرنے لگے تو اسکی عورت (عورت جسم کا وہ حصہ ہے جس کو ڈھانکنا فرض ہوتا ہے) ڈھانکی جائے پھر اسکا پیٹ آہستہ سے دبایا جائے پھر اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کی شرمگاہ دھوئے پھر اسکو وضوء کرائے پھر اسکا سر اور داڑھی بیر کے پانی سے دھوئے پھر اسکے جسم کی دائیں جانب پھر بائیں جانب دھوئے۔ پھر اسی طرح دوسری اور تیسری بار دھوئے اس طرح کہ ہر بار اپنا ہاتھ اسکے پیٹ پر پھیرے اگر اسمیں سے کوئی چیز نکلتی ہو تو اس کو دھوئے اور روئیں بھر دے اگر وہ نہ رکے تو خالص مٹی جسمیں ریت نہ ملی ہو بھر دے اور دوبارہ وضوء کرائے۔ اگر تین بار میں صفائی نہ ہو تو پانچ یا سات بار کرے پھر اس کے جسم کو کسی کپڑے سے پونچے اور جسم میں میل جمع ہونے کی جگہوں پر، اعضاء سجدہ پر خوشبو لگائے اور اگر سارے جسم پر خوشبو لگائے تو یہ بہتر ہے۔ اور اسکے کفن میں بخور دے۔ اگر اسکی مونچھیں اور ناخن لمبے ہوں تو انہیں کترے مگر بالوں وہ کو نہ سلجھائے (کہ کہیں بال ٹوٹ نہ جائیں)۔ اگر میت عورت ہو تو اسکے بالوں کو تین بار گوندھ کر چوٹی ڈالی جائے اور اسے پیچھے لٹکا دیا جائے۔ پھر ایسے تین سفید

کپڑوں میں کفن دیا جائے جن میں نہ قمیص ہو اور نہ عمامہ (یعنی مرد کو تین چادروں میں کفن دیا جائے) ان کو ایک پر ایک رکھ کر پہنایا جائے اور اگر کرتہ، تہبند اور چادر میں کفن دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے کرتہ، اوڑھنی، تہبند اور دو چادریں۔

میت کو غسل دینے، اسکی نماز جنازہ پڑھانے اور اسکو دفن کرنے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اس میں اسکا وصی ہو پھر حقدار اسکا باپ ہے بھر دادا پھر عصبات میں جو زیادہ قریب ہو۔ مگر باپ اور دیگر عصبات پر نماز جنازہ پڑھانے میں بادشاہ مقدم ہے۔

نماز جنازہ: تکبیر کہے اور سورۂ فاتحہ کی قرات کرے پھر دوسری بار تکبیر کہے اور نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اور یہ پڑھے: اللهم أغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا صغيرنا وكبيرنا وذكرنا وأنثانا إنك تعلم منقلبنا ومثوانا وأنت على كل شيء قدير اللهم من أحييته منا فأحيه على الإسلام والسنة ومن توفيته فتوفه عليهما اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقي الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وجوارا خيرا من جواره وزوجا خيرا من زوجه وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار وافسح له في قبره ونور له فيه پھر تکبیر کہے اوراپنی

سیدھی جانب ایک سلام کرے۔ اور ہر تکبیر کیساتھ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اسمیں فرض یہ ہیں: تکبیرات کہنا، قرات کرنا، درود پڑھنا، زندہ کا میت کے لئے چھوٹی دعا کرنا اور سلام کرنا۔

جسکی نماز جناز فوت ہو وہ ایک مہینہ تک قبر پر نماز جنازہ ادا کر سکتا ہے اور اگر میت اس شہر میں نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ غیاب کی نیت کی ساتھ ادا کی جائے۔

پانی موجود نہ ہو یا جسم کے ٹکڑے ہونے کا خوف ہو مثلاً چیچک سے متاثرہ میت یا جل کر مرنے والا ہو یا مردوں کے درمیان میت عورت ہو یا عورتوں کے درمیان مرد میت ہونے کیوجہ اسکے غسل سے معذوری ہو تو تیمم کرائے مگر زوجین سے ہر ایک شخص دوسرے کو غسل دے سکتا ہے اور اسی طرح ام ولد اور اسکا آقا ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

شہید جب معرکہ میں وفات پاتا ہے اور اس کو غسل نہ دیا جائے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس سے آہنی اشیاء اور جلودی اتاری جائیں پھر اسکو اسی کے کپڑوں میں لپیٹا جائے اگر اسکے کپڑوں کے سوا میں کفن دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

محرم (حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھنے والا) کو بیری کے پانی میں سے غسل دیا جائے اور اس کو سلے ہوئے کپڑے نہ پہنائے جائیں اور نہ اس کے قریب خوشبو کی جائے اور نہ اسکا سر ڈھانپا جائے اور نہ اس کے بال و ناخن کاٹے جائیں۔

مستحب یہ ہیکہ میت کو لحد میں دفن کیا جائے (لحد قبر کی ایک جانب شق کی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں) اور اس پر کچی اینٹ نصب جائے جیسا کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر مبارک پر کی گئی۔ قبر میں اینٹ ، لکڑی اور کوئی ایسی چیز نہ داخل کی جائے جسکو آگ لگی ہو۔

میت کے خاندان والوں کو تعزیت کرنا مستحب ہے۔ میت پر رونا غیر مکروہ ہے جبکہ اس کے ساتھ میت کے صفات بیان کرنا اور نوحہ کرنا نہ ہو۔ قبور کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ جب قبور کی زیارت کرتا ہو تو یہ پڑھے: **سلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم نسأل الله لنا ولكم العافية** اور جو کوئی نیک کام کیا جائے اور اسکو مسلمان میت کے ثواب کیلیئے خاص بنایا جائے تو وہ میت کو فائدہ دیتا ہے۔

کتاب الزکات

(زکوٰۃ ایک حق ہے، جو مخصوص مال میں، مخصوص لوگوں کے لیے، مخصوص وقت پر ادا کیا جاتا ہے) یہ ہر آزاد مسلمان پر فرض ہے جو ملک تام کیساتھ مالک نصاب ہو۔ مال میں کوئی زکات واجب نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس پر ایک سال گزر جائے سوائے زمین کی پیداوار میں (اسمیں وجوب کا وقت فصل کاٹنے کے بعد دانوں میں سختی اور پھلوں میں درستگی کا نمودار ہونا ہے)۔ اور (سال گزرنا شرط نہیں ہے) نصاب کی بڑھوتری میں جو جانوروں کی اولاد کے ذریعے ہو (یعنی اگر کسی کے پاس زکوٰۃ کے نصاب کے برابر جانور ہوں، اور سال کے دوران اُن سے بچے پیدا ہوں، تو وہ بچے بھی اصل مال کے تابع ہو کر اسی نصاب میں شامل سمجھے جائیں گے، ان پر نیا سال الگ سے شروع نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً: اگر کسی کے پاس 40 بکریاں ہیں اور یہ نصاب ہے اور سال کے دوران ان سے 10 بچے پیدا ہوئے، تو زکوٰۃ 50 پر دی جائے گی، حالانکہ اُن 10 پر پورا سال نہیں گزرا) اور (سال گزرنا شرط نہیں ہے) کاروبار کے نفع میں (جبکہ اصل نصاب کے برابر ہو) کیونکہ ان دونوں (یعنی نئے جانور اور نفع میں) کا سال ان کی اصل کا سال ہوتا ہے۔

زکات چار انواع کے مال میں ہی واجب ہوتی ہے۔

چرنے والے انعام، زمین کی پیداوار، سونا چاندی اور سامان تجارت -ان میں کسی چیز میں زکات نہیں ہے حتیٰ کہ وہ نصاب کے برابر ہو جائیں اور جتنا نصاب سے زیادہ ہو اسمیں زکات اسی کے حساب سے واجب ہو گی سوائے چرنے والے انعام میں کہ ان کے نصاب کے دو مقررہ حدود کے درمیان میں کوئی اضافی زکات نہیں ہے۔

سائمہ کی زکات کا باب

سائمہ (سال کے اکثر حصے میں)از خود چرے والے انعام ہیں۔ یہ تین اقسام کے ہوتے ہیں

پہلی: اونٹ: ان میں کوئی زکات نہیں جب تک کہ پانچ اونٹ ہو جائیں (یعنی پانچ سے کم میں زکات نہیں ہے ، جب یہ پانچ ہو جائیں)تو ان میں ایک بکری واجب ہو گی اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور 20 میں 4 بکریاں ہو نگی۔ جب 25 اونٹ ہوں تو ان میں ایک بنت مخاض ہے اور یہ (یعنی بنت مخاض) ایک سال کی انٹنی ہے۔اگر اس کے پاس بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون دے اور وہ (یعنی ابن لبون)دو سالہ اونٹ اور جب 36 اونٹ ہوں تو ان میں بنت لبون واجب ہو گی۔ اور جب 46 اونٹ ہوں تو ان میں حقہ واجب ہو گی جسکی عمر 3 سال ہے اور جب 61 اونٹ ہوں تو ان میں جذعہ واجب ہو گی جو چار سالہ انٹنی ہے- حب 76 اونٹ ہوں تو ان میں دو بنت لبون ہوں گے جب 91 اونٹ ہوں تو 120 ہونے تک ان میں دو حقے ہوں گے ۔ اور اگر ایک زیادہ ہو (یعنی 121 اونٹ ہوں) تو ان میں 3 بنت لبون ہونگے۔ پھر ہر پچاس میں ایک حقہ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون ہو گی۔جب 200 اونٹ ہوں تو ان میں دو مقررہ حصے جمع ہو جائیں گے اگر چاہے تو چار حقے اور اگر چاہے تو پانچ بنت لبون دے۔ جس پر ایک مخصوص عمر کی اونٹنی واجب ہو پھر وہ اس کو نہ پائے تو اس سے کم

عمر کی اونٹنی اور اسکے ساتھ دو بکریاں اور 20 دراہم نکالے اور اگر چاہے تو (یعنی مخصوص عمر کی انٹنی نہ پانے کی صورت میں)اس سے اعلیٰ عمر کی اونٹنی نکالے اور 20 درہم لے۔

دوسری قسم: گائے۔ اسمیں کوئی زکات نہیں جب تک کہ یہ 30 تک پہنچ جائیں تو پھر ان میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ (یعنی وہ بچھڑا یا بچھڑی) جسکی عمر ایک سال ہو واجب ہو گا۔ جب 40 گائے ہوں تو ان میں مسنہ جسکی عمر دو سال ہو واجب ہو گی۔ جب 60 گائے ہوں تو ان میں دو تبیعے ہونگے جب70 ہوں تو ان میں ایک تبیعہ اور ایک حقہ ہو گا پھر ہر 30 میں ایک تبیع اور ہر چالیس میں ایک مسنہ ہونگے۔

تیسری قسم: بکری۔ اسمیں کوئی زکات نہیں ہے جب تک کے یہ 40 تک پہنچ جائیں پھر اسمیں 120 تک ایک بکری پھر (120 سے)جب ایک زیادہ ہوں تو اسمیں دو بکریاں (اور یہی دو بکریاں) 200 تک ہیں۔ جب (200 پر) ایک زیادہ ہوں تو اسمیں تین بکریاں ہیں پھر ہر سو میں ایک بکری ہے۔ زکات میں تیس (یعنی بکرا، بھیڑ) نہ لے اور نہ عیب دار اور نہ بوڑھی اور ایسی جسکے تھنوں میں دودھ ہو اور نہ وہ جس کا وضع حمل قریب ہو اور نہ وہ ہو جو زیادہ کھانے والی ہو۔ انعام میں سے خراب جانور نہ لے اور نہ اعلیٰ جانور سوائے یہ کہ اسکے مالک (بطور احسان) از خود وہ دیں۔ صرف بے عیب مؤنث جانور نکالے سوائے 30 گائے اور وہ ابن لبون جو بنت مخاض کی عدم موجودگی پر

اسکی جگہ ہو مگر جب اسکے سارے مویشی مذکر ہوں (تو مذکر نکالنا جائز ہو گا اور جب سارے مویشی) مریض ہوں تو ان میں سے ایک کافی ہے بھیڑ صرف چھ ماہ والی اور بکری ایک سالہ ہی نکالے (یعنی اس سے کم عمر والے جائز نہیں ہے) اور وہی عمر والا جانور نکالے جس پر نص وارد ہوئی سوائے اس کے کہ مالک از خود واجب سن سے اعلیٰ سن نکالنا اختیار کرے یا تمام جانور چھوٹے ہوں تو ان میں سے ایک چھوٹا جانور نکالے۔ اگر ان میں صحت مند اور بیمار، مذکر اور مونث، چھوٹے اور بڑے ہوں تو اسمیں صحت مند بڑا جانور دونوں مالوں کی قیمت کے بقدر نکالے۔ اگر بخاتی اور عرابی، گائے اور بھینس، بکری اور بھیڑ، عمدہ اور ردی فربہ اور دبلا ہوں تو ان میں دونوں مالوں کی قیمت کے بقدر لے۔

اگر (چند افراد کی) ایک جماعت سائمہ کے نصاب میں ایک مکمل سال مشترک ہوں اور اور ان جانوروں کی چرنے کی جگہ، نر جانور، رات کو رہنے کی جگہ، دودھ نچوڑنے کی جگہ، پانی پینے کی جگہ ایک ہو تو ان کی (یعنی اس جماعت کے جانور کی) زکات کا حکم ایک ہے۔ جب مقررہ حصہ ان میں سے کسی ایک کے مال سے نکالا جائے گا تو اسمیں سے ان کے حصوں کے بقدر شرکاء پر لوٹے گا۔ شراکت صرف سائمہ میں اثر انداز ہوتی ہے (یعنی دیگر اموال میں شراکت داری ہونے کے باوجود ہر فرد اپنے نصاب کا الگ حساب کرے گا)۔

باب زمین کی پیداوار کی زکات کی بارے میں

یہ دو انواع ہیں پہلی نوع: نبات (زمین کی اگائی جانے والی چیز) اسمیں زکات ہر اس دانہ اور پھل میں واجب ہوتی جسے ماپتے ہیں اور ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں جبکہ وہ اسکی زمین سے نکلے (یعنی جو اس زمین کا مالک ہو یا وہ جس نے کرایہ پر زمین لے کر زراعت کی) اور پانچ وسق تک پہنچتے ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کسی دانے یا کھجور میں زکات نہیں ہے جب تک کہ وہ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

اور صاع ایک رطل دمشقی اور $1\frac{5}{7}$ اوقیہ ہے تو اسطرح پورا نصاب $320\frac{6}{7}$ یا $340\frac{6}{7}$ رطل ہوتا ہے (612 کلوگرام)۔

جسکو (یعنی جس کھیتی کو) بارش یا زمین پر بہنے والے پانی سے پانی دیا گیا (بغیر مشقت پانی دیا گیا) اسمیں دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور بیسواں حصہ اسمیں جسکو مشقت کیساتھ پانی دیا گیا مثلاً گائے کے ذریعہ چلائے جانے والے چرخے سے پانی دینا یا کنوئیں، نہر سے حیوانات پر پانی لانا۔ جب پھلوں میں درستگی اور دانوں میں سختی نمودار ہو جاتی ہے تو زکات واجب ہوتی ہے۔ (بھوسے اور چھلکے) صاف کئے ہوئے دانے اور سکھائے ہوئے پھل ہی زکات میں نکالے جائیں۔ وہ مباح دانے اور پھل جسے وہ (کوئی شخص) حاصل کرتا ہو اور زمین سے خوشے اٹھانے میں اور وہ جو فصل کاٹنے کی اجرت

کے طور پر لیا جائے ان میں زکات نہیں ہے اور نصاب کی تکمیل کرنے کیلئے دانے اور پھل کی ایک صنف کو دوسری سے نہیں ملایا جائے گا سوائے اسکے کہ وہ ایک ہی صنف کی مختلف انواع ہوں جیسے کھجوروں کی مختلف انواع تو ان میں زکات ہو گی۔ اور ہر نوع میں سے اسکی زکات نکالی جائے گی اور اگر خراب نوع کے بدلے اچھی نوع نکالی جاتی ہو تو یہ جائز ہے اور اسکے (ایسا نکالنے والے) کیلئے اجر ہے۔

دوسری نوع، معدنیات جو کوئی کان سے سونے یا چاندی کے نصاب کے بقدر یا اسکی قیمت کے بقدر جواہر یا سرمہ یا پیتل یا لوہا وغیرہ نکالتا ہو تو اس پر زکات واجب ہوتی ہے۔ گلانے اور صاف کرنے کے بعد زکات نکالی جائے۔

موتی مرجان، عنبر، مشک میں کوئی زکات نہیں ہے۔ زمین اور پانی کے شکار میں کوئی زکات نہیں ہے۔

دفینے میں پانچواں حصہ ہے چاہے وہ کسی بھی نوع کا ہو، تھوڑا ہو یا بہت ہو اور اسکا مصرف فئے کا مصرف ہے اور اس کا باقی حصہ اسکو پانے والے کا ہے۔

باب زکات الاثمان

یہ دو انواع ہیں: سونا اور چاندی۔ چاندی میں کوئی زکات نہیں ہے جب تک کہ وہ 200 دراہم کو پہونچ جائے (یعنی 595 گرام) تو اسمیں پانچ دراہم زکات واجب ہو گی۔ (یعنی ڈھائی فیصد زکات واجب ہو گی)سونے میں کوئی زکات نہیں ہے جب تک کہ وہ 20 مثقال کو پہنچ جائے پھر اسمیں آدھا مثقال زکات واجب ہو گی (یعنی ڈھائی فیصد)۔ اگر ان دونوں میں ملاوٹ ہو تو ان میں اسوقت تک کوئی زکات نہ ہو گی جب تک سونا اور چاندی قدر نصاب کو نہ پہنچ جائیں، اگر اسمیں شک ہو تو اسکو نکالنے اور پگھلانے میں اختیار ہو گا تاکہ صحیح مقدار معلوم ہو۔ استعمال اور عاریۃً دینے کے مباح زیور میں کوئی زکات نہیں ہے۔ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی میں سے ہر وہ جائز ہے جو عادۃً پہنے جائیں۔ مردوں کیلیئے چاندی کی انگوٹھی، تلوار کا قبضہ، میان اور کمر بند وغیرہ جائز ہے۔ رہے وہ جو کرایہ پر دینے کیلیئے تیار کئے جائیں یا ذخیرہ اندوزی کیلیئے ہوں یا وہ سونا چاندی جنکا استعمال حرام ہے تو ان میں زکات ہے۔

قرض کے حکم کا باب

جس کا قرض کسی امیر آدمی پر ہو یا ایسے مال کا قرض ہو جسکا وصول کرنا ممکن ہو مثلاً : ایسا انکار کرنے والا کے جس پر قرض کا ثبوت ہو اور وہ غصب کی ہوئی چیز جس کا غاصب کے پاس سے لینا ممکن ہو تو اس پر زکات (اسوقت) ہو گی جبکہ وہ اس پر قبضہ حاصل کرے اسوجہ سے جسکا بیان گزر گیا۔ اگر قرض کی وصولی سے معذور ہو مثلاً مفلس کو دیا ہوا قرض یا قرض کا انکار کرنے والا ہو اور کوئی ثبوت نہ ہو اور غصب کی ہوئی چیز یا گمشدہ چیز جس کے موجود ہونے کی امید نہ ہو تو اس پر کوئی زکات نہیں ہے۔ صداق کا حکم قرض کی طرح ہے۔ جس پر ایسا قرض ہو جو اسکے اس نصاب کو مستغرق ہو جو اسکے پاس ہو یا اس نصاب کو کم کر دے تو اس پر زکات نہیں ہو گی۔

سامان کی زکات کا باب

سامان میں اس وقت تک زکات نہیں ہے جب تک کہ اس سے تجارت نہ کی جائے اور وہ نصاب اسکے پاس ایک سال رہے پھر اسکی قیمت ٹھہرائی جائے اگر وہ سونا اور چاندی کے اقل نصاب کے بقدر ہو تو اس کی قیمت کی زکات نکالی جائے۔ اگر اسکے پاس سونا یا چاندی ہو تو سامان کے نصاب کو پورا کرنے اسکو ملا دے۔ اگر سامان تجارت کو ذخیرہ کرکے وقت حاجت استعمال کرنے یا بیچنے یا اسکی قیمت سے فائدہ اٹھانے کی نیت ہو اسمیں زکات نہیں ہوگی پھر اگر اس سے تجارت کی نیت کرے اور ایک سال گزرے تو اسمیں زکات ہو گی۔

باب زکات الفطر

یہ ہر مسلمان پر فرض ہے جبکہ عید کی رات اور دن اسکے اور اسکی عیال کے کھانے پینے سے (ایک صاع) بچ جائے۔ صدقہ فطر کی مقدار گندم یا جو یا ان دونوں کے آٹے یا ستو یا کھجور کا کشمش سے ایک صاع ہے۔ اگر یہ نہ پاتا ہو تو اپنی خوراک میں ہے جو چیز ہو ایک صاع نکالے۔ جس پر اپنا فطرہ لازم ہو اس پر اس کا فطرہ لازم ہو گا جس کا نفقہ عید کی رات اس پر لازم ہو جبکہ اسکے پاس اتنی خوراک موجود ہو کہ اس کی طرف سے فطرہ ادا کرے۔ اگر اسکا نفقہ کسی جماعت پر لازم ہو جیسا کہ مشترک غلام یا کسی جماعت کا تنگدست رشتہ دار تو اس کا فطرہ بھی ان پر اس نفقہ کے بقدر لازم ہو گا۔ اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو تو اس کا فطرہ اس پر اور اسکے آقا پر ہو گا۔

عید کے دن نماز سے پہلے فطرہ نکالنا مستحب ہے۔ عید کے دن کے بعد تک اس کی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور عید سے ایک یا دو دن پہلے اسکو ادا کرنا جائز ہے۔

یہ جائز ہیکہ ایک جماعت کا فطرہ ایک شخص کو دیا جائے۔ اور ایک شخص کا فطرہ ایک جماعت کو دیا جائے۔

باب زکات نکالنے کے بارے میں

وقت وجوب کے بعد اسکی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے جبکہ اسکو نکالنا ممکن ہو اور اگر تاخیر کرتا ہے پھر مال تلف ہو جاتا ہے تو اس پر سے زکات ساقط نہیں ہو گی۔ اور اگر وقت وجوب سے پہلے تلف ہو تا ہے تو زکات ساقط ہو گی۔ اسکو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے جب کہ نصاب پورا ہو اور نصاب پورا ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اگر وقت سے پہلے غیر مستحق کو ادا کرتا ہے تو یہ ادائیگی کیلیئے کافی نہ ہو گا اگرچہ وجوب کے وقت تک وہ مستحق بن جائے۔ اگر زکات وقت سے پہلے مستحق کو دیتا ہے پھر وہ مر جاتا ہے یا غنی ہو جاتا ہے یا مرتد ہو جاتا ہے تو یہ اس پر سے ادائیگی کیلیئے کافی ہو گا۔ اگر (وہ مال جسکی وقت وجوب سے پہلے زکات ادا کی ہو) تلف ہو جاتا ہو تو زکات لینے والے سے زکات واپس نہیں لی جائے گی۔ زکات اس شہر میں نہ بھیجی جائے کہ جو اتنے فاصلہ پر ہو کہ وہاں سفر کرنے پر نماز قصر کی جاتی ہو سوائے اسکے کہ اس کے شہر میں کوئی نہ ملتا ہو جو زکات لے سکے۔

ان لوگوں کا باب جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے

یہ آٹھ قسم کے افراد ہیں: پہلی قسم فقراء: یہ وہ لوگ ہیں جو کسب وغیرہ کے ذریعہ اپنی کفایت کے بقدر کمانے کا موقع نہ پاتے ہوں۔

دوسری قسم مساکین: یہ وہ لوگ ہیں جو کسب کا موقع تو پاتے ہیں مگر اپنی پوری کفایت کے بقدر نہیں پاتے ہیں۔

تیسری قسم عاملین زکات: یہ زکات جمع کرنے والے ہیں اور وہ ہیں جو ان میں سے محتاج ہیں۔

چوتھی قسم مؤلفۃ القلوب: یہ اپنی قوم میں اطاعت کئے جانے والے سردار ہیں جن کو عطیہ دینے سے اسکی قوم کے مسلمان ہونے کی امید ہوتی ہے یا ان کے شر دفع ہونے کی یا ان کے ایمان قوی ہونے کی یا مسلمانوں سے ان کو دفع کرنے کی یا جو زکات دینے سے منع کرتے ہوں ان سے زکات لینے میں اعانت کی امید ہوتی ہے۔

پانچویں قسم غلام: یہ مکاتب ہیں، اور غلام آزاد کرنے میں

چھٹویں قسم قرضدار: یہ وہ ہیں جو مباح کام میں اپنی درستگی کیلئے یا مسلمانوں کے دو گروہ میں اصلاح کی خاطر قرضدار ہوئے

ساتویں قسم غازی: وہ غازی جن کیلئے حکومت کی طرف سے کوئی دیوان مقرر نہ ہو۔

آٹھویں قسم مسافر: راستہ کاٹنے والا مسافر ہو (جس کا مال اور سامان مفقود ہو جائے) اگرچہ وہ اپنی ملک میں چھوٹا سفر کرنے والا ہو

پس یہی اہل زکات ہیں ان کے سوا کسی کو زکات دینا جائز نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کو زکات دینا جائز ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو زریق کو سلمہ بن صخر کو زکات دینے کا حکم دیا تھا اور قبیصہ سے فرمایا تھا ٹہر واے قبیصہ حتی کہ ہمارے پاس صدقہ آئے اور ہم اسے تمہیں دیں۔

فقیر اور مسکین کو اتنا دیا جائے جو انکی ضروریات کی مکمل کفایت کرے۔ عامل کو اسکی محنت کے بقدر دیا جائے۔ مؤلف کو اتنا دیا جائے جس سے اسکی تالیف قلبی حاصل ہو۔ مکاتب اور قرضدار کو اتنا دیا جائے جس سے ان کا قرض ادا ہو جائے۔ غازی کو اتنا دیا جائے جتنی کہ اسکے غزوہ میں ضرورت ہو۔ مسافر کو اتنا دیا جائے جو اس کو اپنے شہر پہنچانے کیلئے کافی ہو ۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی (زکات دینے میں) اس (مذکورہ) مقدار پر زیادہ نہ کیا جائے۔ ان میں سے پانچ افراد صرف حاجت ہونے کی صورت میں لیں وہ پانچ فقیر، مسکین مکاتب اپنے لئے قرضدار ہونے والا، مسافر اور چار ایسے ہیں جن کو غنی کیساتھ دینا جائز ہے۔ اور وہ (چار) عامل، مؤلف، غازی، آپسی اصلاح کیلئے قرضدار ہونے والا۔

ان لوگوں کا باب جنہیں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے

زکات غنی اور طاقتور کسب کرنے والے کیلئے حلال نہیں ہے اور نہ آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیلئے حلال ہے اور وہ بنو ہاشم اور انکے آزاد کردہ غلام ہیں اور اپنے (یعنی زکات دینے والے کے) والدین اور اوپر تک نسلیں مثلاً دادا، پر دادا وغیرہ کو دینا جائز نہیں ہے اور نہ اپنی اولاد اور نیچے تک نسلیں مثلاً پوتا، پوتی نواسہ، نواسی وغیرہ کو دینا جائز ہے اور نہ زوجین کا ایک دوسرے کو اور نہ اسکو جسکا نفقہ اس پر (زکات دینے والے پر) لازم ہے اور نہ غلام کو اور نہ کافر کو۔ نفلی صدقہ ان (مذکورہ) تمام کو اور انکے علاوہ دیگر افراد کو دینا جائز ہے۔

زکات صرف نیت کیساتھ دینا جائز ہے سوائے اسکے کہ امام قہراً اس کو لے لے۔ زکات غیر مستحق کو دی جائے تو یہ اسکی ادائیگی کیلئے ناکافی ہو گا سوائے غنی کو جبکہ یہ سمجھ کر دیا جائے کہ وہ فقیر ہے۔

کتاب الصیام

(اللہ کی عبادت کی خاطر طلوع فجر سے غروب آفتاب تک مفطرات سے بچنا روزہ کہلاتا ہے)ماہِ رمضان کا روزہ ہر مسلمان، بالغ، عاقل، روزہ کی قدرت رکھنے والے پر فرض ہے۔(تمیز والے) بچے کو روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے جبکہ وہ اسکی طاقت رکھتا ہو ا(تا کہ روزہ رکھنے کی اسکو عادت ہو جائے)۔

(رمضان کے روزے) تین چیزوں سے فرض ہوتے ہیں: شعبان کا مہینہ مکمل ہونا، رؤیت ہلال رمضان، تیسویں شب مطلع پر بادل اور غبار حائل ہونا۔(کوئی شخص)اکیلا ہلال رمضان دیکھتا ہو تو(اپنے چاند دیکھنے پر)روزہ رکھے۔ اگر وہ عادل ہو تو سب لوگ اسکے کہنے پر روزہ رکھیں اور دو عادل افراد کی گواہی پر افطار کرے (یعنی عید الفطر منائے)اور جب اکیلا شوال کا چاند دیکھتا ہو تو افطار نہ کرے۔ اگر دو افراد کی شہادت پر تیس دن روزے رکھتا ہو تو افطار کرے اور اگر بادل یا ایک شخص کی کہنے پر روزہ رکھتا ہو تو افطار اسی وقت کرے کہ جب ہلال دیکھے یا تیس دن مکمل کرے۔

جب قیدی کو مہینوں کا علم نہ ہو تو دل ٹھہرائے اور روزہ رکھے۔ اگر (قیدی دل ٹھہرا کر روزہ رکھتا ہو اور اسطرح اسکے روزے) رمضان یا اسکے بعد کے موافق ہوں تو یہ اسکی ادائیگی کیلئے کافی ہے اور اگر اس سے ایک مہینہ پہلے ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔

باب رمضان میں افطار کرنے والوں (روزہ نہ رکھنے والوں) کے احکام

رمضان میں افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) چار قسم کے افراد کیلئے جائز ہے۔

پہلی قسم: وہ مریض جسکو روزے سے ضرر ہو اور وہ مسافر جس کو نماز قصر کرنا جائز ہو تو ان دونوں کو افطار کرنا افضل ہے اور ان دونوں پر روزوں کی قضاء کرنا فرض ہے اور اگر یہ دونوں روزہ رکھیں تو یہ ادائیگی کیلئے کافی ہو گا۔

دوسری قسم: حیض والی اور نفاس والی عورتیں افطار کریں (اور بعد میں ان روزوں کی قضاء کریں) اور اگر وہ روزہ رکھتی ہیں تو یہ ادائیگی کیلئے کافی نہیں ہو گا۔

تیسری قسم: حاملہ عورت اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) جبکہ ان دونوں کو (روزہ رکھنے سے) اپنی جانوں پر خوف ہو تو یہ دونوں افطار کریں اور قضاء کریں اور اگر ان دونوں کو اپنے بچے کا خوف ہو تو افطار کریں اور قضاء کریں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

چوتھی قسم: کبر سنی یا اس مرض کہ جس سے بری ہونے کی امید نہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز شخص۔ تو یہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

ہر وہ شخص جو رمضان میں افطار کرتا ہو اس پر قضاء ہی فرض ہے (اور کفارہ نہیں ہے یعنی جو شخص سفر، مرض، مفسدات صوم میں سے کوئی کام سوائے جماع کے ارتکاب کیوجہ سے افطار کرتا ہے تو اس پر صرف اس روزہ کی قضاء کرنا فرض ہو گا) سوائے

اسکے کہ جو فرج میں جماع کرنے کیوجہ سے افطار کرتا ہو تو وہ قضاء کرے اور ایک غلام آزاد کرے ۔ پس اگر وہ غلام نہ پائے تو دو مسلسل مہینے روزہ رکھے اور اگر اسکی استطاعت رکھتا نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور اگر یہ بھی نہ پائے تو اس پر سے کفارہ ساقط ہو گا۔ اگر وہ جماع کرتا ہے اور کفارہ نہ دیتا ہو حتیٰ کہ دوسری بار جماع کرتا ہو ایک کفارہ دے۔ ہر وہ شخص جس پر رمضان میں امساک لازم ہو تا ہے (رمضان میں روزے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے بعد اگر نصف دن گزرنے پر استطاعت روزہ لوٹ آتی ہے تو مفطرات روزہ سے بچنا امساک کہلاتا ہے) پھر وہ جماع کرتا ہوں تو اس پر کفارہ ہے۔ جو کسی عذر کیوجہ سے قضاء مؤخر کرتا ہو حتیٰ کہ دوسرا رمضان پاتا ہو تو اس پر صرف قضاء لازم ہو گی اور اگر وہ تفریط کرتا ہو (یعنی بغیر کسی عذر کے اگلے رمضان تک رمضان کے روزوں کی قضاء مؤخر کرتا ہو) تو ہر دن قضاء کیساتھ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ اگر عذر کی وجہ سے قضاء ترک کرتا ہو حتیٰ کہ مر جاتا ہو تو اس پر کوئی (گناہ یا کفارہ) نہیں ہو گا اور اگر وہ بغیر عذر ہو تو ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو اسکی طرف سے کھانا کھلایا جائے سوائے یہ کہ وہ وہ نذر کا روزہ ہو تو اس کی طرف سے روزہ رکھنے کہا جائے گا اور اسی طرح ہر نذر والی طاعت میں ہو گا۔

باب روزہ توڑنے والی چیزوں کے بارے میں

جو شخص اپنا روزہ دار ہونا یاد رکھتے ہوئے، عمداً کوئی چیز کھاتا ہو یا پیتا ہو یا ناک میں دوا ڈالتا ہو یا پیٹ میں کسی بھی جگہ سے کوئی چیز پہنچاتا ہو یا قئے طلب کرتا ہو پھر قئے کرتا ہو یا منی نکالتا ہو یا بوسہ لیتا ہو یا ہاتھ لگاتا ہو پھر منی نکلتی ہو یا مذی نکلتی ہو یا بار بار دیکھتا ہو حتی کہ انزال ہوتا ہو یا پچھنے لگواتا ہو تو اسکا روزہ ٹوٹے گا اور اگر وہ بھول کر یہ کرتا ہو یا جبراً کرتا ہو تو اسکا روزہ فاسد نہیں ہو گا۔ اگر اس کے حلق میں مکھی یا غبار اڑھ کر پہنچ جائے یا وہ کلی کرتا ہو یا ناک میں پانی لیتا ہو پھر پانی حلق تک پہنچتا ہو یا خیال کرتا ہو پھر انزال ہوتا ہو یا احلیل میں قطرے ٹپکاتا ہو یا احتلام ہوتا ہو یا قئے اس پر غالب اگر از خود نکلتی ہو تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جو کھاتا ہو یہ سمجھ کر کہ وہ رات ہے (یعنی وقت سحر ہے) پھر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دن تھا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ جو طلوع فجر کے بارے میں شک کرتے ہوئے کھاتا ہو تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

باب صیام التطوع (نفلی روزہ) کے بارے میں

بہترین روزہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ رمضان کے بعد بہترین روزہ اللہ کے اس مہینہ کا ہے جس کو محرم کہتے ہیں۔ کوئی ایام ایسے نہیں ہیں کہ جن میں اللہ تعالٰی کو نیک عمل عشرہ ذی الحجہ میں کرنے سے زیادہ پسند ہوں۔ جو رمضان کے روزے رکھتا ہو پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتا ہو تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ پورا سال روزے رکھتا ہو۔ یوم عاشوراء کا روزہ ایک سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہے اور یوم عرفہ کا روزہ دو سال کا کفارہ ہے۔ جو حاجی میدان عرفات میں موجود ہو اسکو روزہ رکھنا مستحب نہیں ہے۔ ایام بیض (ہر قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تواریخ ایام بیض کہلاتی ہیں)، پیر اور جمعرات کے روزے مستحب ہیں۔

نفلی روزہ رکھنے والا خود مختار ہوتا ہے اگر وہ چاہتا ہو تو روزہ رکھے اور اگر چاہتا ہو تو افطار کرے اور اس پر کوئی قضا نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہر نفلی عبادت میں ہوتا ہے سوائے حج و عمرہ کے کہ ان (کو شروع کرنے کے بعد) پورا کرنا واجب ہوتا ہے اور ان میں سے جسمیں فساد ہوا اسمیں قضاء بھی لازم ہوتی ہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزوں سے منع فرمایا ہے: عید الفطر کا دن، عید الاضحی کا

دن۔ایام تشریق کے روزوں سے بھی منع فرمایا ہے سوائے یہ کہ آپ نے متمتع کو ان ایام میں روزہ رکھنے کی رخصت دی ہے جبکہ وہ ہدی نہ پائے۔

باب الاعتکاف

یہ اللہ تعالی کی مسجد میں اطاعت کرنے کیلیۓ مسجد کی ملازمت اختیار کرنا ہے اور یہ سنت ہے سوائے یہ کہ یہ نذر ہو پھر اسکو پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ عورت کا اعتکاف اسکے اپنے گھر کی مسجد کے علاوہ ہر مسجد میں درست ہوتا ہے۔ مرد کا اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہوتا ہے کہ جہاں جماعت قائم ہوتی ہے اسکا اعتکاف اس مسجد میں افضل ہے جہاں نماز جمعہ قائم ہوتی ہے۔ جو اعتکاف کی یا نماز ادا کرنے کی نذر کسی مسجد سوائے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد بیت المقدس میں کرتا ہے تو اسکو ان تین مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد میں اسکی ادائیگی جائز ہو گی۔ اگر مسجد حرام میں اسکو ادا کرنے کی نذر کرتا ہے تو مسجد حرام ہی میں ادا کرنا لازم ہو گا اور اگر مسجد نبوی میں اعتکاف کی نذر کرتا ہے تو اسکی ادائیگی مسجد حرام میں بھی درست ہو گی۔ اور اگر مسجد اقصیٰ میں اعتکاف کی نذر کرتا ہے تو مسجد حرام اور مسجد نبوی میں سے جہاں چاہے اسکی ادائیگی درست ہو گی۔

معتکف کو اللہ کے قریب کرانے والے اعمال میں مشغول رہنا اور بے معنیٰ کلام اور کرم سے بچنا مستحب ہے البتہ ان میں سے کوئی کام کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا ہے۔

معتکف مسجد سے صرف ضروری کام کیلیۓ نکلے سوائے اسکے کہ وہ شرط کرلے (یعنی معتکف اعتکاف کے شروع میں کسی خاص کام کے لئے نکلنے کی شرط نیت اعتکاف کیساتھ کرلے تو اسکو اس معین کام کیلیۓ نکلنا جائز ہو گا) اور (اس کام کیلیۓ نکلنے کے

دوران) اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرے اور اگر راستہ میں کسی کی عیادت وغیرہ کرتا ہے اور اس کے گھر کی سیڑھیاں نہیں چڑھتا ہے تو جائز ہے۔

کتاب الحج والعمرہ

(چند احکام کی ادائیگی کیلئے خاص وقت میں خاص جگہ یعنی بیت اللہ، عرفہ وغیرہ حاضر ہونا حج کہلاتا ہے جبکہ خاص جگہ عمرے کے متعلقہ افعال ادا کرنے حاضر ہونا عمرہ کہلاتا ہے)۔حج وعمرہ زندگی میں ایک مرتبہ کرنا ہر مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد شخص پر فرض ہے جبکہ وہ زادِ راہ کی استطاعت رکھتا ہو۔ استطاعت یہ ہیکہ وہ راستے کا خرچ اور سواری اور ان دونوں کے ضروری سامان اپنے جیسے شخص کے مطابق پائے(یعنی اگر وہ ہے غنی ہو تو خرچ اور سواری اسکی مناسبت سے ہو اور اگر متوسط طبقہ سے ہو تو خرچ اور سواری اسکی مناسبت سے ہو) اس حال میں کہ یہ دونوں اسکی ضروریات، اس کے قرض کی ادائیگی، اس کے اور اسکی عیال کے دائمی نفقہ سے بچنے والے مال سے ہوں۔ عورت کیلئے اسکے محرم کا موجود ہونا ضروری ہے۔ محرم اسکا شوہر اور وہ مرد رشتہ دار ہے جس سے نکاح کرنا نسب یا سبب مباح کیوجہ سے ہمیشہ کیلئے حرام ہوتا ہے۔جو تفریط کرتا ہے (یعنی اس میں تمام شرائط وجوب پائی جاتی ہیں پھر بھی اس نے حج نہیں کرتا ہے حتی کہ وہ مر جاتا ہے تو اسکے مال سے حج وعمرہ کا خرچ نکالا جائے گا۔

کافر اور مجنون کا نسک ادا کرنا درست نہیں ہوتا ہے اور نابالغ بچے اور غلام کا درست ہوتا ہے البتہ ان کا ادا کرنا سقوط فرضیت کیلئے ناکافی ہو گا۔ استطاعت نہ رکھنے والے اور بغیر محرم عورت کا نسک درست ہوتا ہے۔ جو کسی کی طرف سے حج کرتا ہے یا اپنی نذر

پوری کرتے ہوئے حج کرتا ہے یا نفلی حج کرتا ہے اس حال میں کہ اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو تو دوسرے کا حج ادا نہ ہو گا بلکہ اسکا فرض حج واقع ہو گا۔

باب المواقیت

اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ ہے (آج کے دور میں اسکو ابیار علی کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے قریب ہے) اہل شام، مغرب اور مصر کا میقات جحفہ ہے (آج کے دور میں لوگ رابغ سے احرام باندھ رہے ہیں۔ جو جحفہ کے قریب ہے اور مکہ سے دو سو کلو میٹر کے فاصلہ پر رہے ہے)۔ اہل یمن کا میقات یلملم ہے (ہمارے دور میں اسکو السعدیہ کہا جا رہا ہے۔ یہ مکہ سے 80 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے) اہل نجد کا میقات قرن الثعالب ہے (ہمارے دور میں اس کو السیل الکبیر کہا جا رہا ہے یہ مکہ سے 90 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے) اہل مشرق کا ذات عرق ہے (ہمارے دور میں اسکو الضربیہ کہا جا رہا ہے۔ یہ مکہ سے 80 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے)۔ یہ مواقیت یہاں کے رہنے والوں اور یہاں سے گزرنے والوں کے ہیں۔ جس کا گھر میقات کے اندر ہو تو اسکا میقات اسکا گھر ہے حتی کہ اہل مکہ حج کیلئے مکہ سے احرام باندھتے ہیں اور عمرہ کیلئے حل کی ادنیٰ حد سے باندھتے تھے۔ (حل وہ جگہ ہے جو مکہ اور میقات کے درمیان واقع ہے مثلاً تنعیم، عرفات، جمرات وغیرہ)۔ جسکو راستہ میں میقات نہ ملے تو اس کا میقات اس کے سب سے قریب میقات کے برابر کا مقام ہو گا۔ جو مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو میقات کے آگے بغیر احرام کے جانا جائز نہیں ہے سوائے مباح قتال یا ایسی حاجت کے جو مکرر ہو جیسے لکڑیاں چننا وغیرہ پھر جب وہ نسک کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے میقات سے احرام

باندھے۔ اگر بغیر احرام باندھے میقات سے آگے بڑھتا ہے تو پلٹ آئے اور میقات سے احرام باندھے اور اس پر کوئی دم نہیں کیونکہ اس نے میقات سے احرام باندھا ہے۔ اگر وہ میقات سے تجاوز کر کے احرام باندھتا ہے تو اس پر دم لازم ہو گا پھر چاہے وہ میقات کی طرف لوٹ آئے یا نہ آئے افضل یہ ہیکہ میقات سے پہلے احرام باندھا جائے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ محرم ہو گا۔

حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال، ذیقعدہ اور عشرہ ذی الحجہ۔

باب الاحرام

جو احرام کا ارادہ رکھتا ہو اس کو غسل کرنا خوشبو لگانا مستحب ہے۔ وہ سلے ہوئے کپڑے اتار دے اور سفید چادر و تہبند پہن لے پھر دو رکعت نماز ادا کرے اسکے بعد احرام میں داخل ہو اور وہ احرام کی نیت کرے اور مستحب یہ ہیکہ وہ کلام کرے جس سے نیت قائم ہو (مثلاً اللھم انی ارید الحج والعمرۃ یعنی اے اللہ میں حج اور عمرے کی نیت کرتا ہوں) اور شرط لگائے اور کہے۔ اللهم إني أريد النسك الفلاني فإن حبسني حابس فمحلي حيث حبستني: "اے اللہ! میں فلاں (حج یا عمرہ) کی نیت کرتا ہوں، پس اگر مجھے کوئی رکاوٹ روک لے، تو میرا مقام (حلال ہونا) وہیں ہو گا جہاں تو مجھے روک دے۔"

حج کرنے والے کو تمتع، افراد اور قران میں اختیار ہے اور ان میں سے افضل تمتع ہے پھر افراد اور پھر قران ہے۔ تمتع یہ ہیکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے اور اس سے فارغ ہو جائے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے۔ افراد یہ ہیکہ صرف حج کا احرام باندھے۔ قران یہ ہیکہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھے یا عمرہ کا احرام باندھے پھر حج میں اسکو داخل کرے۔ اگر حج کا احرام باندھتا ہے پھر اس میں عمرہ بھی داخل کرتا ہے تو اس کے احرام سے عمرہ منعقد نہیں ہو گا۔ (کیونکہ حج کے احرام پر عمرہ داخل کرنے سے زیادتیٔ اعمال لازم نہیں آتی ہے)۔

جب سواری پر چڑھتا ہے تو تلبیہ بڑھے:**لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك**اور یہ بار بار بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے سوائے عورتوں کو(عورتوں کو بار بار دھیمی آواز سے پرھنا مستحب ہے)اور اسکی تاکید بلندی پر چڑھتے یا وادی میں اترتے وقت ہے یا تلبیہ سننے پر یا بھولے سے کوئی ممنوعہ فعل کرنے پر یا سوار ہو کر اور فرض نمازوں کے بعد،وقت سحر صبح اور شام کے بعد۔

باب محظورات الاحرام

یہ نو ہیں

پہلا: بال دور کرنا

دوسرا: ناخن کاٹنا۔ ان میں سے تین ناخن یا تین بال دور کرنے پر دم ہے اور ان میں سے ہر ایک کو تین سے کم نکالنے پر ایک مد طعام ہے اور یہ ایک جو تھائی صاع ہوتا ہے ۔ اگر اسکی آنکھ میں بال نکلتا ہے پھر وہ اسکو اکھاڑتا ہے یا اسکا بال گرتا ہے پھر اسکی آنکھ کو چبھتا ہے یا اسکا ناخن ٹوٹتا ہے پھر وہ اسکو کاٹتا ہے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

تیسرا: سلے ہوئے کپڑی پہننا سوائے یہ کہ وہ ازار نہ پائے تو پاجامہ پہن لے یا نعلین نہ پائے تو خفین بہن لے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

چوتھا: سر ڈھانپنا دونوں کان سر میں داخل ہیں

پانچواں: جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا

چھٹواں: شکار قتل کرنا۔ صید وہ جانور ہے جو وحشی اور مباح ہو۔ جو پالتو جانور ہیں انکو مارنا حرام نہیں ہے۔ پانی کا شکار جائز ہے۔

ساتواں: نکاح کرنا، کرانا حرام ہے اور اسمیں کوئی فدیہ نہیں ہے۔

آٹھواں: شہوت کیساتھ فرج کے علاوہ مباشرت کرنا پھر اگر انزال ہو جائے تو اس پر بدنہ لازم ہو گا ورنہ (یعنی انزال نہ ہونے پر) اسمیں بکری لازم ہو گی اور اسکا حج صحیح ہو گا (فاسد نہ ہو گا)

نوواں: فرج میں وطی کرنا۔ اگر وہ تحلل اول سے پہلے ہو تو حج فاسد ہو گا اور اسی فاسد حج کو پورا کرنا اور اگلے سال حج کرنا واجب ہو گا- جماع کرنے والے پر بدنہ لازم ہو گا اور اگر وہ بعد تحلل اول ہو تو اسمیں بکری ہے اور پھر تنعیم سے احرام باندھے تا کہ وہ محرم ہو جائے۔

اگر عمرہ کے احرام میں وطی کرتا ہے تو وہ فاسد ہو گا۔ وطی سے ہی نسک فاسد ہوتے ہیں ۔(احرام کے احوال) میں عورت مرد کی طرح ہے سوائے یہ کہ اسکا احرام اسکے چہرہ میں ہے اور اس کو سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔

باب الفدیہ

اسکی (یعنی محظورات احرام کے ارتکاب کے سبب واجب ہونے والے فدیہ کی) دو قسمیں ہیں پہلی: وہ جسمیں تخییر ہے۔ یہ فدیہ دو بال یا دو ناخن سے زیادہ نکالنے، سیا ہوا کپڑا پہننے اور خوشبو لگانے کا ہے (یعنی اگر ان میں سے کوئی ایک کام کیا تو) وہ تین دن روزہ رکھے یا چھ مساکین کو تین صاع کھجور دے یا ایک بکری ذبح کرے۔

(جس نے صید کو قتل کیا جبکہ وہ محرم تھا یا وہ مکہ میں تھا تو اس پر) صید کی جزاء اس صید کے مثل میں انعام میں سے ہے سوائے پرندہ کے (کہ اسکی جزاء انعام میں نہیں ہے) بلکہ اسمیں قیمت ہے (مگر وہ پرندہ جب) کبوتر (ہو تو) اسمیں ایک بکری ہے اور شتر مرغ (ہو تو) اسمیں بدنہ ہے۔ (جو صید قتل کیا گیا اسکی مثل نکالنے اور اسکی قیمت طعام سے ٹھہرانے میں اس کو اختیار ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد طعام کھلائے یا ہر مد کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

دوسری قسم، وہ جسمیں ترتیب ہے اور وہ ہدی تمتع (اور قران) ہے اس پر (متمتع اور قارن پر) ایک بکری لازم ہوتی ہے اگر یہ نہ پائے تو تین دن حج میں روزہ رکھے اور سات دن جب لوٹے۔

جماع کا فدیہ (حج کے احرام میں تحلل اول سے پہلے جماع کرے تو اس پر) بدنہ ہے۔ اگر یہ نہ پائے تو متمتع کی طرح روزہ رکھے۔ اسی طرح کا حکم دم فوات نہ ملنے پر ہے۔

محصر (وہ جیسے وقوف عرفہ سے روکا گیا) پر دم لازم ہے اگر وہ نہ پائی تو دس دن روزہ رکھے۔

جو کسی ایک جنس کے محظور کے ارتکاب کی تکرار کرتا ہے سوائے صید کے قتل کے تو (اس پر) ایک کفارہ لازم ہو گا۔ اگر وہ پہلے (ارتکاب) کا کفارہ دوسرے فعل کے ارتکاب سے پہلے ادا کرتا ہے تو اس پر اسی کا حکم ساقط ہو گا جس کا اس نے کفارہ ادا کیا۔ اگر کئی اجناس کے محظورات کا ارتکاب کرتا ہے تو ہر ایک کیلئے ایک کفارہ ہو گا۔ سر مونڈنے، ناخن کاٹنے اور جماع کرنے اور صید کو قتل کرنے میں اس کا جان بوجھ کر اور بھولے سے کرنا برابر ہے۔ دیگر تمام محظورات میں اس کے بھولے سے کرنے میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔

ہر ہدی اور اطعام مساکین حرم کیلئے ہے سوائے ممنوعات احرام کے فدیہ کے کہ اس کو اس جگہ تقسیم کرے جہاں وہ سرزد ہوا۔ محصر اپنی ہدی اپنے مقام پر ذبح کرے روزے (جو فعل محظور کے ارتکاب سے یا صید کے قتل کی وجہ سے واجب ہوئے) تو وہ ہر جگہ جائز ہیں۔

باب دخول مکہ

مکہ میں اسکی اعلیٰ جانب سے داخل ہونا مستحب ہے (فتح مکہ کے وقت نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ثنية العليا یعنی مکہ کی بالائی گھاٹی سے داخل ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں یہ ایک قدیم راستہ تھا) اور مسجد حرام میں (رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں) باب بنی شیبہ سے داخل ہونا چاہئے کیونکہ سیدنا نبی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے داخل ہوئے تھے۔ جب بیت اللہ شریف کو دیکھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہے، اللہ کی حمد بیان کرے اور دعا کرے۔ پھر عمرہ کا طواف کرے اگر وہ معتمر ہو یا طواف قدوم کرے سے ابتداء اگر وہ مفرد یا قارن ہو پھر اپنی چادر کیساتھ اضطباع کرے اس طرح کہ اسکا درمیانی حصہ اپنے دائیں کندھے کے نیچے کرے اور اسکے دونوں سرے اپنے بائیں کاندھے پر ڈالے (الاقناع میں ہیکہ رمل اور اضطباع طواف قدوم اور تمتع کے عمرے کے علاوہ سنت نہیں ہے)۔ پھر (طواف کی) ابتداء حجر اسود سے کرے اور اس کو استلام کرے (یعنی اپنے دائیں ہتھیلی سے اسکو ہاتھ لگائے) اور اسکو بوسہ دے اور کہے: **بسم الله والله اكبر اللهم ايمانا بك وتصديقا لكتابك ووفاء بعهدك واتباعا سنة نبيك محمد صل الله عليه وآله وسلم** پھر اسکے دائیں طرف ہو جائے اور بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف رکھے۔ پھر سات چکر کرے پہلے تین میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کرے اور باقی چار چکر

میں پیدل چلے اور جب جب رکن یمانی اور حجر اسود کے سامنے ہو تو استلام کرے، تکبیر اور تہلیل کہے اور دونوں ارکان کے درمیان :ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار(البقرة : 201) پڑھے اور طواف کے دیگر تمام حصہ میں جو چاہے دعا کرے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت ادا کرے پھر رکن (یعنی حجر اسود) کی طرف پلٹے اور اس کو استلام کرے۔ پھر باب صفا سے صفا کی طرف نکلے پھر اس پر چڑھے اور تکبیر و تہلیل کہے اور دعا کرے۔ پھر اترے پھر علم کی طرف چلے پھر دوسرے علم تک دوڑے پھر چلے یہاں تک کہ مروہ تک آئے پھر صفا پر اپنے اعمال کی طرح (یہاں بھی کرے چلنے کی جگہ پر چلے اور دوڑنے کی جگہ پر دوڑے حتی کہ سات چکر پورے کرے (صفا سے مروہ کی طرف) جانا ایک چکر ہے اور لوٹنا ایک چکر ہے۔ شروعات صفا سے کرے اور اختتام مروہ پر کرے ۔ پھر تقصیر کرے اگر وہ معتمر ہو اور صرف متمتع حلال ہو گا۔ اگر متمتع کے ساتھ ہدی ہو تو وہ حلال نہیں ہو گا اور قارن اور مفرد حلال نہیں ہوں گے (بلکہ وہ احرام کی حالت میں رہیں گے حتیٰ کہ عید کے دن وہ رمئ جمرہ عقبہ کرلیں)۔ (طواف اور سعی کے احکام و مسائل میں) عورت مرد کی طرح ہے سوائے اسکے کہ وہ طواف میں رمل نہ کرے اور نہ (سعی میں علمین کے درمیان) دوڑے۔

باب حج کا طریقہ

جب یوم ترویہ (8 ذی الحجہ) ہو تو جو حلال ہو (چاہے وہ عازمِ تمتع ہو یا عازمِ افراد ہو) مکہ سے احرام باندھے اور عرفات کی طرف نکلے۔ یوم عرفہ کو زوال ہو تو ایک اذان اور دو اقامتوں کیساتھ ظہر اور عصر ادا کرے (اگر وہ ان افراد میں سے ہو جن کیلئے جمع بین الصلاتین جائز ہوتی ہے) پھر موقف (وقوف کی جگہ) چلے۔ بطن عرنہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے (بطن عرنہ ایک وادی ہے جو میدان عرفات کے قریب واقع ہے لیکن عرفات میں شامل نہیں ہے)۔ مستحب ہیکہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقوف کی جگہ یا اس موقف کے قریب جبل میں چٹانوں کے پاس وقوف کرے (کیونکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں وقوف فرمایا تھا) اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے رکھنے (قدیم زمانے میں حجاج کے نظم وضبط کیلئے ایک راستہ سواروں کیلئے اور ایک راستہ پیدل حجاج کیلئے مقرر تھا۔ حبل المشاۃ پیدل چلنے والوں کے مخصوص راستے کو کہتے ہیں) اور سوار رہتے ہوئے قبلہ رو رہے۔ یہ کثرت سے پڑھے **لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد بيده الخير وهو على كل شيء قدير**۔ غروب آفتاب تک دعا اور اللہ تعالٰی کی طرف راغب ہونے کی خوب کوشش کرے۔ پھر مازمین کے راستے سکون و وقار سے امام کیساتھ مزدلفہ جائے (مستحب یہ بھی ہیکہ) وہ (جاتے وقت) تلبیہ کہنے والا اور اللہ کا ذکر کرنے والا

ہو۔جب مزدلفہ پہنچے تو سامان رکھنے سے پہلے مغرب اور عشاء جمع کرتے ہوئے ادا کرے۔پھر وہاں رات گزارے اور صبح اول وقت فجر ادا کرے اور مشعر حرام آئے وہاں ٹھہرے اور دعا کرے۔ مستحب ہیکہ اسکی دعا یہ ہو:**اللهم كما وقفتنا فيه و اريتنا اياه فوفقنا لذكرك كما هديتنا واغفر لنا وارحمنا كما وعدتنا بقولك وقولك الحق : فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ*ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔(البقرة 199 – 198**)اور خوب اجالا ہونے تک وہیں ٹھہرے۔پھر طلوع آفتاب سے پہلے نکلے جب محسر وادی پہنچے(یہ ایک وادی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ہے)تو پتھر پھینکنے کی مسافت تک تیز چلے پھر چلے حتی کہ وہ منی آئے۔پھر جمرہ عقبہ کو رمی کرنے سے ابتداء کرے تو سات کنکر ٹھیکریوں کے جیسے اسکی طرف پھینکے۔ہر کنکر پھینکنے کیساتھ اللہ اکبر کہے اور رمی میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔رمی شروع کرنے کیساتھ تلبیہ کہنا موقوف کردے۔وسط وادی سے رمی کرے اس حال میں کہ وہ قبلہ رو رہے(رمی مکمل ہونے پر)اسکے پاس نہ ٹھہرے پھر ہدی ذبح کرے پھر حلق یا تقصیر کرے پھر اس کیلئے (وہ)سب چیزیں حلال ہو جائیں گی(جو احرام میں حرام تھیں)سوائے عورتوں کے۔ پھر مکہ جائے طواف زیارت کرے یہ فرض طواف ہے جس سے حج مکمل ہوتا ہے پھر

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اگر وہ متمتع ہو یا وہ ہو جس نے طواف قدوم میں سعی نہیں کی تھی۔ اب ہر چیز اس کیلئے حلال ہو گئی۔ مستحب ہیکہ آب زم زم میں سے جتنا چاہے پیئے اور اس سے سیر اب ہو پھر کہے: **اللهم اجعله لنا علما نافعا ورزقا واسعا وريا شبعا و شفاء من كل داء واغسل به قلبي و املاه من خشيتك وحكمتك۔**

باب حلال ہونے کے بعد کیا کرے

(طواف اور سعی کے بعد) منیٰ لوٹے اور منیٰ کی راتوں میں ہی (یعنی ایام تشریق کی راتوں میں) منیٰ میں رہے پھر منیٰ میں دن کو بعد زوال سے جمرات کے کو کنکر مارے، ہر جمرے کو سات کنکر مارے پہلے جمرہ سے شروع کرے تو قبلہ رو ہو اور اسکو سات کنکر اس طرح مارے جیسا جمرہ عقبہ کو مارے تھے پھر آگے بڑھے ہو ٹھہرے اللہ سے دعا کرے جمرہ وسطیٰ کے پاس آئے تو اسی طرح اسکو کنکر مارے (پھر آگے بڑھے اور ٹھہرے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے) پھر جمرہ عقبہ کو کنکر مارے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔ پھر (ایام تشریق کے) دوسرے دن اسی طرح رمی کرے۔ اگر دو دن میں جلدی کرنا چاہے (یعنی ایام تشریق کے دوسرے دن رمئ جمار کے بعد جلدی نکلنا چاہے) تو غروب آفتاب سے پہلے نکلے۔ اگر آفتاب غروب ہو اور وہ منیٰ میں رہے تو منیٰ میں رات گزارنا لازم ہے اور اگلے دن رمی کرنا اس پر لازم ہے۔ اگر وہ متمتع یا قارن ہو تو اس کا حج اور عمرہ مکمل ہوا اور اگر وہ مفرد ہو (اور اس نے پہلے فرض عمرہ ادا نہ کیا تھا اور وہ حج کے بعد فرض عمرہ ادا کرنا چاہتا ہو) تو تنعیم کی طرف نکلے پھر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ آئے پھر طواف اور سعی کرے اور حلق یا تقصیر کرے۔ مستحب ہیکہ اگر اسکے سر پر بال نہ ہو تو استرہ پھیر دے۔ قارن کے اعمال میں مفرد کے اعمال (حج و عمرہ) کے مقابلہ کوئی اضافی عمل نہیں ہے سوائے یہ کہ قارن اور متمتع پر

دم ہے اللہ کے فرمان کی وجہ سے **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم(البقرة196)**-جب واپس گھر لوٹنے کا ارادہ ہو تو تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کو طواف کے ذریعہ وداع کہے حتیٰ کہ آخری کام طواف ہو(یہ طواف حج کیساتھ خاص ہے معتمر پر طواف وداع نہیں ہے)۔ اگر اسکے بعد تجارت میں مصروف ہو تو طواف (وداع کا)اعادہ کرے(کیونکہ اب آخر کام طواف نہیں رہا)۔ مستحب ہیکہ جب طواف کرلے تو ملتزم میں ٹھہرے جو حجر اسود کے رکن اور کعبہ کے درمیان ہے پھر بیت اللہ سے لپٹے اور کہے: **اللھم ھذا بیتك وانا عبدك و ابن عبدک و ابن امتك حملتنی علی ما سخرت لی من خلقك و سیرتنی فی بلادک حتی بلغتنی بنعمتك الی بیتك واعنتنی علی اداء نسکی فان کنت رضیت عنی فازدد عنی الرضا**- پھر جو چاہے دعا کرے اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے۔ جو طواف وداع سے پہلے نکل گیا وہ اگر قریب(یعنی حرم میں)ہو تو بیت اللہ کی طرف لوٹ آئے اور اگر دور ہو تو(طواف وداع کے ترک کے کفارے کے طور پر)دم(یعنی بکری) بھیج دے مگر حیض و نفاس والی عورت کہ ان دونوں پر طواف وداع لازم نہیں ہے ان دونوں کیلئے مسجد حرام کے دروازے پر ٹھہرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔

باب حج وعمرہ کے ارکان

حج کے ارکان: وقوف عرفہ، طواف زیادت۔ حج کے واجبات میقات سے احرام باندھنا، رات تک عرفہ میں ٹھہرنا، مزدلفہ میں نصف شب تک رکنا، سعی، منی میں رات گزانا، رمی کرنا، حلق کرنا اور طواف وداع کرنا۔

عمرے کے ارکان طواف۔ واجبات عمرہ: سعی اور حلق۔(حج یا عمرہ کا) جو کوئی رکن ترک کرتا ہے تو اسکا نسک اس رکن کی ادائیگی سے ہی پورا ہو گا۔ جو کوئی واجب ترک کرتا ہے تو اس پر دم لازم ہو گا۔ جو کوئی سنت ترک کرتا ہے تو اس پر کوئی شئے لازم نہیں ہو گی۔ جو عرفہ میں وقوف نہیں کرتا ہے حتیٰ یوم نحر کی فجر طلوع ہو جاتی ہے تو اسکا حج فوت ہو جائے گا(کیونکہ وقوف حج کا رکن اعظم ہے) وہ طواف اور سعی کرے اور اگر اس کیساتھ ہدی ہو تو ہدی ذبح کرکے تحلل اختیار کرے اور اس پر (اگلے سال اس فوت شدہ حج کی) قضاء لازم ہو گی۔

اگر دن شمار کرنے میں سب لوگ غلطی کریں پھر یوم عرفہ کے علاوہ کسی دن وقوف کریں تو یہ انکے حج کی ادائیگی کو کافی ہو گا۔ اگر ان میں سے ایک گروہ ایسا کرے (دن غلط شمار کرکے یوم عرفہ کے علاوہ وقوف کرے) تو ان کا حج فوت ہو جائے گا۔

جو حج کرتا ہے اس پر نبی اکرم صل اللہ علیہ والہ کی قبر شریف اور آپ علیہ السلام کے صاحبین کے قبور کی زیارت مستحب ہے۔

باب الهدی والاضحیہ

(زاد آخرت: ہدی وہ جانور ہے جو حرم میں ذبح کرنے کے لئے ہو۔ اس کو ہدی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ خداوند عالم کی درگاہ میں ہدیہ ہے اور اضحیہ وہ جو ذی الحجہ کی عید میں ذبح کرتے ہیں) ہدی اور اضحیہ سنت ہیں یہ صرف نذر سے واجب ہوتے ہیں۔ جانور ذبح کرنا اس کی قیمت صدقہ کرنے سے افضل ہے (کیونکہ یہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے اور آپ علیہ السلام صرف افضل عمل اختیار فرماتے ہیں)۔ ان میں (ہدی اور اضحیہ میں) اونٹ افضل ہے پھر گائے پھر بکری۔ اسمیں بہتر اور فربہ جانور لینا مستحب ہے (اسمیں شعائر اللہی کی تعظیم ہے)۔

اسمیں صرف چھ ماہ (یا اس سے زیادہ عمر) کا بھیڑ اور اسکے علاوہ جانور میں صرف ثنی ادائیگی کیلیئے کافی ہے۔ بکری میں ثنی وہ جو ایک سال کی ہو، اونٹ میں ثنی وہ ہے جس نے پانچ سال مکمل کئے اور گائے میں وہ جو دو سال کی ہو۔ ایک بکری ایک شخص کی طرف سے ادائیگی کو کافی ہے اور اونٹ و گائے سات اشخاص کی طرف سے کافی ہیں۔

صاف طور پر کانے کی، ایسے دبلے کی جسکی ہڈیوں میں مغز نہ ہو، ایسے لنگڑے کی جس کا لنگ ظاہر ہو، ایسے بیمار کی جسکی بیماری صاف ظاہر ہو، ایسے سینگ ٹوٹے ہوئے کی جسکے سینگ یا کان کا اکثر حصہ نہ ہو کی قربانی دینا ادائیگی کو کافی نہیں ہے۔ ایسے کی جس کا سینگ نہ ہو، وہ جسکی دم خلقتہً نہ ہو، خصیتین کٹے ہوئے کی، اور اس کی قربانی جسکا کان

پھٹا ہوا یا چیرا ہوا یا آدھے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو ادائیگی کیلئے (کراہت کیساتھ) کافی ہے۔

سنت یہ ہیکہ اونٹ کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر نحر کرے۔ گائے اور بکری کو اسکے سیدھے پہلو پر ذبح کرے اور اس وقت کہے **بسم الله والله اكبر اللهم هذا منك ولك** (اسی طرح کہنا آقا علیہ السلام سے منقول ہے)۔ مستحب ہیکہ صرف مسلمان اسکو ذبح کرے (کتابی کا ذبیحہ مباح ہے)۔ اگر جس کی طرف سے قربانی ہو وہ خود ذبح کرے تو افضل ہے۔ (ہدی اور اضحیہ کے) ذبح کا وقت عید کے دن بعد نمازِ عید سے (شروع ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو شہر یا گاؤں میں رہتے ہیں جہاں نمازِ عید قائم ہوتی ہے۔ جہاں نمازِ عید قائم نہیں ہوتی ہے وہاں بقدر نماز رک کر ذبح کرنا چاہیئے۔ پھر وقتِ ذبح کی انتہاء) ایام تشریق کے دوسرے آخری دن (یعنی بارھویں ذی الحجہ) تک ہے۔

صاحب اضحیہ کے "یہ اضحیہ ہے" کہنے سے اضحیہ متعین ہو جاتی ہے (پھر اسکے مالک پر اور اسکا بیچنا، تحفہ دینا حرام ہوتا ہے) اور صاحب اضحیہ کے "یہ ہدی ہے" کہنے سے بھی ہدی متعین ہو جاتی ہے - اشعار (اونٹ کے کوہان کو زخم لگانا) تقلید (جانور کے گلے میں کوئی چیز نشانی کیلئے باندھنے) سے وہ متعین ہو جاتی ہے قسائی کو اسکی اجرت جانور میں سے نہ دے۔ سنت یہ ہیکہ اپنی اضحیہ کا ایک تہائی کھائے، اسکا ایک تہائی تحفہ دے

اور اسکا ایک تہائی صدقہ کرے۔ اگر ایک تہائی سے زیادہ کھائے تو جائز ہے (کیونکہ تین حصے کرنا واجب نہیں ہے)۔ اضحیہ کی چرم سے خود صاحب اضحیہ کا فائدہ اٹھانا جائز ہے - اضحیہ میں سے کوئی بیچنا جائز نہیں ہے (کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کیلیئے ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کیلیئے ہو اسکا عوض لینا جائز نہیں ہوتا ہے)۔ رہی ہدی، اگر وہ مستحب ہو تو اپنی ہدی سے کھانا جائز ہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ (جو نحر کیا گیا) سے ایک ٹکڑا لینے، اسے پکانے، اسے کھانے اور اسکا شوربہ پینے کا حکم دیا۔ ہر واجب ہدی سے نہ کھائے (مثلاً فوات حج کی ہدی، ترک واجب کی ہدی، فعل محظور کی ہدی) سوائے ہدیٔ تمتع اور قران۔ نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو پھر عشرہ ذی الحجہ داخل ہو تو قربانی کرنے تک اپنے بال اور جلد سے کوئی چیز نہ نکالے۔

باب العقیقہ

(عقیقہ وہ جانور جو بچہ پیدا ا ہونے کے بعد ذبح کیا جاتا ہے) یہ سنت ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرے) ساتویں دن ذبح کرے اور (جانور ذبح کرتے وقت) اسکا (بچے کا) سر مونڈھے اور اسکے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات کر دے۔ اگر ساتویں دن نہ کرے تو چودھویں دن اگر اس دن بھی نہ ہو تو اکیسویں دن کرے۔ (ذبح شدہ جانور کے) اعضاء کو الگ کیا جائے مگر اسکی ہڈی نہ توڑی جائے (یعنی جانور کے ہڈیوں کو نہ توڑے بلکہ ہڈیوں کو مفاصل سے علیٰحدہ کرے پھر اسی طرح پکائے اور کھائے۔ یہ نیک فال ہے)۔ اس کا کے سوا عقیقہ کا حکم اضحیہ کے حکم کی طرح ہے (یعنی جانور کا ثنی ہونا، ذبیحہ میں عیوب نہ ہونا وغیرہ)۔

کتاب البیع

(بیع کی تعریف اور حکم:) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا۔ بیع مال کے بدلے مال تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔(بیع کی جامع تعریف الاقناع میں یوں بیان ہوئی: مال کو یا منفعت کو اسکے عوض کے بدلے ہمیشہ کیلیئے لینا جبکہ اسمیں قرض یا ربا نہ ہو۔ کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکالنے والے کو بائع، اس چیز کو اپنی ملکیت میں داخل کرنے والے کو مشتری کہتے ہیں۔ جس چیز کو بیچا گیا اسکو مبیع کہتے ہیں جس قیمت پر بیع قرار پائی اس کو ثمن کہتے ہیں۔ مال ہر وہ جسم ہے جس سے جائز فائدہ ہو اور اس کو اپنے پاس رکھنا مطلقاً جائز ہوتا ہے. شرح منتھي: **كل جسم ابيح نفعه و اقتناءه مطلقا**)۔

(کن اشیاء کی بیع جائز ہے:) ہر اس مملوک چیز کی بیع جائز ہے جس میں مباح نفع ہو سوائے کتے کے (کتے کو اپنے پاس رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ اسمیں مباح منفعت ہو) کیونکہ نہ کتے کی بیع جائز ہے اور اس کو تلف کرنے والے پر ہرجانہ آتا ہے اسلئے کہ نبی کریم صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کتے کی قیمت ادا کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہیکہ سوائے مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے کے اور شکاری کتے کے جو شخص کتا رکھے گا اس کے اعمال میں سے دو قیراط ہر دن کم ہوں گے۔

(کن اشیاء کی بیع جائز نہیں ہے:) بائع کو اس چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو مگر مالک کی اجازت سے یا اس پر ولایت سے۔ اس کو بیچنا جائز نہیں ہے جس میں کوئی نفع نہ ہو جیسے کیڑے مکوڑے اور نہ اس کو بیچنا جائز ہے جسکا فائدہ شریعت میں حرام ہو جیسے شراب اور مردار۔ اور نہ ہی معدوم چیز کو بیچنا جائز ہے جیسے وہ جنین جس سے اس کی باندھی حاملہ ہو یا وہ پھل جس کو اس کے درخت اٹھائیں گے۔ اور نہ مجہول چیز کی بیع جائز ہے جیسے حمل اور نہ غائب چیز کی بیع جائز ہے جس کے اوصاف نہیں بیان کیئے گئے اور جس کو نہ دیکھا گیا۔ نہ اس کی بیع جائز ہے جس کو حوالے کرنے سے وہ عاجز ہو جیسے بھاگا ہوا غلام، گم گشتہ اونٹ، ہوا میں اڑنے والے پرندے، پانی میں موجود مچھلی۔ اور نہ مغصوب چیز کو بیچنا جائز ہے سوائے غاصب کو (جب کہ مالک اس کو اس کی اجازت دے) یا وہ جو اسکے پاس سے مغصوب چیز لینے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور نہ غیر معین کو بیچنا جائز ہے جیسے اس کے غلاموں میں سے ایک غلام یا اس کے ریوڑ میں سے ایک بکری سوائے اس وقت جبکہ اس کے سب اجزاء برابر ہوں مثلاً غلے کا ڈھیر۔

باب ممنوعہ بیوع کے بیان میں

رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ بائع یہ کہے : آپ جس کپڑے کو ہاتھ لگائیں گے وہ آپ کا اتنے روپئے کے بدلے ہو گا۔ اور منابذہ سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ بائع یہ کہے کہ جو کپڑا میں آپ کی طرف پھینکوں گا وہ آپ پر اتنے روپیوں کے بدلے ہو گا۔ اور بیع حصات سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ بائع یہ کہے کہ یہ کنکر پھینکو جس کپڑے پر یہ واقع ہو گا وہ آپ پر اتنے روپیوں کے بدلے ہو گا۔ اور اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا۔ اور دیہاتی کی طرف سے شہر کے رہنے والے کی بیع کرنے سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ شہری دیہاتی کا دلال بنے۔ اور نجش سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ جو شخص سامان خریدنے کا خواہاں نہ ہو وہ اس کی قیمت بڑھائے (تاکہ اصل خریدار اس کو اس چیز کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر خریدے)۔ اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا اور وہ یہ ہیکہ وہ کہے میں نے آپ کو یہ چیز دس صحیح (دینار) کے بدلے یا بیس ٹوٹے ہوئے (دینار) کے بدلے بیچی یا یہ کہے میں نے آپ کو یہ چیز اس شرط پر بیچی کہ آپ مجھے یہ چیز بیچیں یا مجھ سے یہ چیز خریدیں۔ آپ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سامان کو بازاروں میں اتارے جانے سے پہلے حاصل مت کرو۔ اور فرمایا کہ جو غلہ خریدتا ہے تو وہ اس کو نہ بیچے حتی کہ وہ اس کو اپنے قبضہ میں لے۔

ربا کا باب

(مکیلات اور موزونات میں سے دو ہم جنس اشیاء کے تبادلے میں ایک چیز کا بغیر عوض کے زیادہ ہونا ربا کہلاتا ہے)حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ آپ نے کہا کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور نمک کے بدلے نمک ایک چیز کے بدلے اس جیسی چیز، برابری کیساتھ، ہاتھوں ہاتھ بیچو جب ان چیزوں کی اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو جبکہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ پھر جس نے زیادتی کی یا زیادتی چاہی اس نے ربا کا سودا کیا۔

غلہ کی مکیلات یا موزونات کی اپنی ہم جنس کیساتھ بیع میں صرف برابری جائز ہے (یعنی جب مکیل کو اس کی ہم جنس مکیل کیساتھ یا موزون کو اس کی ہم جنس موزون کیساتھ بیچا جاتا ہے تو کیل یا وزن میں یکطرفہ کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ حکم مطعوم اور غیر مطعوم مکیلات دونوں کو شامل ہے اسی طرح الاقناع میں ہے: **مطعوما كان او غير مطعوم** اور الکافی میں بھی اسی طرح ہے:**سواء كان مطعوما كالقطنيات او غير مطعوم**)۔ مکیل کو اپنی ہی جنس کی چیز کیساتھ وزن کرتے ہوئے بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ موزون کو ناپ کر بیچنا جائز ہے (یعنی جو چیز اصلاً مکیلات سے ہو اس کو وزن کر کے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ اشیاء اپنی خفت اور ثقل میں مختلف ہوتی ہیں۔ اگر ان کو بیچنے کا پیمانہ

بدل دیا جائے گا تو زیادتی آنے کا امکان ہوتا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک صاع کھجور میں پچاس کھجور آتے ہیں لیکن جب ان کو دونوں طرف سے وزن کر کے تبدیل کیا جائے تو ممکن ہے کہ چند کھجور وزن میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک طرف دو کلو میں ۴۸ کھجور آئیں اور دوسری طرف دو کلو میں ۵۰ کھجور آئیں تو یہ ربا ہو گا۔ ہاں اگر پیمائش کا طریقہ بدلنے کے باوجود دونوں طرف برابری آجاتی ہے تو یہ جائز ہو گا۔ الکافی میں ہے: **وما يجري فيه الربا اعتبرت المماثلة فيه في المكيل كيلا وفي الموزون وزنا** یعنی جس میں ربا آتا ہو اس مکیل میں کیل کے لحاظ سے مماثلت اور موزون میں وزن کے لحاظ سے مماثلت کا اعتبار ہو گا)۔

اگر دونوں کے اجناس بدل جائیں تو ان کو ہاتھوں ہاتھ جیسا چاہیں (کمی یا زیادتی کیساتھ) بیچنا جائز ہے۔ اسمیں ادھار اور قبضہ کرنے سے پہلے علیحدہ ہونا جائز نہیں ہے۔ سوائے ثمن (قیمت) کے عوض بیچی جانے والی چیزوں میں (یعنی روپیوں کے بدلے اگر چاول وغیرہ خریدا جائے تو اسمیں زیادتی کرنا، ادھار رکھنا اور تفرق قبل القبض بھی جائز ہے) اور ہر وہ دو چیزیں جنہیں کوئی ایک مخصوص نام جمع کرے (یعنی دونوں کو ایک ہی خاص نام دیا جاتا ہو) تو وہ ایک ہی جنس شمار ہوں گی (جیسے کھجور ایک جنس ہے مگر اس کی بہت سی فروع ملتی ہیں جیسے عجوہ، صفاوی، عنبرہ وغیرہ) سوائے اس کے کہ وہ دونوں مختلف اصل (ماخذ) سے ہوں، کیونکہ اجناس کی شاخیں (یعنی فروع) بھی اجناس ہی

ہوتی ہیں، اگرچہ ان کے نام ایک جیسے ہوں، جیسے مختلف قسم کے آٹے یا تیل۔(یعنی اگر دو چیزیں نام میں تو ایک جیسی ہوں لیکن ان کی اصل مختلف ہو، مثلاً گیہوں کا آٹا، جو کا آٹا تو شرعی اعتبار سے وہ الگ الگ جنس شمار ہوں گی)۔

ایک جنس کی تر شکل کے بدلے اس کی خشک شکل بیچنا جائز نہیں ہے (اسلئے کہ تر شکل حجم میں بڑی ہوتی ہے جس کی وجہ سے پیمائش میں برابری نہیں آتی ہے) نہ ہی خالص چیز کو ملی جلی چیز کے بدلے بیچنا جائز ہے، اور نہ ہی کچی کو پکی ہوئی کے بدلے۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'مزابنہ' سے منع فرمایا ہے، اور کھجور کو درخت پر لگے ہوئے (رؤوس النخل) کھجور کے بدلے کھجور خریدنا ہے (یعنی تمر کے بدلے درخت پر لگے ہوئے رطب خریدے جائیں۔ اسمیں ربا آسکتا ہے)۔

البتہ 'عرایا' کے معاملے میں اجازت دی ہے (قحط کے وقت کھجور پر لگنے والا پھل کسی محتاج کو ایک سال کیلئے بطور عطیہ دینے کا عرب کے ہاں طریقہ تھا اس کو عرایا کہا جاتا تھا۔ اصطلاحاً بیع عرایا یہ ہیکہ درخت پر لگی ہوئی رطب کو اندازے سے، اپنے تمر کے عوض اسی کے مثل سے معلوم کیل میں فروخت کیا جائے) کہ پانچ وسق سے کم مقدار میں تخمینہ (خرص) لگا کر بیچ دی جائے تاکہ اس کو خریدنے والے اسے تر کھا سکیں (بیع عرایا کے جائز ہونے کیلئے پانچ شرائط ہیں: پہلی: بیع پانچ وسق سے کم میں ہو۔ دوسری: مشتری رطب کھانے کا محتاج ہو۔ تیسری: اس کے پاس نقد نہ ہو جس سے

وہ رطب خرید سکے۔ چوتھی: تمر کی مقدار کیل معلوم ہو پانچویں: طرفین جدا ہونے سے پہلے قبضہ حاصل کرلیں، تمر حوالے کردیا جائے اور رطب سے قبضہ ہٹالیا جائے۔)

جڑوں اور پھلوں کی بیع کا باب

روایت ہیکہ نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کھجور کا درخت زیر گی کے بعد بیچتا ہے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوگا سوائے اسکے کہ خریدنے والا اس کی شرط لگائے۔اسی طرح تمام درختوں میں ہوگا جب پھل ظاہر ہوں گے (تو وہ بیچنے والے کے ہوں گے)۔اگر وہ زمین بیچتا ہے جسمیں ایسی کھیتی ہو جس کو ایک بار ہی کاٹا جاتا ہے(مثلاً گندم، جو وغیرہ) تو وہ بائع کی ہوگی جب تک کہ خریدنے والا اسکی شرط نہ لگائے۔اگر وہ کھیتی دو سے تین مرتبہ کاٹنے کے قابل ہوتی ہے(مثلاً پودینہ، کراث وغیرہ) تو اسکی جڑیں خریدنے والے کی ہوں گی اور بیع کے وقت نظر آنے والی کھیتی بائع کی ہوگی۔

پھلوں کی بیع اور ان میں درستگی کا باب

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں درستگی ظاہر نہ ہو۔اور اگر بھلائی ظاہر ہونے کے بعد پھل کو درخت پر (پکنے اور)توڑنے کے وقت تک رہنے کی شرط پر بیچا جاتا ہے، تو یہ جائز ہو گا۔

لیکن اگر (ایسی حالت میں) پھل کو کوئی آفت یا آفت سماوی پہنچے، تو خریدار کو فروخت کرنے والے پر رجوع کرنے کا حق ہو گا(خریدار بیع فسخ کر کے قیمت واپس لے سکتا ہے)۔کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا:"اگر تم اپنے بھائی کو پھل بیچو اور اسے کوئی آفت پہنچ جائے تو تمہارے لیے حلال نہیں کہ اس سے کچھ لو، تم اپنے بھائی کا مال ناحق کیسے لے سکتے ہو؟"

پھل کی بھلائی (صلاح) کی علامت یہ ہے کہ: کھجور کے پھل (نخل) کا سرخ یا زرد ہو جانا، انگور (عنب) کا پانی دار (مقدار میں بھرپور اور رسدار) ہو جانا، اور دوسرے پھلوں میں نضج (پھل کا پکنا) اور کھانے کے قابل ہونے کا ظاہر ہو جانا ہے۔

باب الخیار

بیع کرنے والے دونوں فریقوں کو خیار (یعنی خیار مجلس) کا حق ہوتا ہے جب تک کہ وہ دونوں اپنے جسم کیساتھ (مقام بیع سے) جدا نہ ہوں (یعنی بیع کو فسخ کرنے کا حق دونوں کو ہوتا ہے جب تک مجلس بیع ختم نہ ہو)۔ اگر دونون علیٰحدہ ہو جائیں اور دونوں میں سے کوئی بیع کو ترک (یعنی فسخ) نہیں کرتا ہے تو بیع لازم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مدت معلومہ کیلئے خیار شرط رکھیں پھر وہ دونوں اس شرط پر ہوں گے (یعنی اس مدت میں شرط رکھنے والے کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو گا) اگرچہ وہ مدت دراز ہو سوائے اسکے کہ وہ دونوں خیار شرط کو لغو کر دیں۔ اگر ان دونوں میں ے کوئی ایک اس چیز میں عیب پاتا ہے جس کو اس نے خریدا جبکہ اس کو عیب کا علم نہ تھا تو اس کو اسے لوٹانا یا ارش عیب (یعنی عیب کی تلافی کے بقدر قیمت) لینا جائز ہو گا۔ جو کچھ مبیع (فروخت ہونے والی چیز) نے پیدا کیا یا اسمیں بڑھوتری آئی جبکہ اس کو عیب کا علم نہ تھا تو وہ خریدار کا ہو گا کیونکہ نفع ضمانت کے بدلے ہوتا ہے (اس قاعدے کا مطلب یہ ہیکہ جو نقصان برداشت کرے گا اسکو فائدہ لینے کا حق بھی ہو گا، جس چیز کی ذمہ داری، خسارے کا بوجھ آپ پر ہو اسکے نفع کا حق بھی آپکو ہوتا ہے)۔ اگر سامان تلف ہو یا غلام آزاد ہو یا اس کو لوٹانا ممکن نہ ہو تو اس کیلئے ارش عیب لازم ہو گا۔

نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی کا دودھ روک کر نہ رکھو(تصریہ یہ ہیکہ مادہ جانور کا دودھ بیچنے سے ایک یا زیادہ دن پہلے سے دھویا نہ جائے تاکہ اسکے تھنوں میں زیادہ دودھ جمع ہو اور خریدنے والا یہ سمجھے کہ یہ جانور کثیر اللبن ہے تو جو اس حالت میں اس کو خریدتا ہے پھر دودھ دھونے کے بعد اس کو دو اختیارات میں سے بہتر کا حق حاصل ہو گا اگر وہ اس سے راضی ہو تو اسے رکھ لے اور اگر وہ اس سے راضی نہ ہو تو اسے واپس کر دے اور ایک صاع کھجور بھی دے(یہ دودھ استعمال کرنے کا معاوضہ ہے)۔اگر اس کو (مشتری کو) تصریہ کا علم(خریدنے کے بعد اور) دودھ دھونے سے پہلے ہو تو اس کو جانور لوٹانا جائز ہو گا اور اس کیساتھ کوئی چیز نہیں دے گا (جب اس نے اس جانور کا دودھ استعمال ہی نہیں کیا تو اس پر اس کا معاوضہ ادا کرنا بھی لازم نہیں ہو گا)۔اس طرح ہر وہ چیز جسمیں دھوکہ دیا گیا ہو جبکہ خریدار کو دھوکے کا علم نہ ہو تو اسے واپس کرنے کا حق ہو گا جیسا کہ وہ لونڈی جس کے چہرے کو سرخ کیا گیا ہو یا اس کے بالوں کو سیاہ کیا گیا ہو یا ان کو گھنگرالے بنایا گیا ہو یا چکی جس پر پانی جمع کیا گیا ہو اور اس پر پھیرا گیا ہو جبکہ اسے خریدنے والے کے سامنے پیش کیا جا رہا ہو(پرانی چکی پر جب پانی انڈیلا جاتا ہے تو اس کی حرکت عمدگی سے ہوتی ہے)۔اسی طرح اگر مبیع میں کوئی ایسی صفت بتائی جائے جس سے اس کی قیمت میں اضافہ ہو پھر خریدار اس میں وہ صفت نہیں پاتا ہو مثلاً: کسی غلام میں کوئی صناعت کی مہارت کا دعویٰ کرنا یا

کتابت کی صلاحیت کا یا سواری کے جانور کو تیز رفتار بتانا یا چیتے کو شکار کا ماہر یا (کسی جانور کو) تربیت یافتہ بتانا یا پرندے کو اچھی آواز والا بتانا اور اس قسم کی دیگر صفات بتانا۔

اگر (بیچنے والا) خریدار کو مال کی قیمت بتاتے ہوئے اسمیں کچھ اضافہ کر دیتا ہے (یعنی اصل قیمت سے زیادہ بتاتا ہے) تو خریدار کو اضافی رقم واپس لینے اور منافع میں سے بھی اس کا حصہ واپس لینے کا حق ہو گا اگر یہ معاملہ مرابحہ کی بنیاد پر ہو (مرابحہ ایسی بیع ہے جسمیں بائع مشتری کو مال کی اصل قیمت اور منافع کی واضح اطلاع دیکر مبیع فروخت کرتا ہے)۔اور اگر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ بیچنے والے نے (مرابحہ میں) قیمت بتانے میں اپنی طرف سے (بغیر دھوکہ دینے کے ارادے سے) غلطی کی (مثلاً اس مال کو غلطی سے کم بتایا) تو مشتری کو مبیع واپس کرنے اور غلطی سے لی گئی رقم لوٹانے کے درمیان اختیار ہو گا۔اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ (راس المال جس کے بدلے بائع نے سامان خریدا تھا وہ) ادھار تھا اور بائع نے خریدار کو یہ نہیں بتلایا تھا تو مشتری کو مبیع واپس کرنے اور اس کو (اس قیمت پر جسے اب خریدا تھا) رکھ لینے کے درمیان اختیار ہو گا۔

اگر ثمن کی مقدار کے بارے میں دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف ہو جبکہ دونوں (اپنی بتائی ہوئے ثمن کے مقرر کردہ ثمن ہونے پر) حلف اٹھائیں تو ان میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہو گا۔سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی ایک فریق دوسرے کے بتائے ہوئے ثمن پر راضی ہو جائے۔

باب السلم (پیشگی خریدی)

(سلم وہ بیع ہے جسمیں خریدار پہلے رقم ادا کردیتاہےاور بائع طئےشدہ مدت کے بعدمال فراہم کرتاہے)حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ثمار میں ایک اور دو سال پہلے سلف (پیشگی خرید) کرتے تھے تو آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ثمار میں سلف کرے تو وہ معلوم کیل ، معلوم وزن اور معلوم مدت کیلئے کرے۔ سلم (پیشگی خرید و فروخت) ہر اس چیز میں جائز ہے جو صفت کے ذریعہ متعین کیا جائے اس کی مقدار کو اس پیمانے کے ذریعہ بیان کیا جائے جس سے اسے کیل یا وزنیا ناپا یا گنِا جاتا ہے۔اس کیلئے معلوم مدت مقرر کرے ۔ خریدار فروخت کنندہ کو ثمن دونوں فریقین کی علٰیحدگی سے پہلے ادا کر دے۔

سلم ایسی چیز میں جائزہے جس کے الگ الگ اجزاء پر معلوم اوقات میں قبضہ کیا جاتاہے۔اگردو چیزوں کیلئے ایک ہی ثمن دےتو یہ جائز نہیں ہو گا حتیٰ کہ ہر چیز کا ثمن واضح ہو ۔ جو کسی ایک چیز میں پیشگی خریدی کرے تو اس کو دوسری چیز کی طرف نہ پھیرا جائے(مثلاً گندم کی پیشگی خرید کرکے مدت پوری ہونے پر کھجور طلب کرنا جائزنہیں ہو گا)۔ پیشگی خریدی ہوئی چیز کی بیع

قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے نہ ہی اسے کسی اور کے ذمے منتقل کرنا جائزہے۔(سلم خاص فریقین کے درمیان ہوتا ہے اسے تیسرے فریق کے ذمہ منتقل کرنا جائز نہیں ہے)اور نہ کلی و جزوی طورپر منسوخ کرنا(اقالہ)جائز ہے کیونکہ یہ فسخ کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

باب القرض وغیرہ

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے ایک نوجوان اونٹ ادھار لیا پھر صدقے کے اونٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو رافع کو حکم دیا کہ اس آدمی کا اونٹ ادا کریں۔ پھر حضرت ابو رافع آپ کے پاس لوٹے تو کہا کہ میں اس میں (صدقہ کے اونٹ میں)صرف چار سالہ اونٹ پاتا ہوں تو آپ صل اللہ علیہ آلہ و سلم نے فرمایا اسکو وہی دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں بہتر ہیں۔ جو کسی چیز کا قرض لیتا ہے تو اس پر اس چیز کی مثل لوٹانا لازم ہوتا ہے اگر وہ مثلی ہو۔ اور اس حدیث کی بناءپر قرض لی ہوئی چیز سے بہتر چیز لوٹانا جائز ہے۔یہ جائز ہیکہ قرض متفرق(تھوڑا تھوڑا) لیا جائے اور یکمشت لوٹا یا جائے جبکہ یہ شرط(یعنی یکمشت ادائیگی کی شرط) نہ لگائی ہو(یعنی تھوڑا تھوڑا لئے گئے قرض میں یکمشت ادائیگی کی شرط لگانا درست نہیں ہے)اگر اسکی مدت مقرر کی جائے گی تو یہ مقرر نہ ہوگی(کیونکہ قرض کا عوض فی الحال ثابت اور مدت دینا قرض خواہ کی طرف سے بطور احسان کے ہے)قرض خواہ کیلیئے کسی نفع کی شرط لگانا جائز نہیں ہے سوائے اسکے کہ وہ رہن یا کفیل کی شرط لگائے(کیونکہ اسمیں قرض کی ادائیگی کی

توثیق ہوتی ہے اور قرضدار پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی ہے ۔قرض کی ادائیگی سے پہلے)قرضدار سے کوئی ہدیہ قبول نہ کیا جائے سوائے اسکے ان دونوں کے درمیان اسکا(ہدیہ پیش کرنے کا)رواج قرض کے معاملے سے پہلے ہو۔

باب احکام الدین

(دین مؤجل کے احکام): جس پر دین مؤجل ہو(یعنی مقررہ مدت والا قرض)اس سے مدت پوری ہونے سے پہلے(ادائیگی کا)مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس پر قرض کی وجہ سے(مدت سے پہلے)مالی تصرفات میں پابندی لگائی جاسکتی ہے نہ ہی اسکو(قاضی کی طرف سے) مفلس قرار دینے پر قرض واجب الادا ہو گا (کیونکہ مدت اسکا حق ہے جو مفلس ہونے سے ساقط نہیں ہوتا ہےاور نہ ہی قرضدار کی موت سے (دین مؤجل واجب الادا ہو گا)جب کہ ورثاء رہن یا کفیل کے ذریعہ اس کی ضمانت دیں۔ اگر قرضدار ایسے سفر پر جانا چاہتاہے جس سے لوٹنے سے پہلے قرض کی مدت ختم ہو جاتی ہے یا نفلی جہاد پر جانا چاہے تو اسکے قرض خواہ کو حق ہے کہ وہ اسکو روک دے سوائے اسکے کہ وہ اسکی (رہن یا کفیل کے ذریعہ) ضمانت دے۔

(تنگدست قرضدار کے احکام:)اگر قرض تنگدست پرواجب الادا ہو چکا ہو تو اسے مہلت دینا واجب ہے۔ اگر وہ (یعنی قرضدار) تنگدستی کا دعویٰ کرے تو اس سے قسم لی جائے پھر اسکی راہ چھوڑ دی جائے سوائے اسکے کہ پہلے سے اس کے پاس مال موجود ہونا معروف ہوتواس کاقول صرف بینہ کے ذریعہ قبول

کیا جائے ۔ اگر قرضدار مالدار ہو اس پر قرض ادا کرنا لازم ہےاگر وہ ادائیگی سے انکار کرے تو قرض ادا کرنے تک اسے قید کیا جائے۔

اگر قرضدار کا مال (یااثاثے)تمام قرضوں کی ادائیگی کیلئے ناکافی ہوں اور اسکے قرض خواہ حاکم سے اسکے مال میں تصرف کرنے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کریں تو حاکم پر لازم ہوگا کہ وہ ان کی درخواست کو قبول کرے۔ جب اس پر تصرف کرنے پر پابندی لگی ہو تو اسکو اپنے مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوگا اور اسکا اپنے مال میں کوئی اقرار قبول نہیں کیا جائے گا(مثلاً:یہ کہنا کہ یہ مال فلاں کی امانت ہے وغیرہ)۔ حاکم اس کے قرض کی ادائیگی کی نگرانی کرے گا(قرض کی ادائیگی میں اس ترتیب سے مال ادا کرے گا:اگر قرضدار کے غلام نے کوئی جنایت کی ہوتو)اسکے غلام یا باندھی کے مجنی علیہ سے شروعات کی جائے گی اور ان دو میں سے کم تر رقم دی جائے گی : ارش کی رقم یا مجرم(غلام یا لونڈی کی قیمت)۔اسکے رہن رکھنے والے(قرضخواہ) کوان دو میں سے کم تر رقم دی جائے:قرض کی رقم یااسکے رہن کا ثمن(مثلاً ایک شخص نے اپنی گھر کو رہن رکھا اور دس لاکھ روپیئے قرض لیا اور گھر کی قیمت پانچ لاکھ تھی تو راہن کو پانچ لاکھ روپیئے دئے جائیں گے اور وہ بقیہ پانچ لاکھ میں باقی قرضداروں کیساتھ شریک ہوگا)اور باقی قرض کیلئے وہ دیگر

قرضداروں کیساتھ شامل ہو گا۔ پھر وہ شخص جو بعینہ اس سامان کو پائے اور جس کو اس نے اس قرضدار کو بیچا تھا اور اسکا کوئی حصہ بھی تلف نہیں ہوا اور نہ اسمیں کوئی متصل زیادتی آئی اور اس نے اس قرضدار سے اسکے ثمن میں سے کچھ نہیں لیا تھا تو وہ اس سامان کو لے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جس نے اپنے سامان کو بعینہ اس انسان کے پاس پایا جو مفلس ہوگیا تو وہ اسکا دوسرے سے زیادہ حقدار ہے ۔ بقیہ مال تمام قرض خواہوں میں ان کے قرضوں کے بقدر تقسیم کیا جائے گا۔اسکے مال کی تقسیم ہونے تک مفلس کے اور اس کے ضروری اخراجات اس کے مال سے ادا کئے جائیں گے ۔ اگر کسی کا حق(اس مفلس پر) ایک گواہ کے ذریعہ ثابت ہو اور یہ مفلس قسم اٹھانے سے منع کرے تو(اس مفلس کے) دیگر قرضخوا ہوں کو اسکی قسم طرف سے قسم اٹھانے کا حق نہیں ہو گا(کیونکہ یہ قرضخواہ کسی دوسرے قرض خواہ کے قرض کی اثبات کیلئے اٹھائیں گے)۔

حوالہ اور ضمان کا باب

جو اپنا قرض اسکے حوالے کرتاہےجس پر اسی قرض کے مثل اس کا قرض ہو(مثلاً: قرضدار اپنے قرضخواہ کو کسی تیسرے شخص کے پاس بھیجے اور کہےفلاں کے پاس جاؤ میرے ذمہ تمہارا جو قرض ہے اسی کے برابر میرا قرض اسکے ذمہ ہے وہ تمہیں دے دے گا) تو وہ(یعنی اسکا قرض خواہ) راضی ہو جاتا ہے تو پہلا قرضدار(محیل)بری ہوجاتاہے۔ جو(اپنا قرض)مالی طور پر مستحکم شخص کی طرف منتقل کرتاہےتو محال علیہ (جسکے ذمہ قرض منتقل کیا گیااس)پر لازم ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام کرے ۔ کیونکہ سیدنارسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ سلم کا فرمان ہے جب تم میں سے کوئی اپنا قرض کسی مالی طور پر مستحکم شخص کے ذمہ منتقل کرتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اسکی پیروی کرے ۔ (ملیء پر احالہ قبول کرنا مستحب ہے اور واجب نہیں ہے حدیث شریف میں امر استحبابی ہے)۔

اگرکوئی اسکی(قرضدار کی) طرف سے ضمانت لیتاہےتو قرض دار بریء الذمہ نہیں ہوتا ہے اور قرض کی ذمہ داری ان دونوں پر ہو جاتی ہے قرضخواہ پھر ان دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرسکتا ہے۔ اگر قرضخواہ اصل قرضدار(مضمون عنہ)سے قرض وصول کر لیتا ہے یااسکا قرض معاف کر دیتا

ہے تواسکا ضامن بریءالذمہ ہوجاتا ہے۔ اگر قرضدار ضامن کو بری کر دیتا ہے تو اصیل(یعنی اصل قرضدار) بری نہیں ہوتاہے۔اگر قرض خواہ(اپنا پوراقرض)ضامن سے وصول کرلیتاہےتو ضامن کو حق ہے کہ وہ قرضدار پر قرض کی رقم کا مطالبہ کرے۔

جو کسی قرضدار کو پیش کرنے کی کفالت کرتا ہےپھر وہ اسے پیش نہیں کرسکتا ہے تو اس پر وہی قرض کی ذمہ داری لازم ہوگی۔اگر وہ قرضدار فوت ہو جائے(جس کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لی گئی تھی) تو اسکا کفیل بری ہوگا۔

باب الرہن

ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہوتی ہے اس کو رہن رکھنا بھی جائز ہوتا ہے اور جس کی بیع جائز نہیں اس کو رہن رکھنا بھی جائز نہیں ہوتا ہے رہن قبضہ کرنے سے لازم ہوتا ہےاور قبضہ (رہن میں دی ہوئی)چیز کی (خاص جگہ) منتقلی ہے اگر وہ منقولی ہو(مثلاً انعام، حبوب وغیرہ)اور دیگر چیزوں میں(رہن)قبضہ ہٹاناہے۔ مرتہن کے(رہن لینے والے کے)امین کا قبضہ مرتہن کے قبضے کے قائم مقام ہوتا ہے۔رہن مرتہن یا اس کے امین کے پاس امانت ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا(اگر کوئی آفت سماوی وغیرہ کی وجہ سے وہ تلف ہو جائے)سوائے اسکے کہ وہ اسمیں زیادتی کرے۔مرتہن رہن میں دی گئی چیز سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں رکھتا ہے سوائے اسکے کہ وہ چیز سواری ہو یا دودھ دینے والی ہو لہٰذا مرتہن چارے کے بقدر سواری کرسکتا ہے اور دودھ دوہ سکتا ہے۔راہن کو اسکی قیمت میں زیادتی اور اسکی کمائی سے فائدہ اٹھانے کا حق ہوگا لیکن یہ (زیادتی و کمائی بھی) مرہون کیساتھ رہن ہوگی(زیادتی عین رہن میں آئی ہے تو یہ بھی رہن میں داخل ہوگی)۔رہن میں دی ہوئی چیز کی کفالت کا بوجھ،اسکی حفاظت اور اگر وہ مر جاتا ہے تو اسکا کفن راہن پر ہوگا(جو درحقیقت اسکا مالک ہے)۔اگر راہن رہن کی ہوئی

چیز کو تلف کرتا ہے یا رہن رکھے ہوئے غلام کو آزاد کر کے یا رہن رکھی ہوئی باندھی سے جماع کر کے اسکو حاملہ کرکے ام ولد کی ولادت کا سبب بن کے اسکو رہن سے نکالتاہے(یعنی رہن کے بطلان کا سبب بنتا ہے)تو اس پر اسکی قیمت لازم ہوگی جو اسکی جگہ رہن ہو۔اگر رہن رکھی ہوئی چیز پر کوئی اور تعدی کرتا ہے تو راہن اسمیں مدعی ہوگا اور جو کچھ اس تعدی کے بدلے میں وصول ہوگا وہ بھی رہن ہوگا۔ اگر رہن خود(یعنی عبد مرہون) کوئی جنایت کرےتو مجنی علیہ(متاثرہ شخص جس پر جنایت کی گئی وہ اس جنایت کے بدلے میں)رہن(یعنی عبد مرہون) کی ملکیت لینے کا حقدار ہوگا۔ اگر راہن اسے فدیہ دے کر چھڑا لے تو وہ اپنی اصل حالت میں رہن ہی ہوگا۔اگر قرض کی ادائیگی کا وقت آتا ہے اورراہن قرض ادا نہ کرپاتاہےتو رہن بیچا جائے گا اور اس کی قیمت سے حق (یعنی قرض)ادا کیا جائے گا اور باقی قیمت راہن کی ہوگی جب بیع میں رہن یا ضامن کی شرط لگائی جاتی ہے پھر راہن رہن اسکے سپرد کرنے سے انکار کرتا ہےاور ضامن ضمانت دینے سے انکار کرتا ہے تو بائع کو فسخ یا بغیر رہن اور بغیر ضامن کے بیع برقرار رکھنے کے درمیان اختیار ہوگا۔

باب الصلح

جو اپنے قرض کا کچھ حصہ معاف کرتا ہے یا اپنے قرضدار کو اسکے پاس موجود اپنی کوئی چیز کا بعض حصہ ہبہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ ہبہ کرنے یا معاف کرنے میں باقی قرض کی ادائیگی کو شرط نہ بناتا ہو(مثلاً: قرضدار یہ شرط لگائے کہ میں قرض اس وقت تک نہ ادا کروں گا جب تک آپ قرض کا کچھ حصہ معاف کریں یا ہبہ کریں) یاوہ اسکے حق کی ادائیگی کا انکار کرتا ہے مگر اسکو اس طرح ہبہ وغیرہ کرنے پر منحصر رکھتا ہے(مثلاً :ایک شخص جس کے قبضہ میں کسی کی کوئی چیز ہو اور وہ یہ کہے کہ میں آپکی اس چیز کا اعتراف اسوقت کروں گا جب آپ مجھے اس میں سے کچھ دیں)یا قرضخواہ مدت سے پہلے کچھ رقم معاف کر دیتاہے تاکہ باقی رقم اس کو جلدی وصول ہو (مثلاً: دس لاکھ روپۓ پانچ سال کے بعد مقررہ مدت پر ادا کرنے کے بجائے آٹھ لاکھ روپۓ فوری ادا کر دئۓ جائیں)۔سونے کے بدلے چاندی لینا اور چاندی کے بدلے سونا ایسا جائز ہے جبکہ تبادلہ اس دن کے بازار کی قیمت کے حساب سے ہو دونوں فریقین ایک ہی مجلس میں قبضہ لیں(یعنی سونا چاندی ایک دوسرے کے حوالے کریں)۔جس کا کسی ایسے شخص پر قرض ہو کہ وہ مدعی علیہ(جس پر دعویٰ کیا گیا) کو اس کا علم نہ پھر وہ کسی چیز پر صلح کر

لیتاہے(تاکہ مدعی علیہ قسم اٹھانے اور خصومت سے بچ جائے) تو یہ جائز ہے۔ اگر فریقین میں سے کسی ایک کو خود کے جھوٹے ہونے کا علم ہو تو صلح اس کے حق میں باطل ہوگی۔ اگر کسی شخص کا دوسرے پر کوئی حق ہو لیکن دونوں کو اسکی مقدار کا علم نہ ہو اور وہ آپس میں کسی معین مقدار پر صلح کر لیں تو یہ جائز ہے۔

باب الوکالہ

(اللہ تعالیٰ اور آدمیوں کے جن حقوق میں نیابت جائز ہو ان میں اپنے جیسے کسی ایسے شخص کو نائب بنانا جسکا تصرف کرنا جائز ہو وکالت کہلاتا ہے)وکالت ہر اس معاملہ میں جائز ہے کہ جسمیں نیابت جائز ہےبشرطیکہ مؤکل اور وکیل دونوں اس معاملہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ یہ ایک ایسا عقدِ جائز ہے جو ان دونوں میں سے ہر ایک کی موت سے(باطل ہو جاتا ہے) اور اسکے(وکیل یامؤکل کی طرف سے)فسخ کرنے سے اور وکیل یا مؤکل کے مجنون ہونے سے یاوکیل یا مؤکل پر سفاہت کی وجہ سے مالی تصرفات میں پابندی لگنے کیوجہ سےباطل ہو جاتا ہے ۔ یہی حکم ہر عقد جائز میں ہوتاہے جیسے شراکت مساقات(درختوں کی آبیاری کا معاہدہ)مزارعہ(کاشتکاری کا معاہدہ) جعالہ(معین کام کیلئے عوض کا معاہدہ)اور مسابقہ(مقابلے کا معاہدہ یعنی یہ تمام عقود طرفین کی طرف سے جائز ہوں گے اور ان عقود کووکیل یا مؤکل میں سے کسی کے فسخ کرنے یا کسی ایک کے فوت ہونےیا مجنوں ہونے یا سفاہت کی وجہ سے مالی تصرفات میں پابندی لگنے کی وجہ سے باطل ہونگے)۔وکیل وہی کام کر سکتاہے جس میں اسے زبانی یا عرف کے مطابق اجازت دی گئی ہو۔(جس کام کیلئے اسکو وکیل بنایا گیا ہو اس کیلئے) وہ کسی اور کو اپنا وکیل نہیں بنا سکتاہے۔اور نہ ہی اپنے

آپ سے وہ کوئی چیز خرید سکتا ہے اور نہ ہی بیچ سکتا ہے سوائے مؤکل کی اجازت سے (اسے ایسا کرنے کی اجازت اگر مؤکل دیتا ہے تب ہی وہ ایسا کر سکتا ہے)۔ اگر کوئی شخص (کسی کیلئے) وہ چیز خریدتا ہے جسکی اسے اجازت نہیں دی گئی پھر (بعد میں) اسے اجازت دی جاتی ہے (یعنی مؤکل کی اجازت کے بغیر خریدی ہوئی چیز کو مؤکل قبول کر لیتا ہے) تو یہ جائز ہوگا ورنہ وہ اسکو خریدنے والے پر لازم ہوگا۔

وکیل ایک امین ہے لہٰذا جب وہ تعدی (غیر مجاز مداخلت یا زیادتی) نہیں کرتا ہے تو تلف ہونے والی چیز میں اس پر ضمان (ہرجانہ) نہیں ہوگا۔ وکیل کا قول حسب ذیل معاملات میں معتبر ہوگا: چیز کی واپسی کے بارے میں، تلف ہونے کے بارے میں، تعدی کے انکار کے بارے میں (یہاں اصل وکیل کے بریء الذمہ ہونے کی ہے لہٰذا جب وہ حلف اٹھائے گا کہ اس نے تعدی نہیں کی تو اس کا قول معتبر ہوگا)۔ اگر وکیل (مؤکل کا) بغیر بینہ کے قرض ادا کرتا ہے (یعنی وکیل قرض کی ادائیگی کا دعویٰ بغیر بینہ کے کرتا ہے مگر قرضخواہ اس کا انکار کرتا ہے) تو وکیل ضامن ہوگا (کیونکہ اس نے قرض کی ادائیگی پر ثبوت نہ لے کر زیادتی کی) سوائے اسکے کہ وہ مؤکل کی موجودگی میں ادائیگی کرتا ہے۔

وکیل کو اجرت (جعل) پر یا بغیر اجرت کے مقرر کرنا جائز ہے۔ اگر مؤکل یہ

کہتا ہے یہ چیز دس ہزار روپیوں میں بیچو جو (اسمیں) اضافہ ہو گا وہ تمہارا ہو گا تو یہ صحیح ہو گا۔

شراکت کا باب

شراکت کی چار اقسام ہیں۔

پہلی شراکت العنان: (اس شراکت میں) دونوں شرکاء اپنے مال اور جسم (یعنی محنت) میں مشترک ہوں گے۔

دوسری شرکت الوجوہ: دونوں شرکاء اپنی سماجی حیثیت (وجاہت) کے بل پر سامان ادھار خریدیں گے (اور بیچیں گے پھر دونوں منافع یا خسارے میں مشترک ہوں گے)۔

تیسری مضاربت: دو میں سے ایک شریک دوسرے کو مال دیگا جسمیں وہ (دوسرا) تجارت کرے گا اور دونوں اسکے منافع میں طئے شدہ شرح پر مشترک ہوں گے۔

چوتھی شرکت الابدان: دونوں شریک جائز چیزوں میں اپنی محنت ملا کر (بغیر سرمایہ کے) کام کریں گے چاہے کسی صناعت کے ذریعہ یا پتوں، لکڑیوں وغیرہ کو جنگل سے جمع کر کے یا شکار کے ذریعہ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی

اللہ عنہ سے مروی ہیکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بدر کے دن سیدنا سعد اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہما سے شراکت کی تھی۔ سعد دو قیدی لے آئے، میں اور عمار کچھ نہ لا سکے۔

ان تمام اقسام کی شراکتوں میں منافع وہی ہو گا جو فریقین نے (باہمی معاہدے کے ذریعہ) طئے کیا ہو۔ خسارہ سرمایہ کے تناسب سے اٹھایا جائے گا۔ یہ جائز نہیں ہیکہ (ان مذکورہ اقسام میں) کسی ایک فریق کیلئے مقررہ رقم طئے کی جائے، کسی خاص چیز سے حاصل ہونے والا منافع (کسی ایک کیلئے) مقرر کیا جائے۔ یہی حکم مساقات (درختوں کی آبیاری کے معاہدے) اور مزارعہ (کاشتکاری کے معاہدے) میں بھی ہو گا(یعنی طرفین میں سے کسی ایک کیلئے پھلوں کی مقدار مقرر کرنا یا کوئی خاص پھل مقرر کرنا جائز نہیں ہو گا)۔ شراکت میں (جو) نقصان (ہواس) کو منافع سے پورا کیا جائے گا کسی فریق کو یہ حق نہیں ہیکہ (اموال شراکت میں سے کوئی مال بغیر صریح اجازت کے) ادھار فروخت کرے اور نہ دوسرے کی اجازت کے بغیر منافع میں سے کوئی چیز لے۔

باب المساقات والمزاعت

(مساقات ایک ایسا معاملہ ہے جسمیں کوئی شخص اپنی زمین یا درخت کسی دوسرے شخص کو دیتاہے تاکہ وہ اسکی آبپاشی اور دیکھ بھال کرے اور اسکے بدلے میں وہ پھل کا ایک حصہ لے۔مزارعت ایک ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے شخص کو دیتاہے تاکہ وہ اسمیں کاشتکاری کرے اور پھل یا فصل کا ایک حصہ لے) مساقات ہر اس درخت کیلئے جائز ہے جو پھل دیتا ہو بشر طیکہ معاہدہ میں پھل کا ایک معین اور مشترکہ حصہ طئے کرلیا جائے۔زمین میں زراعت اسکی پیداوار کے کسی حصہ کے بدلے کرنا جائز ہے خواہ بیج دونوں فریق کی طرف سے ہو یا صرف ایک کی طرف سے۔اسکی بناء سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہے کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ زمین میں کاشت کرنے کے بدلے فصل اور پھل میں سے جو کچھ پیداوار نکلے گی اسکا آدھا حصہ دیں گے ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:بشر طیکہ وہ اپنے مال (بیج،اور اوزار وغیرہ) سے کاشت کریں گے ۔عامل (مزدور) پر (مزارعت اور مساقات میں) وہی کام واجب ہوں گے جو رواج کے مطابق ہوتے ہیں (مثلاً: آبپاشی ، تلقیح ، ہل چلانا ، پانی کے راستوں کی مرمت، فصل کاٹنا،غلہ صاف کرنا وغیرہ)۔

اگر کوئی شخص (اپنا) جانور کسی شخص کو اس شرط پر دیتا ہیکہ وہ اسمیں کام کرے (آبپاشی ، بار برداری ، ہل چلائے) اور جو اجرت حاصل ہو دونوں میں تقسیم ہو تو یہ پچھلی صورتوں پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہو گا۔

باب احیاء الموات

موات وہ مردہ یاویران زمین جسکا کوئی مالک نہ ہو جو شخص اسکو آباد کرتا ہے وہ اسکا مالک ہو جاتا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے تو وہ زمین اسکی ہو گی۔ اس زمین کو آباد کرنا یہ ہیکہ اسے اس مقصد کے قابل بنایا جائے جس کیلیئے وہ درکار ہو مثلاً: اگر وہ کاشتکاری کیلیئے ہو تو اس پر باڑ لگانا، پانی اس تک لانا اور اسمیں پودے لگانا اور کھیتی کرنے سے جو درخت اور پتھر مانع ہوں ان کو اکھیڑنا۔ اگر کوئی اس میں کنواں کھودتا ہے پھر پانی تک پہنچتا ہے تو وہ اس کے حریم (مخصوص حد) کا مالک ہو گا اور حریم ہر طرف سے 50 گز ہے اگر کنواں پرانا ہو اور نئے کنواں کا حریم پچیس گز ہر طرف سے ہو گا۔

باب الجعالہ

جعالہ یہ ہیکہ کوئی شخص یہ کہے جو میری گری ہوئی چیز یا میری گمشدہ چیز لوٹائے گا یا میرے لیئے یہ دیوار بنائے گا اس کیلیئے اتنا (معاوضہ) ہو گا پھر جو شخص یہ کام کرے گا وہ اس جعل کا مستحق ہو جائے گا۔ اسکی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک گروہ کے ایک شخص کو سانپ نے ڈسا تھا۔ تو وہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے پاس آئے اور پوچھا کیا تم میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں، جب تک تم ہمارے لئے کچھ معاوضہ مقرر نہ کرو چنانچہ انہوں نے ان کیلیئے بکریوں ریوڑ معاوضہ میں مقرر کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے لگا اور تھوک لگانے لگا یہاں تک کہ وہ شخص ٹھیک ہو گیا پھر انہوں نے بکریاں لے لیں اور (بعد میں) نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ الاسلام نے فرمایا کہ تمہیں کیسے پتہ کہ سورۂ فاتحہ دم (شفاء) ہے تم بکریاں لے لو اور اپنے ساتھ میرے لئے بھی ایک حصہ رکھو۔ اگر کوئی شخص جعل کی اطلاع سے پہلے لقطہ اٹھالیتا ہے تو وہ اس (جعل) کا مستحق نہیں ہو گا (کیونکہ اس نے یہ کام نیکی کرنے اور احسان کرنے کی نیت سے کیا تھا)۔

باب اللقطہ

لقطہ وہ مال ہے جو اپنے مالک سے گُم گیا ہو)۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔

پہلی: وہ، جس کی قیمت (اتنی) کم ہو (کہ لوگ اسے ڈھونڈنے کی زحمت نہ کریں۔ اسکا حکم یہ ہیکہ) ایسی چیز لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا اس پر اعلان کرائے بغیر جائز ہے (اس کی دلیل) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عصا، کوڑا اور اس جیسی چیزوں کے لینے کی اجازت دی ہے جو کوئی شخص اسے اٹھالے تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

دوسری قسم : وہ جانور جو چھوٹے درندوں سے اپنی حفاظت خود کرسکتے ہیں۔ مثلاً: اونٹ، گھوڑے اور اسی طرح کے دیگر جانور۔ (اسکا حکم یہ ہیکہ) انہیں اٹھانا یا پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (اسکی دلیل یہ ہیکہ) سیدنا نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گمشدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا اس سے کیا لینا دینا ہے اسے چھوڑ دو اس کے ساتھ اسکے جوتے اور اسکی مشکیزہ ہے (یعنی وہ اپنا پانی اور چارہ تلاش کر سکتا ہے) وہ پانی تک پہنچ جائے گا اور درختوں سے کھائے گا یہاں تک اس کا مالک اسے مل جائے گا۔ جو اس (قسم) کو اٹھائے تو وہ اس کا مالک نہیں ہو گا اور (اگر وہ اسمیں زیادتی کرے گا تو) اس پر ضمان لازم ہو گا (کیونکہ اسکا قبضہ

تعدی پر مبنی تھا) اور وہ (اس کی ذمہ داری سے) بری نہیں ہو گا سوائے یہ کہ اس کو امام کے نائب (یعنی قاضئ بلد) کے حوالے کرنے سے۔

تیسری قسم: وہ مال اور سامان جسکی قیمت زیادہ ہو وہ جانور، جو چھوٹے درندوں سے اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتے ہیں تو اس کو اٹھانا جائز ہے لیکن لوگوں کے اجتماعات جیسے بازار یا فرض نماز کے اوقات میں مساجد کے دروازوں پر میں ایک سال تک اس پر اعلان کروانا واجب ہے۔ جب اسکا طالب آجائے اور اور اسکا صحیح وصف بتادے وہ تو اسے بغیر بینہ کے اسکے حوالے کرے۔ اگر (اس مدت میں) کوئی مالک نہ ملے تو وہ چیز اس کے دیگر تمام اموال کی طرح ہے مگر وہ اسوقت تک اسمیں تصرف نہ کرے جب تک کہ اسکا برتن، تھیلی یا ڈوری اور اسکی صفت اعلان میں بیان نہ کر دے۔ پھر جب (ایک سال اعلان کروانے کے بعد) اسکا طالب آتا ہے اور اسکی درست شناخت بتاتا ہے تو لقطہ اس کے حوالے کیا جائے گا یا اگر لقطہ ضائع ہو جاتی ہے تو اس کے مثل چیز اسے دی جائے گی۔ اگر لقطہ کوئی جانور ہو جس پر خرچ کرنا پڑتا ہے یا ایسی چیز ہو جسکے تلف ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس (اٹھانے والے) کیلئے جائز ہے کہ وہ اسے کھالے یا بیچ دے پھر اس کا اعلان کروائے کیونکہ سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سونے اور چاندی کے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اسکی تھیلی، ڈوری پہچان لو پھر اس کا ایک سال

اعلان کراؤ۔ اگر سال میں کسی دن اسکا طالب آتا ہے تو اسے اسکے حوالے کرو پھر آپ نے فرمایا اسے لے لو کیونکہ وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑئے کی ہے۔ اگر بغیر تعدی کے لقطہ اعلان کے سال میں ضائع ہو جاتی ہے تو اسمیں کوئی ضمان نہیں ہو گا۔

لقیط کے بارے میں فصل

لقیط پھینکا گیا بچہ ہے۔ اس پر آزاد ہونے اور مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اس کے پاس جو بھی مال پایا جائے وہ اسی کا شمار ہو گا۔ اسکی ولایت اسکو اٹھانے والے کو حاصل ہو گی جبکہ وہ عادل مسلمان ہو۔ اسکا نفقہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا جبکہ اسکے ساتھ کوئی خرچ کرنے والا مال نہ ہو۔ (اگر لقیط فوت ہو جائے اور اور اسکا کوئی وارث نہ ملے تو) جو کچھ مال وہ چھوڑے فئے شمار ہو گا۔ جو اس بچہ کو خود سے منسوب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اس سے جوڑا جائے گا (چاہے مدعی مسلمان ہو یا کافر) مگر جب مدعی کافر ہو تو اس سے نسب جوڑا جائے گا دین نہیں اور بچہ اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

باب السبق

(سَبق: مقابلہ، سَبَق: انعام۔ سبق سے مراد یہ ہیکہ دو یا زیادہ افراد کسی خاص کام میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں تاکہ سبقت لینے والے کو معلوم کیا جا سکے) تمام چیزوں میں بلا انعام کے مسابقہ جائز ہے (جبکہ اس میں کوئی حرام کام نہ ہو۔ سیدنا نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بدوی سے اونٹ کی دوڑ میں مقابلہ کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیدل دوڑ میں مقابلہ کیا تھا) ۔صرف تین چیزوں میں انعام کیساتھ مسابقہ جائز ہے، گھوڑوں کی دوڑ میں، اونٹوں کی دوڑ میں اور تیر اندازی کے مقابلہ میں کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسابقہ صرف تیر اندازی، اونٹ کے خف، جانور کے کُھر میں ہے۔(ان تینوں میں مسابقہ جہاد کی تربیت اور جنگی مہارتوں کی مشق کیلئے مفید ہوتا ہے اسی لئے ان میں انعام لینا جائز کہا گیا)۔

اگر جعل مسابقہ میں شریک نہ ہونے والوں کی طرف سے ہو تو یہ جائز ہے اور وہ انعام ان دونوں میں سے جیتنے والے کا ہوگا۔ اگر جعل ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو اور انعام دینے والا جیت جاتا ہو یا دونوں ایک ساتھ آتے ہوں تو (ان میں سے ہر ایک صورت میں) وہ جعل محفوظ کرلے گا (جیتنے کی صورت میں وہ انعام کا مستحق ہوگا، دوسری صورت میں وہ اپنا انعام واپس لے گا کیونکہ مسابقہ میں کوئی جیتنے والا

نہیں تھا) اور اسکو انعام کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ اگر دوسرا شخص (یعنی جیتنے والے کو انعام دینے کا وعدہ کرنے والے کے علاوہ شخص) جیت جاتا ہے تو وہ (پورا) جعل لے گا۔ اگر دونوں مقابلہ کرنے والوں نے (مشترکہ طور پر) جعل رکھا تو یہ جائز نہیں ہو گی سوائے اسکے کہ یہ دونوں اپنے درمیان ایک تیسرا شخص (محلِل یعنی مسابقہ کے تنازعہ کو حل کرنے والا) شامل کریں جو اپنا گھوڑا دونوں کے گھوڑوں کے برابر کرے یا اپنا اونٹ دونوں کے اونٹ کے برابر کرے یا اپنا تیر دونوں کے تیر کے برابر کرے کیونکہ سیدنا رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:، جو شخص (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان (دوڑ میں) شامل کرے جبکہ اسے یہ یقین ہو کہ وہ جیت جائے گا تو یہ جُوا نہیں ہے (یعنی محلل کے کھیل میں داخل ہونے سے غیر یقینی صورتحال بنتی ہے جو اسکو جُوا بننے سے روکتی ہے۔ یہی قاعدہ حدیث شریف اور تقریر نبوی صل اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی واضح ہوتا ہے)۔ اگر محلل دونوں سے سبقت لے جاتا ہے تو وہ دونوں کا انعام لے گا اور اگر وہ دونوں میں سے صرف ایک سے سبقت لے جاتا ہے تو وہ انعام لے گا اور اپنے ساتھی کا انعام لے گا(اسی طرح الاقناع میں بھی ہے:سبق احدهماحرز السبقین)۔(اونٹوں یا گھوڑوں کے مسابقہ میں) مسافت کا تعین کرنا، اختتامی حد کا تعین کرنا، (تیر اندازی کے مسابقہ میں تیر کے) ہدف تک پہنچنے کی قدر (مثلاً: یہ کہنا جسکا تیر پانچ بار ہدف تک پہنچے گا وہ جیت جائے گا) ہدف کی کیفیت کی

وضاحت (مثلاً یہ کہنا کہ تیر نشانے کو آر پار کرے یا صرف نشانے کو لگے) اور تیروں کی تعداد کی تعین ضروری ہے (مثلاً: یہ کہا جائے کہ کل 20 تیر چلائے جائیں گے جسکے 20 میں سے 5 تیر نشانے پر لگیں گے وہ جیت جائے گا یا جو پہلے 20 تیروں میں نشانہ لگائے گا وہ جیت جائے گا)۔ تیر اندازی کا مسابقہ ہدف پر درست نشانہ لگانے پر ہونا چاہئے نہ کہ دوری سے نشانہ لگانے (کی صلاحیت) پر۔

باب الودیعہ

(وہ چیز جو کسی کے پاس امانت رکھی جاتی ہے ودیعت کہلاتی ہے جس نے امانت رکھوائی وہ مودِع اور جس کے پاس امانت رکھی گئی وہ مودَع کہلاتا ہے) ودیعت مودَع کے پاس امانت ہے (یعنی اس پر امانت کے تمام احکام نافذ ہوں گے) جب (وہ مودَع اسمیں) زیادتی نہ کرے تب تک اس پر ودیعت میں ضمان نہیں ہوگا۔ اگر وہ ودیعت کو اس جیسی چیزوں کے محفوظ مقام پر نہیں رکھتا ہے یا جس طرح کے محفوظ مقام پر رکھنے کا اسے حکم دیا گیا ہو اس طرح نہیں رکھتا ہے یا ودیعت میں اپنی ذات (کے فائدہ) کیلئے تصرف کرتا ہے یا ودیعت کو ایسی چیزوں میں ملا دیتا ہے جن سے اسے تمیز نہ کیا جاسکے یا ودیعت کو خرچ کیلئے نکالتا ہے پھر واپس رکھتا ہے یا ودیعت کے تھیلے کی مہر توڑتا ہے یا اسکا انکار کرتا ہے پھر اقرار کرتا ہے یا اسکو طلب کرنے پر لوٹانا ممکن ہونے کے باوجود لوٹانے سے منع کرتا ہے تو (ان تمام صورتوں میں) وہ اسکا ضامن ہوگا۔ اگر وہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے امانت نہیں دی پھر (اس انکار کے بعد) اسکے تلف ہونے کا دعویٰ کرتا ہے (تو اس کا قول بغیر بینہ کے نہیں مانا جائے گا) یا وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تلف ہوگئی (یعنی ودیعت نہ دینے کے دعویٰ کے بعد وہ اسکے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے) تو اسکا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ کہتا ہے کہ تمہاری میرے پاس کوئی چیز نہیں، پھر اسکے مالک کو) اسے لوٹانے کا یا اسکے تلف ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اسکا قول قبول کیا

جائے گا (کیونکہ یہ قول "تمہاری میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے" اس چیز کے لوٹانے یا تلف ہونے کے منافی نہیں ہے)۔عاریت میں ضمان آتا ہے اگر مستعیر اسمیں زیادتی نہیں کرتا ہے (عاریت بلا عوض تملیک منافع کو کہا جاتا ہے۔ فائدہ کا مالک بنانے والا معیر اور جس کو مالک بنایا جائے اس کو مستعیر کہا جاتا ہے)۔

باب الاجارہ

اجارہ منافع پر (عوض کے بدلے) عقدِ (معاوضہ) کو کہتے ہیں (اجارہ ایک ایسا عقد معاوضہ یعنی دوطرفین کی لین دین کا معاملہ ہے جس میں عوض کے بدلے کسی چیز کے منافع کا مالک بنایا جاتا ہے۔ ضروی اصطلاحات کی وضاحت: مستاجر: کرایہ پر چیز لینے والا، موجر: کرایہ پر چیز دینے والا، - آجر: اجرت دینے والا - اجیر: اجرت پر کام کرنے والا۔ اجارہ کی مثالیں: عوض کے بدلے مکان میں رہنے کا حق دینا، جانور یا گاڑی استعمال کرنے کا حق دینا، مکان تعمیر کرنے کے بدلے معاوضہ ادا کرنا) جو دونوں فریقوں کیلیئے لازم ہوتا ہے (یعنی اجارہ کا ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد جب فریقین مجلسِ عقد سے جدا ہو جائیں تو اسے منسوخ نہیں کیا جا سکتا ہے سوائے اسکے کہ انہوں نے کوئی شرط رکھی ہو یا دونوں باہمی طور پر راضی ہوں)۔ یہ معاہدہ نہ تو فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے یا نہ پاگل پن کی وجہ سے، نہ معقود علیہ (جس چیز پر معاہدہ ہوا) کے تلف ہونے یا اس کا فائدہ ختم ہونے سے (خود بخود) فسخ ہوتا ہے۔ مستاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی عیب کی وجہ سے معاہدہ ختم کر دے (یعنی وہ عیب اس چیز سے فائدہ اٹھانے میں مانع ہو تو معاہدہ ختم کر سکتا ہے) چاہے وہ عیب نیا ہو یا پرانا۔ معاہدہ معلوم منفعت پر ہی درست ہوتا ہے (جب منفعت مجہول ہو تو اجارہ درست نہیں ہوتا ہے۔ منفعت کا علم) یا تو عرف کے ذریعہ ہوتا ہے مثلاً کسی خاص کپڑے کی سلائی یا

دیوار کی تعمیر یا کسی چیز کو مخصوص جگہ تک اٹھا کر پہنچانا اور اسکی صفات اور اسکی اجرت کی معرفت کو ضبط کرنے سے۔ اگر اجارہ کا معاہدہ کسی خاص چیز پر ہو تو اسکی معرفت ضروری ہے (جس چیز کو کرایہ پر دیا جا رہا ہے اسکو دیکھ کر یا اسکی صفات کی معرفت حاصل کرنے پر اجارہ درست ہو گا)۔

جو شخص کوئی چیز کرایہ پر لیتا ہے اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی جگہ کسی کو (اس چیز سے فائدہ اٹھانے کیلئے) مقرر کرے جو اجارہ پر ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دوسرا شخص اس چیز سے منفعت حاصل کرنے میں اسی کی مثل ہو یا اس سے کم درجہ کا ہو (اسلئے کہ مستاجر اس چیز کی منفعت کا مالک ہے لہذا وہ اب اس سے منفعت حاصل کرنے میں کسی اور کو اپنا نائب بنا سکتا ہے)۔ اگر وہ کسی زمین کو (کسی خاص چیز کی) زراعت کرنے کیلئے کرایہ پر لیتا ہے تو وہ اسمیں ایسی فصل کی کاشت کر سکتا ہے جو ضرر میں اس سے کم ہو (یعنی جس کے اثرات زمین پر کم ہوں) لیکن اگر وہ ایسی فصل کاشت کرتا ہے جو زیادہ نقصان دہ ہو یا اسکا نقصان مختلف ہو تو اس پر اجرتِ مثل واجب ہو گی (یعنی اس مختلف چیز کے نقصان کے حساب سے اجرت واجب ہو گی۔(یعنی اس مختلف چیز کے نقصان کے حساب سے اجرت واجب ہو گی) اگر کوئی شخص کسی خاص مقام تک سفر کرنے کیلئے (سواری) کرایہ پر لیتا ہے تو اسکو یہ جائز ہے (کہ وہ کسی اور مقام تک سفر کرنے کیلئے اس پر سواری کرے اور اضافی اجرت ادا کرے) یا(سواری کو) کسی چیز کے اٹھانے

کیلئے کرایہ پر لیتا ہے پھر اس پر (اشیاء کا) اضافہ کرتا ہے تو اس پر سے زیادہ کرنے کی وجہ سے اجرت مثل واجب ہو گی۔ اس مستاجر پر اس چیز کا ضمان ہو گا اگر وہ (اس زیادتی کے سبب) تلف ہو جائے۔ اگر وہ چیز بغیر تعدی کے تلف ہو جاتی ہے تو مستاجر پر ضمان نہیں ہو گا۔ اس اجیر پر ضمان نہیں ہے جو مخصوص مدت کیلئے اجرت پر کام کرے اور اسکے ہاتھ میں کوئی چیز بغیر کوتاہی کے تلف ہو جائے اور نہ حجام پر اور نہ ختنہ کرنے والے پر نہ طبیب پر (ضمان ہو گا) جبکہ ان کی اپنے فن میں مہارت معروف ہو اور وہ کوئی جنایت نہ کریں (غلطی یا زیادتی نہ کریں)۔ اور نہ چرواہے پر ضمان ہو گا جبکہ وہ تعدی نہیں کرتا ہے۔ دھوبی یا کشیدہ کاری کرنے والا درزی اور ان کے جیسا عمل کرنے والے جو کام کو اپنے ذمہ لیں وہ اپنے کام کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے ضامن ہوں گے اسکے نہیں جو ان کی حفاظت میں تلف ہو تا ہے۔

باب الغصب

غصب ایک انسان کا دوسرے کے مال پر ناحق قبضہ کرنا ہے۔ جو شخص کوئی چیز غصب کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کو (فوراً) لوٹائے اور (غاصب پر یہ بھی واجب ہیکہ) اگر وہ چیز کرایہ پر ملنے والی ہو تو اس چیز کی وہ اجرت مثل ادا کرے جس مدت کیلئے وہ اس کے قبضے میں رہی۔ اگر (غاصب کے پاس) مغصوبہ شئے میں کمی آتی ہے تو غاصب پر نقصان کی قیمت ادا کرنا واجب ہو گا (نقصان سے پہلے کی قیمت اور نقصان کے بعد کی قیمت کا اندازہ کر کے جو فرق آئے گا وہ ادا کرنا واجب ہو گیا)۔ اگر مغصوب چیز (یا عبد) کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو اسکا تاوان غاصب پر ہو گا چاہے وہ جنایت اس کے مالک پر ہو یا اجنبی پر ہو۔ اگر کوئی اجنبی مغصوب کو نقصان پہنچاتا ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ جس سے چاہے تاوان لے۔ اگر مغصوب چیز میں زیادتی آتی ہے (مثلاً دبلا جانور فربہ ہو جاتا ہے یا جانور بچہ جنتا ہے) تو غاصب اس زیادتی کیساتھ اسے لوٹائے گا چاہے وہ زیادتی متصل ہو یا منفصل ہو۔ اگر مغصوب چیز میں زیادتی آتی ہے اور کمی آتی ہے (مثلاً بکری نے بچہ جنا پھر وہ دبلی ہو گئی یا غلام نے غاصب کے پاس کوئی فن سیکھا پھر وہ بیمار ہو گیا) تو غاصب اس اضافہ کیساتھ اسے لوٹائے گا اور اسمیں کمی پر وہ ضامن ہو گا خواہ اس کے عمل کی وجہ سے اسمیں اضافہ ہو یا بغیر اس کے عمل کے اضافہ ہو۔ اگر غاصب (مغصوب) لکڑی کا دروازہ بناتا ہے یا (مغصوب) لوہے کی

سوئی بناتا ہے تو ان دونوں کو ان کے اضافہ سمیت لوٹائے گا اور ان دونوں میں اگر کمی آتی ہے تو نقصان کا وہ ضامن ہو گا۔ اگر وہ روئی غصب کرتا ہے پھر اسے سوت بناتا ہے یا سوت غصب کرتا ہے پھر اسکو کپڑا بناتا ہے یا کپڑا غصب کرتا ہے پھر اس پر کشیدہ کاری کرتا ہے یا کپڑے کو کاٹتا ہے اور سلائی کرتا ہے یا دانہ غصب کرتا ہے پھر وہ کھیتی بن جاتی ہے یا گٹھلی غصب کرتا ہے بھر وہ درخت بن جاتی ہے یا انڈا غصب کرتا ہے پھر وہ چوزہ بن جاتا ہے اور اسی طرح دیگر صورتوں میں اضافہ سمیت لوٹانا واجب ہو گا۔ اگر وہ غلام غصب کرتا ہے پھر اسکے بدن میں یا تعلیم میں اضافہ ہوتا ہے پھر یہ زیادتی ختم ہو جاتی ہے (جبکہ وہ غاصب کے پاس تھا) تو غاصب اس کو اور اضافہ کی (وہ) قیمت لوٹائے گا (جو اسکے پاس ختم ہوئی کیونکہ اس نے مالک کو اس اضافہ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع سے محروم کیا)۔ اگر (مغصوب شئے غاصب کے پاس) تلف ہوتی ہے یا غاصب اسکو لوٹانے سے معذور ہوتا ہے تو اس پر اسکی مثل ادا کرنا واجب ہو گا اگر مغصوب شئے مکیل یا موزون ہو (یا مثلیات میں سے ہو)۔ اگر مغصوب شئے ان چیزوں میں سے نہیں (جنکی مثل ہوتی ہے) تو اسکی قیمت ادا کرنا لازم ہو گا پھر بعد میں غاصب اگر مغصوب شئے لوٹانے کے قابل ہو جاتا ہے تو اسے لوٹائے گا اور (ادا کردہ) قیمت (واپس) لے گا۔ اگر غاصب مغصوب کو اسکی جنس کے جیسی چیزوں میں ملا دیتا ہے کہ جن سے مغصوب کی تمیز نہ ہو تو غاصب پر مغصوب کی مثل ادا کرنا لازم ہو گا۔

اگر وہ مغصوب کو اسکے غیر جنس سے ملاتا ہے (مثلاً زیتوں کے تیل کو تِل کے تیل سے ملا دیتا) تو اس پر اسکی مثل جہاں سے چاہے (مناسب جگہ سے) ادا کرنا لازم ہو گا۔

اگر وہ زمین غصب کرتا ہے پھر اسمیں پودے لگاتا ہے تو اسکے پودے اکھاڑے جائیں گے اور اسے لوٹائے جائیں گے اور زمین پر ہونے والی نقصان کی تلافی اور زمین کے استعمال کا کرایہ ادا کرنا ہو گا۔ اگر وہ زمین میں کھیتی کرتا ہے اور فصل کاٹتا ہے تو وہ زمین لوٹائے گا اور زمین کے استعمال کا کرایہ ادا کرے گا۔ اگر زمین کا مالک فصل کاٹنے سے پہلے پہنچ جاتا ہے تو مالک کو ان دو میں کے درمیان اختیار ہو گا: اسمیں (یعنی کھیتی کو فصل کاٹنے کے وقت تک اس شرط پر رکھنے کی اجازت دے کہ غاصب زمین پر زراعت کی اجرت دے گا) اور کھیتی کو اسکی قیمت غاصب کو دے کر لینے میں۔

اگر وہ باندھی غصب کرتا ہے پھر اسکے ساتھ جماع کرتا ہے اور اولاد پیدا ہوتی ہے تو اس پر حد جاری ہو گی اور اسے لونڈی اور اسکی اولاد واپس کرنا لازم ہو گا اور اس لونڈی کا مہر مثل بھی لازم ہو گا (اور مباشرت سے اس لونڈی میں اگر جسمانی یا نفسیاتی نقص آجائے جس کی وجہ سے اسکی قیمت میں کمی آئے تو) کمی کا ارش ادا کرنا لازم ہو گا اور (استعمال کرنے کی) اجرتِ مثل بھی لازم ہو گی ۔ اگر غاصب لونڈی بیچتا ہے اور خریدار یہ نہ جانتے ہوئے کہ وہ غصب شدہ ہے اس سے جماع کرتا ہے تو خریدار پر اس لونڈی کا مہر واجب ہو گا اور اگر اولاد ہوتی ہے تو خریدار پر اس کی قیمت بھی واجب ہو گی

اور (استعمال کرنے کی) اجرت مثل بھی واجب ہو گی۔ خریدار یہ سب غاصب سے واپس لے سکتا ہے۔

باب الشفعہ

شفعہ ایک شخص کا حق ہے کہ وہ اپنے شریک کے حصے کو اسکے خریدار کے حصے سے واپس لے سکے۔ شفعہ صرف ان سات شرائط کیساتھ واجب ہوتا ہے۔

پہلی: بیع (یعنی شریک کا حصہ دوسرے شخص کی طرف بیع سے منتقل ہونا شفعہ کے واجب ہونے کیلئے ضروری ہے)۔ شفعہ ہبہ کی ہوئی چیز، وقف کی ہوئی چیز، خلع کے عوض، صداق میں واجب نہیں ہوتا ہے (کیونکہ ان میں ملکیت بغیر عوض کے منتقل ہوتی ہے)۔

دوسری: غیر منقولی جائیداد ہونا یا اس سے متصل پودے یا عمارت ہونا۔ (منقولی جائیداد میں شفعہ واجب نہیں ہو گا)۔

تیسری: مشترکہ حصہ ہونا۔ جس حصہ میں حد بندی اور تقسیم ہو جائے اسمیں شفعہ نہیں ہو گا کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حکم دیا جسکی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ پس جب حد بندی ہو جاتی ہے اور راستے الگ ہو جاتے ہیں تو شفعہ نہیں ہوتا ہے۔

چوتھی: چیز ایسی ہو کہ جس کی تقسیم کی جاسکے۔وہ چیز جسکو تقسیم نہ کیا جاسکے جیسے کنواں، حمام اور اسی طرح کی دیگر چیزیں تو اسمیں شفعہ نہیں ہو گا۔

پانچویں: شریک پورا حصہ لے اگر وہ تھوڑا حصہ طلب کرتا ہے تو شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر دو شفیع ہوں (حق شفعہ طلب کرنے والے دو افراد ہوں) تو شفعہ ان دونوں میں ان کے حصوں کے بقدر ہو گا۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنا حق شفعہ ترک کرتا ہے تو دوسرے شفیع پر پورا حصہ لینا یا اسکو ترک کرنا لازم ہو گا۔

چھٹویں: ثمن کی ادائیگی کا امکان ہونا، اگر شفیع ثمن کی ادائیگی سے عاجز ہو اور اگر تھوڑے ثمن کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اسکا شفعہ باطل ہو گا۔ اگر ثمن مثلی ہو (یعنی ثمن نقود یا حبوب ہو) تو شفیع پر بائع کو اسی ثمن کا مثل دینا لازم ہو گا (جس پر اس نے بیچا تھا)۔ اگر ثمن مثلی نہ ہو اس پر اسکی قیمت لازم ہو گی۔ اگر ان دونوں میں اس چیز کے ثمن کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے تو مشتری کی بات بینہ کیساتھ مانی جائے گی۔ (کیونکہ مشتری قیمت سے واقف ہوتا ہے نہ کی شفیع)۔

ساتویں: اسی وقت شفعہ کا مطالبہ کرنا جس وقت (اس کا مشترکہ چیز کی خرید و فروخت کا) علم ہو۔ اگر وہ مطالبہ کو مؤخر کرتا ہے تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا سوائے یہ کہ وہ مطالبہ کرنے سے وہ عاجز ہو، موجود نہ ہو، محبوس ہو یا مریض ہو یا صغیر ہو۔ پھر جب وہ شفعہ پر قادر ہو گا تب اسے شفعہ کا حق حاصل ہو گا البتہ اگر شفیع کیلئے شفعہ کے

مطالبہ پر گواہ بنانا ممکن ہو اور وہ گواہ نہ بنائے تو اسکا شفعہ باطل ہو گا(کیونکہ قدرت کے باوجود گواہ نہ بنانا اسقاط شفعہ کیلیئے کافی ہے)۔ اگر شفیع کو علم نہ ہو حتیٰ کہ تین یا زیادہ خریدار خریدیں تو وہ جس سے چاہے مطالبہ کر سکتا ہے اگر وہ پہلے خریدار سے لیتا ہے (یعنی پہلے پر شفعہ کرتا ہے تو پہلے کو اتنی قیمت ادا کرے گا جتنے میں اس نے خریدا تھا)تو دوسرے خریدار کو پہلا خریدار لوٹائے گا جو رقم پہلے نے لی تھی اور دوسرا خریدار تیسرے کو وہ رقم لوٹائے گا جو اس نے تیسرے سے لی تھی۔ جب شفیع وہ(یعنی مشترکہ حصہ) لیتا ہے اس حال میں کہ اسمیں خریدار کے پودے اور عمارت ہوں تو شفیع اسکو ان کی قیمت دے گا سوائے اسکے کہ خریدار اس (زمین) کو ضرر پہنچائے بغیر ان چیزوں کو اکھاڑنا اختیار کرے۔ اگر اسمیں (بیچی گئی زمین یا باغ میں) کوئی فصل یا پھل موجود ہوں تو وہ مشتری کا ہو گا اسے فصل کاٹنے یا پھل توڑنے تک وہیں رکھا جائے گا۔ اگر وہ ایک ہی عقد میں (زمین کا) حصہ اور تلوار خریدتا ہے تو شفیع صرف زمین کا حصہ اپنے حصے کے مطابق لے سکتا ہے۔

کتاب الوقف

وقف اصل (جائیداد کی ملکیت) کو (کسی کی طرف منتقل ہونے سے) روک دینا (یعنی وقف کی ہوئی جائیداد کا بیچنا، وارث بنانا، ہبہ کرنا جائز نہیں ہوتا ہے) اور اسکے فوائد (یعنی آمدنی وغیرہ) کو راہ خدا میں جاری رکھنا ہے۔ ہر اس چیز کو وقف کرنا جائز ہے جسکی خرید و فروخت جائز ہوتی ہے اور جس سے مستقل فائدہ اٹھایا جاسکے جبکہ اسکی اصل باقی رہے۔ وقف کرنا ان چیزوں کے علاوہ میں صحیح نہیں ہے مثلاً: نقد رقم، کھانے پینے کی چیزیں اور خوشبودار پودے یا پھول وغیرہ (کیونکہ یہ چیزیں فنا ہو جاتی ہیں جو وقف کے منافی ہے کہ وقف میں اصل کو روکا جاتا ہے اور منفعت کو جاری رکھا جاتا ہے۔ وقف صرف نیک کام اور معروف (شرعاً مقبول) امور پر صحیح ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خیبر میں ایک مال ملا ہے اور مجھے کبھی ایسا مال نہیں ملا وہ مجھے بہت عزیز ہے آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو اس اصل جائیداد کو روک دو اور اسے صدقہ کردو جبکہ اس کو نہ بیچا جائے، نہ ہی ہبہ کیا جائے اور نہ ورثہ میں دیا جائے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فقراء، رشتہ داروں، غلام آزاد کرنے، جہاد میں، مسافروں اور مہمانوں پر وقف کیا۔ وقف کے متولی پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ معروف طریقے سے خود بھی اسمیں سے کھائے اور کسی دوست کو کھلائے بشرطیکہ وہ اسے مال بنانے کا ذریعہ نہ بنائے

۔وقف کرنا وقف پر دلالت کرنے والے قول یا فعل سے درست ہوتا ہے مثلاً وہ (واقف) مسجد بنائے اور نماز کیلئے اسمیں اجازت دے یا پانی پینے کی جگہ بنا کر لوگوں کیلئے اسے جاری کر دے۔

وقف کی ہوئی چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے سوائے اسکے کہ اسکے تمام فوائد بالکل ختم ہو جائیں تو اس کو بیچ کر اس کے قائم مقام چیز خریدی جائے۔ موقوف گھوڑا جب جہاد کے قابل نہ رہے تو بیچ کر اسکی جگہ جہاد کے قابل گھوڑا خرید اجائے۔ مسجد جب اپنی جگہ پر مفید نہ رہے تو بیچ کر کسی ایسی جگہ منتقل کی جائے جہاں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔وقف کے انتظام، اسکے مصارف اسکے شرائط، اسکی ترتیب جسے چاہے کسی صفت کے ذریعہ داخل کرنے یا کسی کو کسی صورت کے ذریعہ نکالنے میں وقف کرنے والے کی شرط کیطرف رجوع کیا جائے گا (مثلاً: واقف یہ کہے کہ اس جائیداد کا فائدہ یتیم فقراء کو دیا جائے اور غیر یتیم فقراء کو نہ دیا جائے) اسی طرح وقف کے نگران کے معاملات میں اور اس کے نفقہ میں (یعنی جو کچھ نگران کو وقف کی آمدنی میں سے خود لینے کا حق حاصل ہو)۔ اگر وہ فلاں کی اولاد پر وقف کرتا ہے پھر مساکین پر وقف کرتا ہے تو مذکر اور مؤنث افراد کے حصے برابر ہوں گے سوائے اسکے کہ واقف نے ان میں سے بعض کو ترجیح دی ہو۔ جب ان میں سے کوئی نہ رہے تو وہ مساکین کی طرف لوٹے گا۔ جب وقف ان لوگوں پر ہو جن کو شمار کرنا ممکن ہو تو سب کو اسمیں شامل کرنا لازم ہو گا اور اگر واقف ان کے درمیان ترجیح نہیں قائم کرتا ہے تو سب کو برابر دینا لازم ہو گا۔ اگر ان کا شمار کرنا ممکن نہ ہو (مثلاً: مساکین) تو کسی کو کسی پر ترجیح دینا

جائز ہو گا(نگران اگر کسی کی شدید حاجت کے پیش نظر اس کو ترجیح دے تو یہ جائز ہو گا)اور ان میں سے کسی ایک کو اس سے خاص کرنا جائز ہو گا۔

باب الھبہ

ہبہ کرنا زندگی میں بغیر عوض کے (کسی کو) مال کا مالک بنانا ہے۔(جبکہ واہب کا مقصود معطی کو فائدہ پہنچانا ہو۔اگر اس کا ارادہ آخرت کا ثواب ہو تو اس کو صدقہ کہتے ہیں۔ اگر اس کا ارادہ معطی سے محبت بڑھانا ہو تو اس کو تحفہ کہتے ہیں)۔ ہبہ ایجاب و قبول سے(صحیح ہو تا ہے ایجاب یہ ہیکہ واہب یہ کہے کہ میں نے آپ کو یہ چیز ہبہ کی یا میں نے آپ کو یہ چیز عطا کی یا میں نے آپ کو اسکا مالک بنایا، اور اسی طرح کے الفاظ۔ قبول یہ ہیکہ لینے والا یہ کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا اور اسی طرح کے الفاظ جو قبول کرنے پر دلالت کریں)اور عطیہ سے صحیح ہو تا ہے جو کسی ایسی چیز کے ساتھ دیا جائے جو اس پر دلالت کرتی ہو(یعنی جس کے محل سے معلوم ہو کہ یہ عطیہ ہے مثلاً کسی نے شادی کی تو اسکے دوست نے خوشنما کاغذ میں لپیٹ کر ایک کتاب اسکے پاس بھیجی اور کچھ نہیں کہا تو موقع کی مناسبت سے یہی معلوم ہو تا ہے کہ یہ خوشنما کاغذ میں لپٹی ہوئی کتاب تحفہ ہے)۔ ہبہ قبضہ کرنے سے لازم ہو جاتا ہے(اگر موہوب لہ قبضہ کرلے تو پھر واہب کو اس میں رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا ہے)۔ ہبہ واپس لینا جائز نہیں ہو تا ہے سوائے باپ کو کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کو یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی چیز ہبہ کرے پھر اسے واپس لے سوائے

باپ کے جو اپنی اولاد کو دے۔ اولاد کے درمیان ہبہ میں میراث کے تناسب سے برابری کرنا مشروع ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ اگر واہب کسی شخص سے کہتا ہیکہ میں نے تمہیں اپنا گھر عمر بھر کیلئے دیا یا کہتا ہے: یہ تمہارا عمر بھر کیلئے ہے تو وہ گھر اسکا اور اس کے بعد اسکے ورثاء کا ہو گا۔ اگر کہتا ہے کہ یہ مکان تمہارے لئے تمہاری عمر بھر رہائش کیلئے ہے تو مالک کو حق ہے کہ جب چاہے اسے واپس لے لے (جسے رہائش کی اجازت دی گئی ہو وہ اس مکان کا مالک نہیں بنے گا کیونکہ مالک نے صرف رہائش کا نفع اٹھانے کی اجازت دی تھی تو یہ عاریہ کی طرح ہے)۔

باب عطیۃ المریض

مرض الموت میں مریض(یعنی ایسا شخص جسے شدید بیماری لاحق ہو اور گمان ہو کہ اسی بیماری سے وہ فوت ہو جائے گا) کی طرف سے دئے جانے والے تحفے اور انکی طرف سے جو خوف کی حال میں ہوں (یعنی وہ شخص جو کسی اور سبب سے موت کے ڈر میں ہو) تو اس کے عطیہ کا حکم بھی مرض الموت میں مبتلا شخص کی طرح ہوتا ہے (اسکی مثالیں) دو فوجوں کے درمیان کھڑا ہوا شخص جب قتال شروع ہو، وہ جسے قتل کرنے کیلئے لایا جا رہا ہو، سمندر میں طوفان کے وقت (بادبانی کشتی میں) سوار شخص، جسکے شہر میں طاعون پھیل چکا ہو اور موت وہاں واقع ہو رہی ہو (ان سب کی حالت کو بھی مرض الموت کی طرح سمجھا جائے گا) ان کے تبرعات کا حکم چھ مسائل میں ان کی وصیت طرح ہے۔

پہلا: کسی اجنبی شخص کو ثلث مال سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے۔ کسی وارث کو کچھ بھی دینا جائز نہیں ہے مگر دوسرے ورثاء کی اجازت سے کیونکہ مروی ہیکہ ایک شخص نے اپنے چھ غلام اپنی موت کے وقت آزاد کئے جبکہ اسکا ان کے علاوہ کوئی مال نہ تھا۔ تو سیدنا نبیٔ اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا پھر دو کو آزاد کیا اور چار کو غلام رہنے دیا۔

دوسرا: (اگر کسی نے مرض الموت میں اپنے غلاموں کو آزاد کیا) جب اسکا تہائی مال سب کو آزاد کرنے کیلئے کافی نہ ہو تو پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ غلاموں کو (تہائی مال سے) آزادی دی جائے گی۔

تیسرا: جب وہ (اپنے غلاموں میں سے) کسی ایک غیر معین غلام کو آزاد کرتا ہے یا کسی ایک معین غلام کو آزاد کرتا ہے (پھر وہ بھول جاتا ہے کہ کونسے غلام کو آزاد کیا تھا) تو شک پیدا ہو جاتا ہے تو قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام کو آزاد کیا جائے گا۔

چوتھا: موت کے وقت غلام کو آزاد کرنے کا اعتبار تہائی مال سے ہو گا۔ اگر وہ ایک غلام آزاد کرتا ہے جب اسکے پاس اس کے سوا کوئی مال نہ تھا یا اسے تحفہ دیتا ہے پھر موت کے وقت اتنے مال کا مالک ہوا جو اس غلام کی قیمت کا دگنا تھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اسے آزاد کرنے کے وقت اسکا پورا غلام آزاد ہو چکا تھا (کیونکہ یہ غلام اس کے تہائی مال سے آزاد ہوا ہے) اور جو اس غلام نے آزاد ہونے کے بعد کمایا وہ اسکا مالک ہے (کیونکہ وہ مکمل طور آزاد تھا) لیکن اگر (اس غلام کے آقا) پر ایسا قرض آجاتا ہے جو اس غلام کو گھیر لیتا ہے (یعنی اسکے پاس کوئی اور مال اس غلام کے سوا نہ ہو اور یہ قرض اس غلام کی قیمت کے برابر ہو) تو اس غلام کا کوئی حصہ آزاد نہ ہو گا اور نہ اسکو تحفہ میں دینا یا صدقہ کرنا صحیح ہو گا۔ اگر وہ کسی کیلئے کوئی چیز وصیت میں چھوڑتا ہے پھر ایک زمانے تک موصی لہ اس چیز کو نہیں لیتا ہے تو اسکی موت کے وقت جو قیمت تھی ٹھہرائی جائے گی (یعنی موصیٰ بہ کی قیمت ٹھہرا کر یہ دیکھا جائے گا کہ کیا وہ تہائی مال کے برابر یا اس سے کم ہے اگر ایسا ہے تو وصیت نافذ کی جائے گی اور اگر

اس کی قیمت ثلثِ مالِ میت سے زیادہ ہو تو موصیٰ لہ کو اسمیں سے صرف بقدر ثلث دیا جائے گا) اور قیمت موصیٰ بہ کے لینے کے وقت کی نہیں ٹھہرائی جائے گی۔

پانچواں: موت کے وقت اسکے (یعنی موصیٰ لہ اور معطی) کے وارث ہونے کا اسمیں اعتبار کیا جائے گا (کیونکہ وارث کے حق میں وصیت کرنا درست نہیں ہے کہ وراثت کے مال میں وارث کا حق مقرر ہوتا ہے) اگر وہ اپنے بھائی کو کوئی چیز دیتا ہے یا اس کے حق میں وصیت کرتا ہے اس حال میں کہ اسکی کوئی اولاد نہ تھی پھر اسکا (موصِی کا) بیٹا پیدا ہوتا ہے (یعنی موصِی کی وفات سے پہلے اسکے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے اور وہ زندہ رہتا ہے) تو یہ عطیہ اور وصیت درست ہوگی (کیونکہ میت کا بیٹا میت کے بھائی کو ساقط کر دیتا ہے اب جبکہ میت کا بھائی وارث نہ رہا تو اس کے حق میں وصیت کرنا درست ہوگا) اگر اسکا (موصِی کا) بیٹا ہو پھر وہ مر جائے تو اسکا اپنے بھائی کے حق میں وصیت کرنا یا اسکو کچھ عطا کرنا باطل ہوگا (کیونکہ موصِی کے فرزند کے فوت ہونے سے اسکا بھائی اسکا وارث ہو جائے گا۔

چھٹواں: ورثاء کے (وصیت یا عطیہ کو) رد کرنے یا اجازت دینے کا اعتبار (موصِی یا معطی کی) موت کے بعد ہوگا۔

مرض الموت میں کی جانے والی وصیت، مرض الموت کے عطیہ سے چار امور میں مختلف ہے:

1۔ عطیہ اسی وقت نافذ ہوتا ہے اگر وہ کوئی غلام آزاد کرتا ہے یا اپنا غلام کسی شخص کو عطا کرتا ہے تو (پہلی صورت میں) غلام آزاد ہو جائے گا اور (دوسری صورت میں) وہ شخص

اس غلام کا مالک ہو جائے گا۔ اس (آزاد کردہ غلام) کی کمائی کا مالک وہ خود ہو گا۔ (یہ وصیت سے اس طرح مختلف ہیکہ) اگر وہ اس غلام کے بارے میں وصیت کرتا ہے (یعنی یہ کہتا ہے کہ میرے بعد یہ غلام فلاں کی ملکیت ہو گا) یا اسکو مدبر بناتا ہے (یعنی یہ کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو یہ غلام آزاد ہو گا) تو وہ غلام آزاد نہ ہو گا اور نہ موصی لہ اسکا مالک ہو گا مگر موت کے بعد۔ جو کچھ وہ (غلام) کمائے یا اسمیں منفصل بڑھوتری آئے گی تو وہ ورثاء کی ہو گی۔

2۔ عطیہ کو (موہوب لہ کی طرف سے) قبول یا رد کرنے کا اعتبار عطیہ دینے کے فوری بعد ہو سکتا ہے جیسا کہ صحت مند شخص کے عطیہ میں بھی ہوتا ہے جبکہ وصیت کے قبول یا رد کرنے کا اعتبار موصِی کی موت کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

3۔ عطیہ لازمی ہو جاتا ہے معطی (دینے والا) اسمیں رجوع کا مالک نہیں ہوتا ہے جبکہ وصیت میں موصِی جب چاہے رجوع کر سکتا ہے۔

4۔ جب تمام عطیات میں مال کم ہو جاتا ہے (یعنی ثلث مال تمام عطیات کو پورا کرنے کافی نہ ہو)۔ تو جسے پہلے عطیہ دیا گیا اسے پہلے پورا دیا جائے گا (اور بعد میں جنکو عطیہ دیا گیا ان میں کمی کی جائے گی) جبکہ وصیت، اسمیں اول اور آخر برابر ہوں گے اور جو کمی ہو گی وہ سب پر ان کے وصیت میں حصے کے بقدر ہو گی چاہے وہ وصیت غلام کی آزادی کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ اسی طرح جب تمام عطیات ایک ہی وقت میں دئے جائیں گے تو ان کا حکم وصیت جیسا ہو گا۔

کتاب الوصایا

(وصیت یہ ہیکہ کوئی وفات کے بعد کسی پر احسان کرتے ہوئے اسے اپنے مال کا مالک بنائے یا اسمیں تصرف کرنے کی اجازت دے۔وصیت کرنے والے کو موصِی کہتے ہیں۔ جس کے حق میں وصیت کی گئی اسکو موصٰی لہ اور جس چیز کی وصیت کی گئی اسے موصیٰ بہ کہتے ہیں)۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ میں صاحب مال ہوں میری بیٹی ہی میری وارث ہے کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا تو کیا آدھا کروں؟ آپ علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا: ایک تہائی؟ آپ علیہ وآلہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا ایک تہائی بہت ہے تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو بہ نسبت اس کے کہ انہیں محتاج چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں: متفق علیہ)۔ جو شخص کچھ مال چھوڑے اس کیلئے اپنے مال کے پانچویں حصے میں وصیت کرنا مستحب ہے۔ وصیت کرنا اور غلام کو مدبر بنانا ہر اس شخص کی طرف سے صحیح ہوتا ہے جسکا ہبہ کرنا صحیح ہوتا ہے- عاقل بچہ کی اور بے عقلی کی وجہ سے مجور علیہ قرار دئے جانے والے (یعنی جس کو اپنے مال میں تصرف کرنے پر پابندی لگی ہو) کی وصیت صحیح ہوتی ہے۔(عاقل بچہ اور بے عقلی کی وجہ سے جو مجور علیہ قرار دیا جاتا ہے اس سے ضیاع مال کا خوف ہوتا ہے جبکہ یہ خوف وصیت

میں نہین ہوتا ہے اسلئے اس کا وصیت کرنا درست ہوتا ہے)۔ ہر اس کے حق میں وصیت کرنا درست ہوتا ہے جس کو ہبہ دینا درست ہوتا ہے (اگرچہ وہ کافر ہو جیسا کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنھا کے اپنے یہودی بھائی کے ساتھ معاملہ سے ثابت ہے)۔ حمل کے حق میں وصیت کرنا درست ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اسکے حق میں وصیت کرتے وقت حمل موجود تھا۔ ہر اس چیز میں وصیت کرنا درست ہے جس میں کوئی جائز فائدہ ہو مثلاً: شکاری کتا، بکریوں کی حفاظت کرنے والا کتا۔ معدوم چیز میں وصیت کرنا درست ہے جیسے وہ حمل جو اسکی باندھی اٹھاتی ہو یا وہ پھل جو اسکے درخت مستقبل میں اٹھاتے ہوں (کیونکہ بیع سلم کے ذریعہ ان کی تملیک جائز ہوتی ہے)۔ اس چیز میں وصیت جائز ہے کہ جس کو حوالے کرنے کی وہ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ مثلاً :ہوا میں پرندے، پانی میں مچھلی (موصی لہ جب بھی ان کو حاصل کرنے کی قدرت پائے گا تب وہ ان کو حاصل کر سکتا ہے)۔ وہ (موصِی) جس کا مالک نہ ہو اسمیں وصیت کرنا درست ہے مثلاً: سو درہم جس کا وہ مالک نہیں (اگر وہ موت کے وقت اتنے دراہم کا مالک ہو جاتا ہے تو وصیت درست ہو گی ورنہ باطل ہو گی۔ غیر معین چیز میں وصیت کرنا درست ہے جیسے اسکے غلاموں سے ایک غلام اور میت کے ورثاء ان غلاموں میں سے جو چاہیں موصیٰ لہ کو دیں گے (کیونکہ مجہول چیز ورثاء کی طرف وراثت کے ذریعہ منتقل ہو جاتی ہے)۔ مجہول چیز میں وصیت کرنا درست ہے جیسے اسکے مال کے ایک حصہ میں یا اسکے کچھ حصے میں اور ورثاء اسکو جو چاہے دیں گے (وصیت جب معدوم میں جائز ہے تو مجہول میں بطریق اولیٰ جائز ہے۔

اگر موصِی اسکے حق میں اپنے ورثاء میں سے کسی ایک کے حصے کے مثل کی وصیت کرتا ہے تو اس کا حصہ ان میں سے (ورثاء میں سے) سب سے کم حصہ پانے والے کے برابر ہو گا۔ (کیونکہ اس حصہ میں یقین ہے اور جو اس سے زیادہ ہو اسمین شک ہے) اور (تقسیم کے وقت) ایک حصہ بڑھایا جائے گا۔ (پہلے ورثاء کا مسئلہ بغیر وصیت سے حل کیا جائے گا پھر موصیٰ لہ کا حصہ الگ سے شامل کیا جائے گا اسی کو مصنف نے کہا کہ ایک حصہ بڑھایا جائے گا) اگر میت تین بیٹے چھوڑتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کے حصہ کے برابر کی وصیت کرتا ہے تو موصیٰ لہ کا ایک چوتھائی ہو گا۔ اگر اس مسئلہ میں بیٹوں کے ساتھ ایک صاحب فرض ہو جیسے ماں تو مسئلہ بغیر وصیت کے 18 سے درست ہو گا پھر ایک بیٹے کے حصہ کے برابر بڑھایا جائے گا تو مسئلہ "23" سے ہو گا۔ اگر اس نے ایک کیلئے ورثاء میں سے کسی ایک کے حصہ کے برابر کی وصیت کی اور دوسرے کیلئے باقی مال کے سدس کی وصیت کی تو سدس باقی والے کو اس صاحب فرض کی طرح بنایا جائے گا کہ جس کا حصہ سدس باقی ہے اور ما قبل مسئلہ کی طرح تصحیح کی جائے گی۔ اگر دوسرے شخص کے حق میں وصیت ثلث مابقی کے سدس کی کرے تو اس کی تصحیح برابر اسی طرح ہو گی جیسا ہم نے پہلے کہا پھر مسئلہ میں (یعنی 23 میں) اسکا دُگنا اضافہ کیا جائے گا (46+23) تو مسئلہ 69 سے جا ہو گا اور سدس والے موصیٰ لہ کا ایک سہم ہو گا اور باقی کے چار حصے تین بیٹوں اور دوسرے موصیٰ لہ کے ہونگے۔ اگر بیٹے تین سے زیادہ ہوں گے تو ان کی زیادتی کے بقدر صاحب سدس کا حصہ ہو گا۔ اگر بیٹے چار ہوں تو اسکو تصحیح شدہ مسئلہ میں سے دو سہام دئے جائیں گے۔ اگر بیٹے پانچ

ہوں تو اسکے تین سہام ہوں گے۔ اگر وصیت بھی باقی ربع کے ثلث کی ہو اور بیٹے چار ہوں تو اس موصیٰ لہ (صاحب ثلث باقی ربع) کا ایک سہم ہو گا۔ اگر بیٹے چار سے زیادہ ہوں تو اسکا ان میں ہر ایک کے ساتھ ایک سہم بڑھے گا۔

اگر کوئی (شخص اپنے کسی) وارث کے حصے سے دوگنی یا تین گنا وصیت کرتا ہے تو اسکو اس وارث حصے کے دوگنا یا تین گنا ملے گا۔ اگر وصیت کسی مشترکہ حصے مثلاً تہائی یا چوتھائی کی ہو تو موصیٰ لہ حصہ اسکے مخرج سے لے گا اور باقی ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ اگر دو مشاع حصوں مثلاً تہائی اور چوتھائی کی کرتا ہے تو وہ دو مخرج سے لئے جائیں گے جو بارہ ہو گا اور باقی ورثاء میں تقسیم ہو گا۔

اگر ورثاء وصیت کو رد کرتے ہیں (یعنی ایک تہائی سے زیادہ مال دینے پر راضی نہیں ہوتے ہیں) تو وصیت کو صرف ثلث تک محدود کیا جائے گا اور باقی دو تہائی ورثاء کا ہو گا۔ اگر وہ اپنے مال میں کسی معین چیز کی وصیت کرتا ہے (مثلاً کسی خاص مکان یا زمین کی وصیت کسی کے حق میں کرتا ہے) اور وہ مال ملک سے زیادہ ہوتا ہے تو موصیٰ لہ کا ثلث کے برابر ہو گا (اور جو تہائی سے زیادہ ہو گی وہ باطل ہو گی) الا یہ کہ ورثاء اجازت دیں اگر وصیتیں مال سے زیادہ ہوتی ہیں مثلاً ایک شخص نے ایک کو تہائی اور دوسرے کو پورے مال کی وصیت کی تو ثلث (3/1) کو کل مال (3/3) سے ملایا جائے گا تو وہ چار تہائی (3/4) ہو جائے گا۔ اگر ان دونوں میں (حسب وصیت) مال تقسیم کرنے کی ورثاء اجازت دیتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان مال چار حصوں میں تقسیم ہو گا (پہلے موصیٰ لہ کو ایک سہم اور دوسرے

کو تین سہام دئے جائیں گے۔ اگر ورثاء ان کے حق میں اس طرح تقسیم کرنے کو رد کرتے ہیں تو موصی کے مال کے ثلث کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور 3: 1 کے حساب سے یہ ثلث تقسیم ہو گا)۔

اگر کوئی شخص ایک خاص چیز کی وصیت پہلے ایک کے حق میں کرتا ہے پھر وہی چیز کی دوسرے کے حق میں وصیت کرتا ہے یا کسی کو وصی بناتا ہے پھر کسی دوسرے کو وصی بناتا ہے تو وہ دونوں کے درمیان تقسیم ہو گی۔ اگر وصیت میں کہتا ہے کہ میں نے جو پہلے شخص کیلئے وصیت کی تھی وہ دوسرے کیلئے ہے تو پہلی وصیت باطل ہو گی (کیونکہ اسکا ایسا کہنا پہلی وصیت سے رجوع کرنے کو بتلا رہا ہے)

فصل (وصیت کے باطل ہونے کے متعلق):

جب وصیت باطل ہو جاتی ہے یا اسکا کچھ حصہ باطل ہوتا ہے تو مال وارثوں کو واپس جائے گا (مثلاً اگر کوئی وصیت کرتا ہے کہ زید کا غلام 100 (درہم / دینار) میں خریدا جائے پھر آزاد کیا جائے پھر غلام فوت ہوجاتا ہے یا اسکا مالک اسکو بیچنے سے انکار کرتا ہے تو سو (درہم / دینار) ورثاء کے ہوں گے۔ اگر کوئی 100 (درہم / دینار) وقف گھوڑے پر خرچ کرنے کی وصیت کرتا ہے (یعنی اس گھوڑے کے چارے یا اسکے دیگر ضروریات پر) پھر وہ گھوڑا مر جاتا ہے تو وہ رقم (یعنی 100 درہم یا دینار یا اسکا بقیہ) ورثاء کی ہوگی۔ اگر موصیٰ لہ کہتا ہے (یعنی جسکے حق میں مثلاً پانچ لاکھ کی وصیت کی گئی تھی تاکہ وہ موصی کی طرف سے حج کرے) مجھے حج کے خرچ سے زائد دو تو اسے کچھ نہیں دیا جائے گا (کیونکہ میت نے صرف اسکی طرف سے حج کرنے کیلئے پانچ لاکھ کی وصیت کی تھی اور پانچ لاکھ میں حج کرنا ممکن ہے) اگر موصیٰ لہ موصِی کی موت سے پہلے فوت ہوتا ہے یا (موصی کی موت کے بعد) موصیٰ لہ وصیت قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو موصی بہٖ وارثوں کے کی طرف لوٹایا جائے گا (اسکے قبول نہ کرنے پر اسکا حق ساقط ہوجائے گا پھر وہ مال ورثاء میں انکی میراث کے بقدر تقسیم ہوگا)۔ اگر وہ ایک زندہ اور ایک مردہ شخص کے حق میں وصیت کرتا ہے (مثلاً وہ یہ کہتا ہے فلاں اور فلاں کو میرا ایک تہائی مال میری موت کے بعد دینا جبکہ موصِی کو دوسرے موصیٰ لہ کے مردہ ہونے کا علم نہیں تھا) تو زندہ شخص کیلئے وصیت کا

نصف ہو گا (اور مردہ شخص کا حصہ ساقط ہو گا) اگر وہ اپنے ایک وارث اور ایک اجنبی شخص کیلیئے اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کرتا ہے (تو تہائی کا نصف یعنی) سدس اجنبی کا ہو گا اور وارث کا سدس (دیگر ورثاء کی) اجازت پر موقوف ہو گا (اسلئے کہ وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہوتی ہے الا یہ کہ دیگر ورثاء اس ایک وارث کے حق میں وصیت کے نفاذ کی اجازت دیں۔ اگر وہ اجازت نہیں دیتے ہیں تو وہ سدس تمام ورثاء میں ان کے حصوں کے تناسب میں تقسیم ہو گا)۔

باب الموصی الیہ

(موصی الیہ یا وصی وہ شخص ہوتا ہے جسے وصیت کے ذریعہ کسی ذمہ داری پر مقرر کیا جائے جیسے موصِی کے مال کی نگرانی یا اسکے بچوں کی نگرانی کرنا) ہر مسلمان، عاقل، عادل مرد، عورت کو موصی الیہ بنانا جائز ہے ان کاموں کے کرنے کیلیئے جن کا صدور موصِی سے جائز ہوتا ہے جیسے موصِی کا قرض ادا کرنا، اسکی وصیت تقسیم کرنا اور اسکے بچوں کے امور میں نگرانی کرنا (یا اسکی بیٹیوں کا نکاح کروانا)۔ جب کسی شخص کو اپنے بچوں یا اس کے پاگل قریبی رشتہ داروں کی ولایت کی وصیت کرتا ہے تو اسکی ولایت اس پر ثابت ہو جاتی ہے اور وصی کا تصرف ان کے حق میں ان چیزوں میں نافذ ہوں گا جسمیں ان کا فائدہ ہو جیسے خرید و فروخت، ان کو دیا گیا ہبہ قبول کرنا، ان پر خرچ کرنا اور معروف طریقہ سے ان پر خرچ کرنا جو ان کے زیر کفالت ہوں، ان کیلیئے تجارت کرنا، منافع کے ایک حصہ میں سے مال دے کر مضاربت کرنا۔ اگر وہ ازخود ان کیلیئے تجارت کرتا ہے تو منافع میں سے وہ کسی چیز کا حقدار نہیں ہوگا (کیونکہ نفع ان بچوں کے مال سے پیدا ہوا ہے اسلیئے یہ انہی کا حق ہے) وصی اپنے لیئے کوئی تنخواہ مقرر نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ اسوقت جائز ہو گا جب کوئی معاہدہ ہوا ہو۔ وصی خود اپنے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا)۔ وصی کو اجازت ہیکہ حاجت کے وقت ان کے مال سے اپنے کام کے بقدر مال لے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہو گا۔ اگر وہ مالدار ہو تو ان کے مال میں سے نہ لے کیونکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "جو غنی ہو وہ بچتا رہے اور جو فقیر ہو

وہ کھائے معروف طریقہ سے (سورۂ نساء:6)۔اسے یہ حق نہیں ہیکہ وصیت کرے ان چیزوں میں جن میں اسے موصی الیہ بنایا گیا(یعنی وہ اپنے مرنے کے بعد یا اپنی حیات میں کسی اور کو ان بچوں یا مجانین کا وصی نہیں بنا سکتا ہے) اور نہ ان کے مال میں سے اپنے لئے خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ایسا کرنا والد کیلئے جائز ہے(یعنی اپنے بچوں کے مال سے وہ سامان خریدے جسکا وہ مالک ہے یا اپنے مال سے وہ سامان خریدے جس کے بچے مالک ہیں) اور نہ ملائے بچہ یا پاگل کا مال (اپنے مال سے)سوائے باپ یا اسکا وصی یا حاکم (باپ اپنے مال کو بچوں کے مال سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسمیں بچوں پر کمال شفقت ہوتی ہے)۔

فصل(حجر اور رشد کی آزمائش میں)

ان کے ولی کو یہ حق ہیکہ وہ غیر بالغ تمیز والے بچہ کو مالی تصرف کی اجازت دے تا کہ وہ اسکے رشد کی آزمائش کرے۔ رشد کے معنٰی یہاں پر مال میں درست تصرف کرنا ہے (کیونکہ بچے کو اسکے مال میں تصرف سے روکنا اسکے مال کی حفاظت کی خاطر تھا)۔ جب ولی کو بچہ کے رشید ہونے پر اطمینان ہو جاتا ہے پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو ولی اسے اس کا مال حوالے کر دے گا (یعنی رشید ہونا اور بالغ ہونا یہ دو علامتیں جمع ہو جائیں گی تو مال اس کے حوالے کرنا واجب ہو گا جب مال اسکے حوالے کرے گا تب) اس پر (دو گواہوں کی) گواہی قائم کرے گا (اور مال حوالے کرے گا) چاہے مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ پس اگر اس میں سفاہت (ناسمجھی کے سبب مال میں غیر درست تصرف کرنا) لوٹ آتا ہے تو اسمیں حجر لوٹایا جائے گا (یعنی اس پر مالی تصرفات میں پابندی عائد کی جائے گی) اسکے مال کے بارے میں صرف حاکم فیصلہ کرے گا (کیونکہ اسکو مجور علیہ بنانے میں حاکم کا حکم ضروری ہے لہٰذا اس پر حجر صرف حاکم کے حکم سے برخواست ہو گا۔ اسکا اپنے مال میں اقرار کرنا قبول نہیں کیا جائے گا (مثلاً : وہ مجور علیہ بننے کے بعد یہ اقرار کرتا ہے کہ فلاں شخص کا اس پر قرض ہے) اسکا حدود، قصاص، طلاق میں اقرار کرنا قبول ہو گا (کیونکہ وہ صرف مال میں مجور علیہ ہے اور اپنی جان کے اقرار میں غیر متہم ہے)۔ اگر وہ طلاق دیتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے تو طلاق

نافذ ہو گا سوائے اس کے آزاد کرنے کے (غلام آزاد کرنا مال میں تصرف ہے لہٰذا اس کا غلام آزاد کرنا درست نہیں ہو گا)۔

فصل(غلام کو تصرف کی اجازت دینے کے بارے میں): جب آقا اپنے غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دیتا ہے تو اسکا خرید و فروخت کرنا، اقرار کرنا درست ہو گا(کیونکہ اسکو تصرف سے روکنا اس کے آقا کے حق کی وجہ سے تھا جب اسکے آقا نے اسے اجازت دے دی تو پھر اسکا تصرف جائز ہو گا)۔ اسکا تصرف اسی قدر مال میں نافذ ہو گا جتنے میں اسے اجازت دی گئی۔ اگر اسکا آقا اسے تصرف کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور منع نہیں کرتا ہے تو محض اس (سکوت) سے وہ اسکا اجازت یافتہ نہیں ہو جاتا ہے(کیونکہ خاموشی میں اذن اور عدم اذن دونوں کا احتمال ہوتا ہے)۔

کتاب الفرائض

یہ میراث کی تقسیم کا باب ہے۔ وارث کی تین اقسام ہیں۔ صاحب فرض، عصبہ اور ذور حم۔
اصحاب فروض دس ہیں، زوجین، ابوین، دادا، دادی، بیٹیاں، پوتیاں، بہنیں، اخیافی بھائی۔

فصل: باپ (کو ترکہ میں سے حصہ ملنے) کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حال جسمیں اس کا سدس ہوتا ہے اور یہ نرینہ اولاد کیساتھ ہوتا ہے۔ ایک حال جسمیں وہ عصبہ بنتا ہے اور یہ اولاد کی غیر موجودگی میں ہوتا ہے۔ ایک حال جس میں بیٹی کی موجودگی میں باپ کی دو حالتیں جمع ہوتی ہیں (یعنی اسکو سدس بھی ملتا ہے اور وہ عصبہ بھی بنتا ہے)

فصل: دادا کی حالتیں باپ کی طرح ہیں اور اسکی ایک چوتھی حالت بھی ہے اور وہ (میت کے) حقیقی بھائیوں، حقیقی بہنوں اور علاتی بھائی بہنوں کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ اسمیں دادا کا ان سے (یعنی حقیقی یا علاتی بھائی بہنوں سے) مقاسمہ کرتے ہوئے 'ایک بھائی کی طرح یا ثلث جمیع مال' میں سے زیادہ حصہ ہوتا ہے۔ اگر ان کیساتھ ایک ذو فرض ہو تو وہ ذو فرض اپنا مقررہ حصہ لیتا ہے پھر داد کا مقاسمہ میں سے زیادہ حصہ ہوتا ہے یا ثلث باقی یا سدس جمیع مال میں سے زیادہ حصہ ہوتا ہے- حقیقی بھائی بہن اس میں (مقاسمہ میں) علاتی بھائی بہن کی طرح ہیں جبکہ وہ تنہا ہوں پھر جب وہ جمع ہو جائیں تو حقیقی بھائی بہن علاتی بھائی بہن کیساتھ ملکر دادا سے مزاحمت کرتے ہیں پھر حقیقی بھائی بہن، علاتی بھائی بہن کو جو حاصل ہو لے لیتے

ہیں۔ سوائے یہ کہ حقیقی بھائی بہن میں سے ایک بہن ہو تو وہ نصف لے گی اور جو بچ جائے گا وہ علاتی بھائی بہن کا ہو گا۔ اگر مقررہ حصہ صرف سدس باقی رہتا ہے تو وہ دادا لے گا اور بھائی بہن ساقط ہو جائیں گے سوائے مسئلہ اکدریہ میں اور اس مسئلہ میں ورثاء میں شوہر، ماں، بہن اور جد ہیں۔ تو شوہر کا نصف، ماں کا ثلث، دادا کا سدس، بہن کا نصف ہو گا۔ پھر بہن کا نصف اور دادا کے سدس کے ان دونوں میں تین حصے ہوں گے۔ مسئلہ کی تصحیح 27 سے ہو گی۔ دادا کے مسائل میں صرف اسی مسئلہ میں عول ہوتا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں شوہر نہ ہو تو ماں کا ثلث مابقی ہو گا اور دادا اور بہن کے درمیان تین حصے تقسیم ہوں گے اور اس مسئلہ کا نام خرقاء رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کثرت سے اختلاف ہوا ہے۔ اگر ان کیساتھ بہن یا علاتی بہن ہو تو مسئلہ 90 سے درست ہو گا اور اس کا نام تسعینیہ زید رکھا گیا ہے۔ جد کے اخیافی بھائی بہنوں اور بھائی بہنوں کی اولاد کو ساقط کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

<u>فصل، ماں (کو ترکہ میں حصہ ملنے) کی چار حالتیں:</u> ایک حالت جسمیں اس کا سدس (چھٹواں حصہ) ہوتا ہے اور یہ میت کے بیٹا بیٹی (یا پوتا، پوتی) کیساتھ یا (ہر جہت سے) بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ کیساتھ ہے۔

دوسری حالت جسمیں زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ دینے کے بعد اس کا ثلث باقی ہوتا ہے۔ یہ حالت میت کے باپ اور زوجین میں سے کسی ایک کیساتھ ہے۔

تیسری حالت جس میں اسکا کل مال کا ثلث ہوتا ہے اور یہ اس کے (مذکورہ احوال کے) سوا ہے (یعنی جب میت کا بیٹا یا پوتا کوئی نہ ہو اور ہر جہت سے بھائی بہنوں میں بھی کوئی بھی نہ ہو)۔

چوتھی حالت: اور وہ یہ ہیکہ جب اسکی اولاد کی ولدیت کا لعان کے ذریعہ انکار ہوتا ہے یا وہ ولد الزنا ہوتا ہے تو ماں اس بچہ کی عصبہ ہو گی جبکہ اسکا کوئی عصبہ نہ ہو۔

<u>فصل وراثت میں جدہ کا حصہ</u>: جب میت کی ماں موجود نہیں ہوتی ہے تو جدہ ایک ہو یا زیادہ اسکا سدس ہو گا جبکہ وہ ایک درجہ کی ہوں۔ اگر بعض جدات دوسری جدات کے مقابلہ میں میت سے قریب تر ہوں تو سدس قریب تر جدہ کا ہو گا۔ جدہ وارث بنتی ہے جبکہ اس کا بیٹا زندہ ہو (یعنی جدہ اپنے بیٹے کی وجہ سے محجوب نہیں ہو گی)۔ تین سے زیادہ جدات وارث نہیں بنتی ہیں۔ نانی، دادی، دادا کی ماں اور وہ جدات جو ان کی مائیں ہوں اگرچہ وہ اوپر کے درجہ میں ہوں۔ وہ جدہ وارث نہیں جو میت کے ایسے کی باپ سے منسوب ہو جو دو ماؤں کے درمیان ہو (یعنی جد فاسد کی ماں وارث نہیں بنتی ہے اسکو جدۂ فاسدہ کہتے ہیں) اور نہ وہ جدہ وارث بنتی ہے جو اس باپ کی جہت سے منسوب ہو جو جد سے اعلیٰ ہو۔ اگر میت اپنی ماں کی دو جدات اور باپ کی دو جدات چھوڑتا ہے تو میت کے نانا کی ماں ساقط ہو گی اور وراثت میں باقی تین جدات کا حصہ ہو گا۔

فصل (بیٹیوں کا وراثت میں حصہ): ایک بیٹی کا نصف اور دو یا زیادہ بیٹیوں کا دو تہائی حصہ ہوتا ہے۔ جب میت کی بیٹیاں نہ ہوں تو اس کی پوتیاں بیٹیوں کے درجے میں ہوتی ہیں۔ اگر بیٹیاں اور پوتیاں جمع ہو جاتی ہیں تو پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں سوائے اسکے کہ ان کے ساتھ کوئی مذکر ہو یا ان سے نیچے کے درجہ میں کوئی مذکر ہو تو وہ باقی مال وراثت میں اپنے ساتھ ان کو عصبہ بنائے گا۔

فصل (بہنوں کا وراثت میں حصہ) حقیقی بہنیں اپنے حصہ میں بیٹیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ حقیقی بہنوں کیساتھ علاتی بہنوں کا تقسیم وراثت میں وہی معاملہ ہے جو بیٹیوں کیساتھ پوتیوں کا ہوتا ہے۔ بہنوں کو صرف ان کا بھائی عصبہ بناتا ہے۔ بہنیں بیٹی کیساتھ ہوں تو عصبہ بن جاتی ہیں اور بقیہ مال لیتی ہیں اور ان کا کوئی مقررہ حصہ اس صورت میں نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بیٹی، پوتی اور بہن کے درمیان تقسیم وراثت میں ہیکہ: اسمیں میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کی طرح فیصلہ کروں گا: بیٹی کا نصف پوتی کا سدس اور جو باقی ہو وہ بہن کا ہو گا۔

فصل (اخیافی بھائی بہنوں کا وراثت میں حصہ): اخیافی بھائی ہو یا بہن ایک ہو تو سدس اور دو ہوں تو سدسان کے مالک ہوں گے۔ اگر وہ دو سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

باب الحجب

حقیقی بھائی بہن تین کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں: بیٹا، پوتا اور باپ۔ علاتی بھائی بہن انہی تین اور حقیقی بھائی کی وجہ سے ساقط ہوتے ہیں اخیافی بھائی بہن چار کی وجہ ہے ساقط ہوتے ہیں: بیٹا یا بیٹی، پوتا، پوتی، باپ اور دادا۔ دادا باپ کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے۔ ہر جد اس سے قریب تر جد کی وجہ ساقط ہوتا ہے۔

باب العصبات

عصبہ (بنفسہ) ہر وہ مرد ہے جو بغیر واسطے کے میت سے سے ملتا ہو یا کسی مرد کے واسطے سے میت سے ملتا ہو سوائے شوہر کے (کہ یہ اصحاب فروض میں سے ہے) اور (عصبہ بنفسہ) آزاد کردہ باندھی اور اسکے عصبات ہیں (حالانکہ وہ عورت کی جہت سے میت سے منسوب ہیں)۔ ان میں وراثت کا حقدار وہ ہو گا جو ان میں سے میت سے زیادہ قریب ہو۔ ان میں سے سب سے قریب بیٹا ہوتا ہے پھر اسکا بیٹا نیچے تک پھر باپ پھر اسکا باپ اوپر تک جبکہ بھائی موجود نہ ہو (مگر الاقناع میں ہیکہ عصبات میں بھائی کا درجہ دادا کے بعد کا ہے) بھر علاتی بھائی پھر ان کے بیٹے نیچے تک پھر جد کے بیٹے پھر انکے بیٹے۔ قریب کے درجے بنو الاب کی موجودگی میں دور کے درجہ کے بنو الاب وارث نہیں بنتے ہیں اگرچہ اسی طرح نیچے تک

ہو۔ وراثت کا حقدار باپ کا وہ بیٹا ہو گا جو میت سے زیادہ قریب ہو۔ اگر ان کے درجے برابر ہوں تو حقدار وہ ہو گا جو حقیقی بھائی ہو۔

ان میں سے چار مرد ایسے ہیں جو اپنی بہنوں کو عصبہ بناتے ہیں اور مال وراثت کو تقسیم کرتے ہیں اس حال میں کہ مرد کا دو عورتوں کے جیسا حصہ ہوتا ہے۔ وہ چار مرد یہ ہیں: بیٹا، پوتا حقیقی بھائی، علاتی بھائی۔ (عصبات میں سے) وہ مرد جو ان چار کے سوا ہیں ان کے وارث ہونے میں وہی منفرد ہوں گے (یعنی ان کی بہن وارث نہیں ہوں گی) مثلاً بھائی کے بیٹے، چچا (کیونکہ ان افراد کی بہنیں ذوی الارحام میں سے ہیں)۔ جب ورثاء میں صرف عصبہ ہوتا ہے تو وہ سارے مال کا وارث ہوتا ہے۔ اگر اسکے ساتھ کوئی دوا لفرض ہو تو تقسیم کی ابتداء ذوالفرض سے کی جائے گی اور باقی حصہ عصبہ کا ہو گا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصحاب فروض کو ان کا حصہ دو باقی سب سے قریبی مرد کو دو۔ اگر ورثاء میں شوہر، ماں اور بھائی اور حقیقی بھائی ہوں تو شوہر کا نصف، ماں کا سدس، اخیافی بھائیوں کا ثلث ہو گا اور حقیقی بھائی ساقط ہوں گے اس مسئلہ کو مشترکہ یا حماریہ کہا جاتا ہے (حقیقی بھائی اسلئے ساقط ہوں گے کہ وہ عصبہ ہیں اور یہاں اصحاب فروض میں سارا مال مستغرق ہو رہا ہے)۔ اگر حقیقی بھائیوں کی جگہ حقیقی بہنیں ہوں تو ان کا ثلثان ہو گا اور مسئلہ کا عول دس سے ہو گا اس مسئلہ کا نام ام لفروخ ہے۔

اگر اولاد میں کوئی خنثیٰ ہو تو اسکی پیشاب کی جگہ کا (اس کے جنس کے تعین کرنے میں) اعتبار ہو گا۔ اگر وہ مردانی عضو سے پیشاب کرتا ہے تو وہ مرد شمار ہو گا۔ اگر وہ زنانی عضو

سے پیشاب کرتا ہے تو وہ عورت شمار ہو گی۔ اگر ان دونوں میں برابر ہو تو وہ خنثیٰ مشکل شمار ہو گی۔ اسکا آدھا حصہ مرد کا اور آدھا حصہ عورت کا ہو گا۔ اسی حکم کا اعتبار اسکی دیت اور اسکے جرح میں ہے۔ اسکی شادی کروانا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

باب ذوی الارحام

ذورحم ہر وہ قریبی رشتہ دار ہے جو نہ ذوی الفروض میں سے ہے اور نہ عصبہ ہے۔ عصبات اور ذوی الفروض کی موجودگی میں ذوی الارحام وراثت کے حقدار نہیں ہوتے ہیں مگر زوجین میں سے کسی ایک کی موجودگی میں (وہ وراثت کے حقدار ہوتے ہیں اس صورت میں) احد الزوجین سے بچنے والا ترکہ ان کا ہوتا ہے بغیر حجب اور عول کے (یعنی اگر ذوی الارحام کے مسئلہ میں عول ہو تو حصوں میں بھی کمی احد الزوجین پر نہیں ہو گی بلکہ ان کو ان کا پورا حصہ ملے گا)۔ ذوی الارحام طریقہ تنزیل سے وارث بنتے ہیں یعنی ان میں سے ہر شخص (ذوی الفروض یا عصبات میں سے) اس کے درجہ میں ہو گا جسکا وسیلہ وہ پکڑ رہا ہے لہٰذا بیٹی کی اولاد، پوتی کی اولاد بہن کی اولاد اپنی اپنی ماؤں کے درجے میں وارث بنیں گی۔

بھائیوں کی بیٹیاں، چچوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے اپنے اپنے باپ کی طرح ہوں گے۔ پھوپھیاں اور والد کا علاتی بھائی باپ کی جگہ پر ہوں گے۔ ماموں، خالائیں اور ماں کا باپ ماں کی جگہ پر ہوں گے۔ اگر ان کے ساتھ ایک ہی جہت کے دو یا زیادہ افراد ہوں تو وراثت میں وہی مقدم ہو گا جو زیادہ حقدار ہو (یعنی جو زیادہ قریب ہو مثلاً: ماں کا باپ اور ماں کے بھائی ہوں تو نانا کی وجہ سے ماموں ساقط ہو گا کیونکہ باپ کی وجہ سے بھائی ساقط ہوتا ہے۔ اگر خالہ کیساتھ ماں کے باپ کی ماں ہو تو خالہ وارث ہو گی اور نانا کی والدہ ساقط ہو گی)۔

اگر وہ درجہ میں برابر ہوں تو مال پہلے ان کے درمیان تقسیم ہو گا جن کے وسیلہ سے یہ لوگ میت سے مل رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا مال اس شخص کیلئے مقرر ہو گا جسکے کے واسطے سے وہ وارث بنا ہے (یعنی واسطہ کو بنیاد بنا کر حصہ ملے گا)۔ مردوں اور عورتوں میں (تقسیم کے دوران) برابری کی جائے گی جبکہ ان کی جہات برابر ہوں۔ اگر کوئی میت ایک نواسہ، دوسری بیٹی کی بیٹی، تیسری بیٹی کی بیٹی چھوڑتا ہے تو تینوں بیٹیوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہو گی پھر ان کے اولاد میں تقسیم ہو گی۔ (پہلی بیٹی کے) بیٹے کا ثلث ہو گا (دوسری بیٹی کے) بیٹی کا ثلث ہو گا، (تیسری بیٹی کے) بیٹے اور دوسری بیٹی کے در میان ثلث برابری سے تقسیم ہو گا۔ اگر وہ تین مختلف (حقیقی، علاتی اور اخیافی) پھوپھیاں چھوڑتا ہے تو (ماں کے حصہ کے) ایک تہائی کے تینوں خالاؤں میں پانچ حصے تقسیم ہوں (حقیقی خالہ کو نصف علاتی کو سدس اور اخیافی کو سدس ملے گا) اور مسئلہ کی 15 سے تصحیح ہو گی۔ اگر ذوی الارحام کی جہات مختلف ہو جاتی ہیں تو دور والے ذو رحم کو اتار کر اسکے وارث سے ملا دیا جائے گا (ہر ذو رحم وراثت کے حصول میں اپنے اس رشتہ دار کا قائم مقام ہو جائے گا جو میت کا وارث بن سکتا تھا۔ مثلاً میت کی نواسی، بھانجہ، خالہ اور پھوپھی اگر موجود ہوں تو نواسی میت کی قائم مقام ہو گی اور اسے نصف ملے گا۔ خالہ ماں کی قائم مقام ہو کر سدس پائے گی پھوپھی باپ کی قائم مقام ہو کر باقی مال پائے گی بھانجہ بہن کا قائم مقام ہو گا اسلئے وہ ساقط ہو گا کیونکہ باپ کی موجودگی میں بہن ساقط ہوتی ہے)۔

ذوی الارحام کی تین جہات ہیں:

1۔بنوہ(بیٹے کی طرف سے رشتہ داری)

2۔امومہ(ماں کی طرف سے رشتہ داری)

3۔ابوہ(باپ کی طرف سے رشتہ داری)

باب اصول مسائل

مسئلہ بنانے کے سات اصول ہیں(ان میں سے چار وہ اصول جن میں عول نہیں ہوتا ہے یہ ہیں:)

1. نصف تنہا ہو تو اصل مسئلہ دو ہو گا۔
2. ایک تہائی اور دو تہائی کا مخرج تین ہو گا۔
3. چوتھائی تنہا ہو (تو اصل مسئلہ چار ہو گا) یا چوتھائی نصف کیساتھ ہو تو اصل مسئلہ چار ہو گا۔
4. ثمن تنہا ہو یا نصف کیساتھ ہو تو اصل مسئلہ آٹھ سے ہو گا۔

ان چار اصولوں میں عول نہیں ہوتا ہے۔(وہ تین اصول جن میں عول ہوتا ہے یہ ہیں:)

1. جب نصف کیساتھ ثلث یا ثلثان یا سدس ہو تو اصل مسئلہ چھ ہو گا اور اسمیں عول دس تک ہو گا۔
2. اگر ربع ان تینوں (یعنی ثلث یا ثلثان یا سدس) میں کسی ایک کے ساتھ ہوں تو اصل مسئلہ بارہ ہو گا اور عول سترہ تک ہو گا۔
3. اگر ثمن کیساتھ سدس یا ثلثان ہو تو اصل مسئلہ چوبیس ہو گا اور عول ستائیس تک ہو گا۔

باب الرد

جب ذوی الفروض میں سارا مال تقسیم نہ ہو اور عصبہ بھی موجود نہ ہو تو باقی مال نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر لوٹایا جاتا ہے۔ اگر ان کے (یعنی نسبی ذوی الفروض کے) فروض مختلف ہوں (جیسے ماں اور بیٹی) تو ان کے سہام کے چھ کا مخرج بنایا جائے گا اور ان کے عدد سہام کو ان کا (مردود علیہ کا) مخرج بنایا جائے گا۔ اگر کسی فریق کے سہم میں کسر آتا ہے تو ان کے عدد کو ان کے عدد سہام میں ضرب دیا جائے گا۔ اگر مردود علیہ کیساتھ زوجین میں سے کوئی ایک ہوں تو اس کو اسکا حصہ اسکے مخرج سے دیا جائے گا (یعنی شوہر یا بیوی کے فرض سے ہمنام عدد سے پہلے اسکا مسئلہ بنایا جائے گا پھر اسی سے اسکا حصہ دیا جائے گا) اور باقی کو اہل رد کے مسئلہ میں تقسیم کر دیا جائے گا اگر وہ تقسیم ہوتے ہیں ورنہ (یعنی اگر احد الزوجین کے مسئلہ کا باقی اہل رد پر تقسیم نہ ہو) تو اہل رد کے مسئلہ کو احد الزوجین کے مسئلہ میں ضرب دیا جائے پھر اسکے بعد (حاصل ضرب سے دونوں مسائل کی) تصحیح ہو گی جیسا کہ ہم عنقریب بتائیں گے۔ جس مسئلہ میں عصبہ وارث بنتے ہیں اسمیں عول اور رد نہیں ہوتا ہے۔

مسائل کی تصحیح کا باب

جب ورثاء میں کسی ایک فریق کے حصے میں کسر آتا ہے تو ان کے عدد کو یا اس کے وفق کو (اگر ان کے سہام اور اصل مسئلہ میں توافق ہو تو یا اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اہو تو اس کے عول کو یا اگر نقص ہو تو اسکے نقص کو) اصل مسئلہ میں ضرب دو پھر ان میں سے ہر ایک کو اسی سے ضرب دو جس سے ان کے مجموعہ کو ضرب دیا (اس طرح تصحیح ہو جائے گی)۔ اگر دو یا زیادہ فریقوں کے حصوں میں کسر آتا ہے اور (فریقین کے اعداد کے درمیان) تماثل ہو تو ان میں سے کسی ایک سے کافی ہو گا (یعنی کسی بھی ایک عدد کو مخرج اور فریقوں کے سہام میں ضرب دینا تصحیح کیلئے کافی ہو گا)۔ اگر (فریقوں کے اعداد کے درمیان) تناسب ہو (یعنی تداخل ہو اور وہ یہ ہیکہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹ دے) تو بڑے عدد سے کافی ہو گا (یعنی بڑے عدد کو مخرج اور فریقوں کے سہام میں ضرب دینا تصحیح کیلئے کافی ہو گا)۔ اگر ان کے درمیان تباہن ہو تو اعداد کو آپس میں ضرب کو دیا جائے گا (حاصل ضرب کو مخرج اور سہام میں ضرب دیا جائے گا) اگر ان کے درمیان توافق ہو تو کسی ایک عدد کے وفق کو دوسرے عدد میں ضرب دیا جائے گا پھر جب حاصل ضرب اور تیسرے عدد میں توافق ہو تو اسکو یا اسکے وفق کو تیسرے عدد میں ضرب دو پھر حاصل ضرب کو مخرج میں ضرب دو پھر ہر وہ فریق جس کا اصل مسئلہ میں سے کچھ حصہ ہو اسکو اس عدد سے ضرب دو جس سے مخرج کو ضرب دیا تھا۔

باب المناسخات

(مناسخات یہ ہیکہ کسی میت کے ورثاء تقسیم ترکہ سے پہلے فوت ہو جائیں)جب میت کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض ورثاء فوت ہو جاتے ہیں اور دوسری میت کے ورثاء اسکے وارث اسی تناسب سے بنتے ہیں جس تناسب سے وہ پہلی میت کی میراث پاتے ہیں تو دوسری میت کے ورثاء میں مال تقسیم کر دو یہ تمہیں کافی ہو گا۔(دوسری صورت یہ ہیکہ) ان کی میراث ہر میت سے مختلف ہو تو تُو دوسرے میت کے مسئلہ کی تصحیح کرے گا اور اسمیں پہلی میت سے ملنے والے سہام تقسیم کرے گا۔ اگر وہ برابر تقسیم ہو جاتا ہے (پہلی میت سے ملنے والے سہام دوسری میت میں برابر تقسیم ہو جاتے ہیں)تو دونوں مسئلے اس سے صحیح ہوں گے جس سے پہلا مسئلہ درست ہوتا ہے۔ اگر وہ تقسیم نہیں ہوتا ہے تو دوسرا مسئلہ یا اسکا وفق پہلے مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا پھر ہر وہ وارث جسکا پہلے مسئلہ میں حصہ تھا اسکو دوسرے مسئلہ یا اسکے وفق سے ضرب دیا جائے گا۔ جس کا دوسرے مسئلہ میں حصہ تھا اسکو میت ثانی کے سہام یا سہام کے وفق میں ضرب دو پھر اسی طرح کیا جائے گا ان مسائل میں بھی جو (مذکورہ مسائل سے) زیادہ ہوں (یعنی اگر دوسری میت کے ترکہ کی تقسیم سے پہلے تیسرے شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو ایک کے ترکہ کی تقسیم مذکورہ طریقے پر ہو گی۔

باب موانع ارث

(موانع ارث سے مراد وہ صفات ہیں جو اگر وارث میں موجود ہوں تو وہ اپنے مورث کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے)۔ یہ تین ہیں۔

پہلی: اختلاف دین: ایک مذہب کا ماننے والا دوسرے مذہب کے ماننے والا کا وارث نہیں ہوتا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے مسلمان کا وارث کافر نہیں بنتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا وارث بنتا ہے۔ آپ علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے بھی کہ دو مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے ہیں۔ مرتد کسی کا وارث نہیں ہوتا ہے اگر وہ فوت ہوتا ہے تو اس کا مال فئے ہو جاتا ہے۔

دوسری: غلامی: غلام کسی کا وارث نہیں بنتا ہے اور نہ اس کا کوئی مال ہوتا ہے جس سے وراثت ملے۔ البتہ جسکا کچھ حصہ آزاد ہوتا ہے تو وہ خود بھی وارث بن سکتا ہے اور دوسروں کو بھی وارث بنا سکتا ہے اور وہ اپنی آزادی کے بقدر دوسرے وارثوں کا حصہ بھی روک سکتا ہے (یعنی اسکی موجودگی کیوجہ سے جو ورثاء محجوب ہوں گے وہ اسکی آزادی کے بقدر ہی محجوب ہوں گے)۔

تیسری: قتل (یعنی اپنے مورث کا قتل کرنا) قاتل مقتول بغیر حق کا وارث نہیں بنتا ہے۔ اگر کسی کے حق کے بدلے میں وہ اپنے مورث کا قتل کرتا ہے مثلاً بطور حد کے قتل کرنا یا بطور قصاص کے قتل کرنا، عادل (بادشاہ) کا اس پر بغاوت کرنے والا کا قتل کرنا اسکی میراث سے محروم نہیں کرتا ہے۔

باب متفرق مسائل کے بیان میں

جب کوئی مرتا ہے اور ایسا حمل چھوڑتا ہے جو اس کا وارث بن سکتا ہے تو دو لڑکوں کے حصے روکے جائیں گے اگر دو لڑکوں کے حصے زیادہ ہوں ورنہ دو لڑکیوں کے حصے روکے جائیں گے اور ہر وارث کو یقینی حصہ دیا جائے گا اور باقی روکا جائے گا حتیٰ کہ واضح ہو جائے (یعنی وضع حمل کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ لڑکا تولد ہوا یا لڑکی)۔

اگر ورثاء میں کوئی گمشدہ شخص ہو جس کی کوئی خبر نہ ہو تو ہر وارث کو یقینی حصہ دیا جائے گا اور باقی حصہ روکا جائے گا حتیٰ کہ اسکا حال معلوم ہو جائے۔

اگر مریض اپنی بیوی کو اپنے وہ مرض جسمیں اسکی موت واقع ہونے کا خوف ہو میں طلاق (بائن) دیتا ہے جس میں اتہام ہو کہ اس نے اپنی بیوی کو میراث سے محروم رکھنے کی نیت سے طلاق دی تو اسکی میراث ساقط نہیں ہو گی جب تک کہ وہ عدت میں ہے۔ اگر وہ طلاق رجعی ہو تو وہ دونوں (یعنی زوجین) عدت میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے چاہے طلاق صحت میں دی جائے یا مرض (الموت) میں۔

اگر تمام ورثاء کسی شخص کے حق میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کے ساتھ وراثت میں شریک ہے اور وہ شخص بھی ان کی تصدیق کرتا ہے (کہ وہ ان کے ساتھ وراثت میں شریک ہے) یا وہ (جسکے حق میں وارث ہونے کا اقرار کیا جائے) نابالغ ہو اور مجہول النسب ہو تو اس کا نسب اور وراثت دونوں ثابت ہو جائیں گے۔ اگر اس کے وارث ہونے کا بعض ورثاء

اقرار کرتے ہیں تو اسکا نسب ثابت نہیں ہو گا (کیونکہ نسب کی تبعیض نہیں ہو سکتی ہے)۔ اقرار کرنے والے کے ہاتھ میں جو مال اسکی میراث کا ہے اسکا بچا ہوا مقرلہ کا ہو گا (مثلاً: زید کے ورثاء میں اس کے دو بیٹے ہیں۔ ان میں سے ایک بیٹا کسی تیسرے شخص کے حق میں اقرار کرے کہ یہ ہمارا بھائی ہے اور دوسرا انکار کرتا ہے تو مال صرف دو بھائیوں میں تقسیم ہو گا۔ مقِر کے حصے سے مقرلہ کو حصہ دیا جائے گا)۔

باب الولاء

ولاء(آزاد کردہ غلام سے تعلق وراثت کا حق)اس کیلئے ہو گا جس نے غلام کو آزاد کیا چاہے دونوں (آزاد کرنے والے اور آزاد شدہ)کا دین مختلف ہو (آزاد کرنے والا اس معتَق کا عصبہ بن جاتا ہے پھر نسبی عصبات کی عدم موجودگی میں وہ اسکا وارث بنتا ہے اور اسکا نکاح میں ولی بنتا ہے ہے بعد موت اس کی تغسیل و تکفین اسکی نماز ادا کرنے اور اسکی تدفین میں اسکو ولایت حاصل ہوتی ہے)۔اگر وہ اسکو قریبی رشتہ داری یا کتابت یا تدبیر یا استیلاد کیوجہ سے آزاد کرتا ہے تو اسکور(آزاد کرنے والے کو) معتَق پر ولاء حاصل ہو گا اور معتَق کی اولاد پر بھی ہو گا چاہے وہ اولاد کسی آزاد عورت، آزاد شدہ عورت یا باندھی سے ہو اور اس کے آزاد کردہ غلام (یعنی اصل معتِق کو اپنے معتَق کے معتَق پر ولاء حاصل ہو گی اور اسکی (معتَق کی) اولاد کے آزاد کردہ غلاموں پر اور آزاد کردہ غلاموں کی اولاد پر اور انکے (معتَق کی اولاد کے) آزادہ کردہ غلاموں پر جب تک ہمیشہ نسل چلتی رہے۔ وہ (آزاد کرنے والا) ان کا (آزاد کردہ غلاموں کا وارث بنتا ہے جبکہ اسکو کوئی اسکی میراث سے مجوب کرنے والا نہ ہو امثلاً : معتَق کے اگر نسبی ذوی الفروض ہوں تو معتِق مجوب ہو جائے گا پھر اس کے (معتِق کے) عصبات اس کے بعد وارث ہوں گے۔جو کہتا ہے: "اپنے غلام کو آزاد کرو اس کا ثمن مجھ پر لازم ہے" پھر وہ آزاد کرتا ہے تو ایسا حکم دینے والے پر غلام کا ثمن لازم ہو گا اور اس کو(آزاد کرنے والے کو)اس (آزاد کردہ غلام) کا ولاء حاصل ہو گا۔

اگر وہ "میری طرف سے" نہیں کہتا ہے تو قیمت اس پر ہو گی اور ولاء معتِق کیلئے ہو گی۔ اگر وہ اپنا غلام (صدقہ کی نیت سے) کسی زندہ شخص کی طرف سے اس شخص کے ایسا کرنے کے لئے کہنے کے بغیر آزاد کرتا ہے یا کسی میت کی طرف سے آزاد کرتا ہے تو ولاء معتِق کیلئے ہو گی۔ لیکن اگر کسی کے حکم پر آزاد کرتا ہے تو ولاء اس شخص کیلئے ہو گا جسکی طرف سے آزاد کیا گیا(یہاں غلام کا مالک آزاد کرنے کا حکم دینے والے کا وکیل بن گیا ہے تو ولاء "معتق عنہ" کی ہو گی)۔ اگر آزاد زوجین میں سے کوئی ایک پیدائشی طور پر آزاد ہو(یعنی دوسرا پیدائشی آزاد نہ ہو پہلے غلام یا باندھی تھی)تو ان کی اولاد پر (احد الزوجین کے آزاد کرنے والے کو) ولاء نہیں ہو گا(کیونکہ اگر ماں پیدائشی طور پر آزاد ہو تو اولاد ولاء کے رد میں ماں کی تابع ہو گی۔ اگر باپ پیدائشی طور پر آزاد ہو تو بچہ پر اسکی پیروی میں ولاء نہیں ہو گا)۔ اگر ان میں سے کوئی ایک رقیق (غلام یا باندھی) تو بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہو گا۔ اگر ماں کنیز ہو گی تو اس کا بچہ اسکے آقا کا غلام ہو گا۔ اگر آقا ان بچوں کو آزاد کرتا ہے تو ان بچوں کی ولاء اسی کو حاصل ہو گی اور کسی صورت ولاء اس سے نہیں نکلے گی (یعنی اس کنیز کی اولاد کو جس کا شوہر آزاد ہے اس کنیز کا آقا آزاد کرتا ہے تو پھر کسی صورت میں کسی اور شخص کو ان بچوں کی ولاء حاصل نہیں ہو گی مثلاً اس کنیز کو اسکا آقا اپنے باپ کی طرف سے آزاد کرتا ہے تو اس کنیز کی ولاء اسکے باپ کو حاصل ہو گی لیکن اس کے باپ کو کنیز کے بچوں کی ولاء حاصل نہیں ہو گی حالانکہ یہ بچے باپ کے معتَقہ کی اولاد ہے بلکہ اس صورت میں بچوں کے معتِق کو ان کی ولاء حاصل ہو گی)۔ اگر باپ غلام ہو اور ماں معتقہ ہو

تو اس عورت کی اولاد آزاد ہو گی اور انکی ولاء انکی والدہ کے آقا کو حاصل ہو گی۔ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو آزاد کرتا ہے تو اس کیلئے آزاد کردہ غلام کی ولاء ثابت ہو گی اور اس غلام کے بچوں کا ولاء اس غلام کے آقا کی طرف (ان بچوں کی والدہ کے آقا سے) منتقل ہو گا۔ اگر کوئی اپنے باپ کو خریدتا ہے (جبکہ اسکا باپ غلام تھا) تو وہ اس پر آزاد ہو گا (حدیث شریف میں ہیکہ جو اپنے قریبی محرم رشتہ دار کا مالک ہوتا ہے تو وہ آزاد ہو گا) اس (باپ کا ولاء اور اپنے بھائیوں کا ولاء اسکو (یعنی اپنے باپ کو خریدنے والے بیٹے کو) حاصل ہو گا۔ لیکن اس کا اپنا ولاء اسکی ماں کے آقاؤں کو حاصل ہو گا کیونکہ وہ اپنا ولاء خود اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا ہے۔ اگر ان کا باپ ایک غلام خریدتا ہے پھر اسے آزاد کرتا ہے پھر باپ فوت ہوتا ہے تو باپ کی میراث اس (باپ) کی اولاد کے درمیان اس طرح تقسیم ہو گی کہ ایک مرد کا دو عورتوں کے برابر حصہ ہو گا۔ جب باپ کا آزاد کردہ غلام مرجاتا ہے تو اسکا ترکہ عورتوں کے سوا مردوں کو ملے گا۔ اگر مرد اور عورتیں اپنے باپ کو خریدتے ہیں تو وہ ان پر آزاد ہو گا پھر باپ ایک غلام خریدتا ہے پھر اسے آزاد کرتا ہے پھر باپ فوت ہوتا ہے پھر اسکا آزاد کردہ غلام فوت ہوتا ہے تو ان دونوں کی میراث اسی طرح تقسیم ہو گی جیسا کہ ہم نے سابقہ مسئلہ میں بتلایا (کیونکہ یہاں مرد اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کے عصبۂ سببی ہونے کی حیثیت میں وارث ہونگے۔ مرد اور عورتیں دونوں اپنے آزاد کردہ غلام یعنی باپ کے آزاد کردہ غلام کے عصبۂ سببی ہونے کی حیثیت میں وارث نہیں ہوں گے)۔ اگر مرد باپ کے آزاد کردہ غلام سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں (یعنی مرد اور عورتیں مشترکہ طور پر باپ کو خرید کر

آزاد کرتے ہیں پھر باپ غلام خرید کر آزاد کر کے فوت ہوتا ہے اور پھر مرد فوت ہوتے ہیں) تو عورتیں باپ کے مال سے باپ کو آزاد کرنے میں خرچ کے بقدر میراث کی مالک ہوں گی پھر باقی مال ان عورتوں اور ماں کے آزاد کرنے والے میں تقسیم ہو گا۔ اگر عورتیں باپ کی قیمت کا آدھا خریدتی ہیں اور اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں تو بیٹیوں کو پانچ سدس (6/5) ملیں گے اور ماں کے آقا کو ایک سدس کیونکہ بیٹیوں کے پاس ولاء ہو گا اور باقی ترکہ ان کے اور ماں کے معتق کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہو گا۔ اگر کسی آزاد کردہ غلام کا بیٹا ایک غلام خریدتا ہے پھر اسے آزاد کرتا ہے پھر یہ آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے والے کا باپ خریدتا ہے اور اسے آزاد کرتا ہے تو اسکی طرف اپنے آزاد کرنے والے کی ولاء منتقل ہو گی اور ان میں سے ہر ایک شخص کو دوسرے کی ولاء حاصل ہو گی۔ اگر کوئی حربی کسی غلام کو آزاد کرتا ہے جو مسلمان ہو جاتا ہے پھر وہ آزاد کردہ غلام اس (پہلے مالک) کو قید کر کے دار الاسلام لاتا ہے پھر اسے آزاد کرتا ہے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے مولیٰ ہو جائیں گے۔

باب المیراث بالولاء(ولاء کی بنیاد پر وارث بننا)

ولاء وراثت میں منتقل نہیں ہوتی ہے(یعنی یہ کوئی مالی چیز نہیں ہے جو خود منتقل ہو) بلکہ اس کے ذریعہ تو صرف آزاد کرنے والے کے قریبی عصبات وارث بنتے ہیں۔عورتیں ولاء سے میراث نہیں پاتی ہیں سوائے اس صورت میں کہ انہوں نے جو غلام آزاد کیا(اسکی ولاء عورتیں پاتی ہیں) یا جس کو ان کے آزاد کردہ نے آزاد کیا(تو وہ انکی ولاء پاتی ہیں)۔اسی طرح ہر صاحب فرض ولاء کے ذریعہ وارث نہیں بنتا ہے سوائے باپ اور دادا کے (کہ یہ دونوں بعض صورتوں میں اپنے فرض کے علاوہ ولاء سے بھی وارث بنتے ہیں)تو ان دونوں کا سدس ہوگا اپنے بیٹے اور پوتے کیساتھ۔ولاء کُبر کو حاصل ہوگا(یعنی معتَق کی وفات ہو تو معتِق کے سب سے قریبی عصبہ کو وراثت حاصل ہوگی کیونکہ باقی عصبات کے مقابلہ میں یہ زیادہ حقدار ہے) اگر معتِق وفات پاتا ہے اور ورثاء میں دو بیٹے چھوڑتا ہے اور اسکا آزاد کردہ غلام بھی ہوتا ہے۔پھر دو بیٹوں میں سے ایک کی وفات ہوتی ہے پھر آزاد کردہ غلام کی بھی وفات ہوتی ہے تو آزاد کردہ غلام کا مال معتق کے بیٹے کا ہوگا (کیونکہ یہ سب سے قریب عصبہ ہے)۔اگر معتِق کے بعد اور مولیٰ(آزاد کردہ غلام)سے پہلے اسکے دو بیٹے وفات پاتے ہیں اور ایک بیٹا اپنے ورثاء میں ایک بیٹا چھوڑے اور دوسرا نو بیٹے تو ولاء ان دس میں ان کی تعداد کے مطابق تقسیم ہوگا ہر ایک کو دسواں حصہ ملے گا (کیونکہ ہر ایک، معتِق سے قربت میں ایک درجہ رکھتا ہے)۔جب ایک عورت کسی غلام کو آزاد کرتی ہے پھر وہ فوت ہو

جاتی ہے تو اس آزاد کردہ غلام کی ولاء اس عورت کے بیٹوں کو حاصل ہو گی اور عقل کی ذمہ داری اس عورت کے عصبات پر ہو گی۔

باب العتق (غلام آزاد کرنے کا باب)

عتق کا مطلب غلام آزاد کرنا ہے یہ قول اور فعل سے ہوتا ہے۔ رہا قول سے آزاد کرنا (تو اس کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ۔ صریح الفاظ میں آزاد کرنے کے علاوہ کسی اور معنیٰ کا احتمال نہیں ہوتا ہے جبکہ کنایہ میں آزاد کرنے کے علاوہ دوسرے معانی کا بھی احتمال ہوتا ہے) اسکے صریح الفاظ عتق اور تحریر جیسے الفاظ یا ان سے مشتق الفاظ ہیں (مثلاً **اعتقك :** میں نے تمہیں آزاد کیا یا حررتک: میں نے تمہیں رہائی دی) جب یہ الفاظ لائے جائیں گے تو عتق حاصل ہو گا چاہے اسکی نیت نہ کی جائے (کیونکہ یہ الفاظ کتاب و سنت اور عرف میں بھی صراحت کیلئے مستعمل ہیں تو جب الفاظ میں کسی اور چیز کا احتمال نہ ہو تو نیت درکار نہیں ہوتی ہے)۔ ان الفاظ کے علاوہ جو الفاظ عتق کے احتمال پر دلالت کرتے ہوں (یعنی دوسرے معانی کا بھی احتمال ہو) تو وہ کنایہ کہلاتے ہیں ان سے وہ آزاد اسی وقت ہو گا جبکہ اسکی نیت کی جائے۔ (مثلاً یہ کہنا: میرا تم پر کوئی اختیار نہیں، میری تم پر حکومت نہیں، تو اللہ کیلئے ہے)۔

جہاں تک فعل کا تعلق ہے تو اگر کوئی شخص اپنے رشتہ دار کا مالک ہوتا ہے تو وہ خود بخود آزاد ہو جاتا ہے (محرم رشتہ دار ہر ایسا شخص کہ جس سے خریدنے والے کی ایسی رشتہ داری ہو کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو مؤنث فرض کیا جائے تو دوسرے کیلئے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا۔ فعل کے ذریعہ غلام ہونے کی دوسری صورت یہ ہیکہ)جو شخص کسی غلام کے کسی حصہ کو آزاد کرتا ہے چاہے وہ غیر متعین حصہ (مشاع حصہ)ہو(مثلاً: میرا آدھا غلام آزاد ہے تو اسمیں تعیین نہیں ہیکہ کونسا حصہ آزاد ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا) یا متعین ہو (مثلاً: "میں نے اس غلام کا یہ ہاتھ آزاد کیا") تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا(کیونکہ آزادی قابلِ تقسیم نہیں غلامی یا آزادی ایسی حالت ہے جو پورے وجود سے متعلق ہے، اس میں تجزی ممکن نہیں)۔ اگر وہ مشترکہ غلام کو آزاد کرتا ہے(مثلاً: زید اور عمرو آدھی آدھی قیمت ادا کر کے مشترکہ طور پر ایک غلام کے مالک ہوئے پھر زید اپنے حصے کے نصف غلام کو آزاد کرتا ہے یا غلام کے کسی مخصوص کو آزاد کرتا ہے مثلاً یہ کہتا ہے کہ میرے غلام کا ہاتھ آزاد ہے) جبکہ آزاد کرنے والا اپنے شریک کے حصے کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور اسکے شریک کے حصے کی قیمت ٹھہرائی جائے گی (اور اس پر شریک کے حصے کی قیمت واجب الادا ہو گی) اور اس آزاد کرنے والے کو غلام کی ولاء حاصل ہو گی۔ اگر وہ تنگدست ہو (یعنی غلام کی بقیہ قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے) تو صرف اس کا حصہ آزاد ہو گا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جو شخص کوئی غلام میں اپنا حصہ آزاد کرتا ہے جبکہ پھر اسکے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت

کے برابر تھا عدل کیساتھ اسکی قیمت ٹھہرائی جائے گی پھر اس کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور غلام آزاد ہو گا ورنہ (یعنی جب اپنا حصہ آزاد کرنے والا تنگدست ہو) جتنا حصہ آزاد کیا گیا وہی آزاد ہو گی۔اگر وہ اپنے محرم رشتہ دار کے ایک حصے کا مالک بنتا ہے تو اسکا باقی حصہ بھی آزاد ہو جائے گا اگر وہ مالدار ہو البتہ اگر وہ حصہ وراثت کے ذریعہ ملا ہو تو صرف وہ حصہ آزاد ہو گا جسکا وہ مالک بنا(کیونکہ وہ اس غلام کے ایک حصہ کی آزادی کا سبب نہیں بنا بلکہ وہ اس کے اختیار کے بغیر آزاد ہو گا)۔

آزادی کو شرط پر موقوف کرنے کا باب

جب مالک اپنے غلام سے کہتا ہے "تو فلاں وقت میں آزاد ہے" (یعنی آزاد کرنے کو خاص وقت پر معلق کرتا ہے) یا اسکی آزادی کو کسی ایسی شرط پر معلق کرتا ہے کہ جب وہ وقت آئے گا یا وہ شرط پائی جائے گی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اس (وقت کے آنے یا شرط کے پائے جانے) سے پہلے آزاد نہیں ہو گا۔ جب ایک بار شرط پر عتق کو معلق کر دیا تو مالک قول کے ذریعہ اس شرط کو باطل کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے (یعنی اس کا یہ قول لغو نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس نے خود پر یہ لازم کر لیا ہے تو وہ لازم ہو گیا ہے جیسا کہ نذر ماننے سے لازم ہو جاتی ہے)۔ البتہ اسکو بیچنے یا ہبہ کرنے یا اسمیں تصرف کرنے کا اسے حق ہو گا (یعنی شرط کا وقت آنے سے پہلے وہ اس غلام کو وقف کر سکتا ہے یا باندھی سے جماع کر سکتا ہے یا دیگر تصرفات کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے اگر شرط کے وقت سے پہلے وہ اسے بیچتا ہے یا ہبہ کرتا ہے پھر شرط کا وقت آتا ہے تو وہ بیع اور ہبہ باطل نہیں ہو گی اور نہ وہ غلام آزاد ہو گا کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: جس کا آدمی مالک نہیں اسمیں کوئی طلاق اور آزادی نہیں)۔ جب (وہ اس غلام کو بیچتا ہے یا ہبہ کرتا ہے جسکی آزادی کو کسی شرط پر معلق کیا تھا پھر) وہ اسکی طرف لوٹ آتا ہے تو شرط لوٹ آئے گی (یعنی شرط کا وقت آنے سے پہلے یہ یہ غلام دوبارہ اسکی ملکیت میں آتا ہے تو پھر وہ شرط بھی لوٹ آئے گی)۔ اگر کنیز حاملہ اس وقت ہو جب آزادی کو معلق کیا گیا پھر شرط پوری ہو گئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہو

جائے گا(اگر باندھی کیلئے آزادی کا حکم لگایا گیا تو اس کا حمل بھی اسمیں شامل ہو گا کیونکہ وہ اسکے ایک عضو کی طرح ہے بشرطیکہ معلق کرتے وقت وہ حمل موجود ہو)۔اگر باندھی شرط معلق کرنے اور پوری ہونے کے درمیان حاملہ ہوتی ہے(یعنی شرط معلق کرتے وقت وہ حاملہ نہیں تھی) اور بچہ پیدا کرتی ہے تو اسکا بچہ آزاد نہیں ہو گا۔

تدبیر کا باب

جب کوئی اپنے غلام سے کہتا ہے: "تو میری موت کے بعد آزاد ہے" یا "میں نے تجھے مدبر بنادیا ہے" یا "تو مدبر ہے" تو وہ مدبر ہو جائے گا (یعنی وہ اپنے آقا کی موت کے بعد خود بخود آزاد ہو جائے گا) بشرطیکہ اسکی قیمت ترکہ کے ایک تہائی میں آتی ہو (تدبیر وصیت کی طرح ہے اسلئے ترکہ کے ایک تہائی میں محدود ہے) اور جو ایک تہائی سے زیادہ ہو تو وہ صرف ورثاء کی اجازت سے آزاد ہو گا۔ مالک کو مدبر غلام کو بیچنے، ہبہ کرنے اور مدبرہ کنیز سے صحبت کرنے کا حق ہو گا جب (بیچنے یا ہبہ کرنے کے) بعد میں وہ اسکا مالک بنتا ہے تو تدبیر بھی لوٹ آئے گی۔ مدبرہ، مکاتبہ (جس کو آزادی کے بدلے قیمت ادا کرنے کا حکم دیا گیا) ام ولد اپنے مالک کے علاوہ کسی اور سے بچے پیدا کرے تو وہ بچہ کا حکم ماں کا حکم ہو گا (یعنی بچہ ماں کی حالت کے تابع ہو گا اگر ماں مدبرہ ہے تو یہ بچہ بھی مدبر ہو گا اگر ماں مکاتبہ ہے تو بچہ بھی دین کتابت ادا کرنے پر آزاد ہو گا۔ اگر ماں ام ولد ہے تو بچہ غیر آقا سے پیدا ہو وہ آقا کی موت کے بعد اپنی ماں کی طرح آزاد ہو گا البتہ ام ولد کا وہ بچہ جو آقا کی اولاد میں سے ہے وہ وقت پیدائش سے ہی آزاد رہتا ہے)۔

مکاتب کو مدبر اور مدبر کو مکاتب بنانا جائز ہے (اس صورت میں تدبیر یا کتابت میں سے جس کی تکمیل پہلے ہو گی اس سے غلام آزاد ہو گا) اگر مکاتب دین کتابت (پہلے) ادا کرتا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر اسکا آقا اسکی ادائیگی سے پہلے فوت ہوتا ہے تو وہ آزاد ہو گا بشرطیکہ

ترکہ کا ایک تہائی اس پر باقی ماندہ کتابت کی رقم اٹھا سکے (اگر ترکہ کا ایک تہائی اسکے دین کتابت کی ادائیگی کو کافی نہ ہو تو) ثلث سے جتنی ادائیگی ہو سکتی ہے اتنی کر دی جائے اور جتنا وہ آزاد ہو گا اسقدر دین کتابت ساقط ہو گا اور باقی کی کتابت رہے گی۔

اگر اس نے اپنی مدبرہ سے استیلاد کیا(یعنی جنسی تعلق قائم کیا پھر وہ حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا کیا) تو اسکی تدبیر باطل ہو گی (کیونکہ اب وہ ام ولد ہے اور ام ولد موت کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی ہے)۔ اگر ایک کافر شخص کا مدبر یا اسکی ام والد مسلمان ہو جاتے ہیں تو انہیں اس (کافر مالک) سے جدا کر دیا جائے گا(مالک کی ان پر ولایت ختم ہو جائے گی یہ مدبر اور ام ولد مالک کی اطاعت کے پابند نہیں ہوں گے۔ مالک ام ولد سے مباشرت نہیں کر سکتا ہے کیونکہ کافر کا عورت کیساتھ جنسی تعلق حرام ہے) ان کا نفقہ ان کی کمائی سے دیا جائے گا اگر ان کی کوئی کمائی نہ ہو تو مالک کو ان کا نفقہ دینے مجبور کیا جائے گا پھر اگر وہ (کافر مالک) اسلام قبول کر لے تو اسے وہ دونوں (مدبر اور ام ولد) لوٹائے جائیں گے۔ پھر اگر مالک فوت ہو تا ہے تو وہ دونوں آزاد ہوں گے۔

اگر کوئی شخص کسی غلام میں اپنے حصہ کو مدبر بناتا ہے جبکہ وہ مالدار ہو تو اتنا ہی آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا۔ اگر وہ اسکو (غلام میں اپنے حصہ کو) اپنے مرض الموت میں آزاد کرتا ہے اور اس کا ایک تہائی مال غلام کے بقیہ حصے کو برداشت کر سکتا ہے تو وہ پورا آزاد ہو گا۔

باب المکاتب

غلام کا اپنے آقا سے اپنے ذمہ پر مال کے بدلے خود کو خریدنا ہے جبکہ کمائی کرنے والا، سچا غلام اپنے آقا سے اس کا مطالبہ کرتا ہے (یعنی مکاتبت میں غلام کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ خود کما کے اپنی آزادی کی قیمت چکائے جبکہ وہ غلام کمانے والا، سچ بولنے والا ہو اور آزادی کی خواہش رکھتا ہو)۔ مستحب ہیکہ آقا اس کی یہ درخواست قبول کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْراً (النور:33) وہ غلام جو تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں بھلائی پاؤ تو ان سے مکاتبت کرلو۔ اس پر اقساط میں رقم مقرر کی جائے پس جب وہ تمام اقساط ادا کرتا ہے تو وہ آزاد ہو گا۔ جو رقم عقد کتابت میں مقرر ہوئی اسمیں سے ایک چوتھائی اسے دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا (النور: 33)۔ مولیٰ علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ چوتھائی ہے۔ مکاتب تب تک غلام ہی ہوتا ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہو البتہ وہ خرید و فروخت، سفر اور ہر ایسا معاملہ کر سکتا ہے جس میں اسکے مال کا فائدہ ہو البتہ وہ کسی پر احسان کرکے خرچ نہیں کر سکتا ہے اور نہ شادی اور نہ آقا کی اجازت کے بغیر باندھی رکھ سکتا ہے۔ اس کے آقا کو (اس دوران) اس سے خدمت لینے یا اس کے مال سے کچھ لینے کا حق نہیں ہو گا۔ جب آقا اس سے کچھ لیتا ہے یا اس پر یا اسکے مال پر کوئی جنایت کرتا ہے تو

اسے اسکا ضمان دینا ہو گا۔ ان دونوں کے درمیان سود کا حکم اسی طرح جاری ہو گا جیسا کہ اجنبیوں کے درمیان ہونا (کیونکہ اب یہ محض مالک اور غلام کا تعلق نہیں عقد کتابت کے سبب یہ دو مالی طور پر جدا اشخاص کا تعلق ہے)۔ آقا کو اپنی مکاتب باندھی سے یا اسکی بیٹی یا اسکی باندھی سے ہم بستری کی اجازت نہیں ہو گی (عقد کتابت کیوجہ سے باندھی کی ملکیت زائل ہوتی ہے لہٰذا آقا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ مکاتبہ کی بیٹی بھی اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے۔ مکاتبہ کی باندھی بھی آقا کی ملکیت میں نہیں ہوتی ہے)۔ اگر آقا (ان سے) وطی کرتا ہے تو اس پر مہر مثل واجب ہو گا۔ اگر اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو مکاتبہ ام ولد ہو جائے گی۔ اگر وہ دین کتابت ادا کرتی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اگر اسکا آقا اسکی ادائیگی سے پہلے فوت ہو تا ہے تو بھی وہ آزاد ہو جائے گی (کیونکہ وہ ام ولد ہے)۔ آقا کی موت کے وقت جو کچھ مال اس کے قبضہ میں ہو گا (یعنی ام ولد یا مکاتبہ کے قبضہ میں) وہ اسی کا ہو گا (کیونکہ دین کتابت سے بڑھ کر جو مال مکاتب کماتا ہے وہ اسی کا ہوتا ہے) سوائے اسکے کہ وہ ادائیگی سے عاجز ہو جائے (یعنی آقا کی حیات ہی میں وہ ادائیگی اقساط سے عاجز ہو جاتی ہے تو عقد کتابت باطل ہو جائے گا) تو جو مال (آقا کی موت کے وقت) اسکے قبضہ میں ہو گا وہ ورثاء کا ہو گا (کیونکہ اب وہ ام ولد کی حیثیت میں ہے اور ام ولد کسی مال کی مالک نہیں ہو سکتی ہے)۔ مکاتب کو بیچنا جائز ہے کیونکہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے خریدا تھا جبکہ وہ بقیہ مکاتبہ تھیں۔ مکاتب اپنے خریدنے والے کے قبضہ میں اپنے دین کتابت کے بقیہ حصے پر برقرار رہے گا (یعنی اس شرط

پر وہ نئے خریدار کے قبضے میں رہے گا کہ اگر وہ (بقیہ دین کتابت) ادا کرے گا تو وہ آزاد ہو گا اور اسکی ولاء اسکے خریدار کو حاصل ہو گی۔ اگر وہ عاجز ہو تا ہے تو وہ غلام رہے گا۔ اگر دو مکاتب ایک دوسرے کو خریدتے ہیں تو پہلے کی شراء درست اور دوسرے کی باطل ہو گی (مکاتب اہل بیع و شراء میں سے ہے اسلئے اسکا خریدنا درست ہو گا البتہ دوسرے کی شراء اسلئے باطل ہو گی کہ دوسری شراء سے دوسرا اپنے مالک کا آقا بن جائے گا اور غلام کیلئے یہ درست نہیں ہیکہ وہ اپنے مالک کا مالک بنے)۔ اگر ان دونوں میں سے پہلی شراء کونسی ہے اس کا علم نہ ہو تو دونوں بیع باطل ہوں گی۔ اگر مکاتب (ادائیگی سے پہلے) فوت ہو تا ہے تو عقد کتابت باطل ہو گا۔ اگر آقا اس سے پہلے فوت ہو تا ہے تو مکاتب عقد کتابت کا پابند ہو گا اسطرح کہ وہ دین کتابت اپنے آقا کے ورثاء کو ادا کرے گا (کیونکہ کتابت آقا کی طرف سے عقد لازم ہے جو اسکی موت سے فسخ نہیں ہو تا ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ فسخ نہیں ہو تا ہے)۔ اسکی ولاء اس کے آقا کو حاصل ہو گی (کیونکہ اسی نے اس کو کتابت کے ذریعہ آزاد کیا)۔ کتابت عقد لازم ہے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اسکو فسخ کرنے کا حق نہیں ہو تا ہے (سوائے اسکے کہ دونوں اسکے باطل کرنے پر راضی ہو جائیں۔ یعنی مالک اس وقت تک اسکو فسخ نہیں کر سکتا جب تک کہ مکاتب ادائیگی سے عاجز نہ آئے۔ اسی طرح مکاتب مالک کی مرضی کے بغیر اسکو ختم نہیں کر سکتا ہے)۔ اگر قسط کا وقت آتا ہے پھر مکاتب ادائیگی نہیں کرتا ہے تو آقا کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اسے (ادائیگی سے) عاجز قرار دے (یعنی اگر قسط کی ادائیگی کا مقررہ وقت آنے پر جب آقا مطالبہ کرتا ہے اور مکاتب ادائیگی سے عاجز

آتا ہے تو آقا اسکو عاجز قرار دے سکتا ہے البتہ اگر آقا وقت ادائیگی آنے پر بھی مطالبہ نہیں کرتا ہے تو عقد کتابت فسخ نہیں ہوگا) اگر مکاتب کسی پر جنایت کرتا ہے (مثلاً کسی کو قتل کرتا ہے یا کسی کو زخم لگاتا ہے یا کسی کا مال ضائع کرتا ہے تو اسکے سبب اس پر جو مال آئے گا) تو اسی کی جنایت سے ابتداء کی جائے گی (نہ کہ اسکے آقا سے یعنی پہلے اس جنایت کا تاوان اسی سے لیا جائے گا کیونکہ عقد کتابت کے سبب وہ مالی تصرفات میں آزاد ہے نیز دین کتابت پر جنایت مقدم ہوگی کیونکہ جنایت مستقر ہے اور دین کتابت غیر مستقر ہے)۔ اگر غلام اور آقا کے درمیان عقد کتابت میں اختلاف ہو (غلام کہے کہ آپ نے مجھے مکاتب بنایا تھا اور آقا کہے میں نے نہیں بنایا تھا) یا عوض کی مقدار میں اختلاف ہو یا تدبیر میں اختلاف ہو(غلام کہے آپ نے مجھے مدبر بنایا تھا اور آقا انکار کرے) یا استیلاد میں اختلاف ہو (باندھی کہے کہ وہ آقا کے بچے کی حاملہ ہے اور اور آقا انکار کرے) تو آقا کا قول اسکے قسم کھانے کیساتھ معتبر ہوگا (کیونکہ اصل ان امور کا عدم اور غلامی کی برقراری ہے)۔

امہات الاولاد کے احکام کا باب

جب کوئی باندھی اپنے مالک (کے نطفہ) سے حاملہ ہوتی ہے پھر ایسا بچہ پیدا کرتی ہے جسمیں انسانی خلقت کی کوئی چیز ہو تو وہ اس وجہ سے ام ولد ہو جاتی ہے، وہ اپنے آقا کی موت کیساتھ آزاد ہوتی ہے چاہے اسکا آقا اس ام ولد کے سوا کسی چیز کا مالک نہ ہو۔ جب تک اس کا آقا زندہ رہتا ہے وہ اس کی باندھی ہوگی اور اسکے احکام اس سے جماع حلال ہونے میں، اس کے نفع اور کمائی کے مالک ہونے میں اور دیگر تمام احکام میں باندھیوں کے احکام ہوں گے سوائے اسکے کہ نہ وہ اسکو بیچ سکتا ہے، نہ رہن رکھ سکتا ہے اور نہ دیگر تمام امور کر سکتا ہے جن میں اسکی ملکیت منتقل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے البتہ آقا اسکے حق میں وصیت کر سکتا ہے یا اسے وصیت کی عمل در آمد کرنے والی (موصی الیہ) مقرر کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنے آقا کو جان بوجھ کر قتل کرتی ہے تو اس پر قصاص ہو گا اگر اسکا قتل خطا کرتی ہے تو اس پر اپنی قیمت واجب ہوگی اور وہ دونوں حالتوں میں آزاد ہوگی۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی لونڈی سے نکاح کے ذریعہ جماع کرتا ہے پھر اسکا مالک بنتا ہے جبکہ وہ حاملہ تھی تو جنین آزاد ہو گا (کیونکہ وہ اسکی کنیز سے اسکی اولاد ہے)۔ اسکو اس کنیز کو بیچنے کا حق ہو گا (کیونکہ وہ اسکی ام ولد نہیں ہے)۔

کتاب النکاح

نکاح رسولوں کی سنت ہے۔(جسکو شہوت ہو اور زنا کا خوف ہو اس کو) نفلی عبادت کیلئے تجرد اختیار کرنے سے نکاح کرنا بہتر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے روکا تھا۔(عبادت کیلئے شادی نہ کرنا تبتل ہے) اور فرمایا تھا: اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو کوئی شادی کی (جسمانی، مالی، نفسیاتی) صلاحیت رکھتا ہے تو وہ شادی کرے کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ جھکانے والا اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے جو استطاعت نہیں رکھتا ہے تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کیلئے سپر ہے جو کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجتا تو اسکو عورت کے عام طور پر کھلے رہنے والے اعضاء جیسے اس کا چہرہ، اسکے ہاتھ، اسکے پاؤں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ کسی شخص کو اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے سوائے یہ کہ پہلا شخص اس کی طرف مائل نہ ہو۔ عدت والی عورت سے نکاح کی صریحاً بات کرنا جائز نہیں ہے البتہ بائنہ (وہ عورت جسکو طلاق ثلاثہ دیا گیا) سے نکاح کا اشارہ کرنا جائز ہے (جس کو طلاق رجعی دیا گیا اس سے نہ صریحاً اور نہ کنایۃً پیغام نکاح دینا جائز ہے کیونکہ وہ زوجہ کے حکم میں ہے) تو (اشارے میں پیغام نکاح کیلئے یوں) کہے: آپ خود کو مجھ سے جانے نہ دیجئے (اسمیں نکاح کا اشارہ ہے کہ مجھ کو اپنے نکاح کا موقع ضائع نہ ہونے دیجئے)، میں تم جیسی عورت میں میں ضرور دلچسپی رکھتا ہوں اور اسی طرح کے کلمات۔۔

نکاح عورت کے ولی یا اسکے نائب کے ایجاب سے ہی منعقد ہوتا ہے (کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے تو اسکا نکاح باطل ہے) تو ولی (ایجاب میں یوں کہے) میں نے تیرا نکاح کروایا یا میں نے تیری تزویج کی (شادی کروائی اور نکاح کے صحیح ہونے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ) شوہر یا اسکے نائب کی طرف سے قبول ہو تو وہ کہے: میں نے قبول کیا یا میں نے نکاح کیا (یہ الفاظ نکاح کیلئے صریحاً استعمال ہوتے ہیں لہذا ان سے قبول درست ہوتا ہے، جیسا کہ قبول میں مذکورہ الفاظ کا نکاح کیلئے استعمال صریحی ہے)۔

مستحب ہیکہ عقد سے پہلے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ پڑھا جائے: **إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله** بے شک تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں ہم اسکی حمد بیان کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اُس سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس کی طرف پلٹتے ہیں۔ اپنے نفوس کے شر اور اپنے اعمال کے شر سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ہے اور جسے وہ راہ بھلا دیتا ہے اسے کوئی راہ نہیں بتلا سکتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور تین آیتیں پڑھے۔ **اتقوا الله حق تقاته ... واتقوا الله**

الذي تسائلون... يايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا ۔نکاح کا اعلان کرنا اور عورتوں کا دف بجانا مستحب ہے۔

(نکاح کے تین ارکان ہیں (1)زوجین کا موانع سے خالی ہونا(2) ایجاب (3) قبول۔ نکاح کے 5 شرائط ہیں (1) تعیین الزوجین (2) ولی (3) زوجین کا راضی ہونا (1) شہادت (5) نسب، سبب، اختلاف دین وغیرہ جیسے موانع کا نہ ہونا اور زوج میں برابری ہونا۔

برابری پانچ چیزوں میں ہوتی ہے (1)دین (2) منصب سبب (3) حریت (4)صناعت (5) مالی حالت)

باب نکاح کی ولایت

نکاح ولی کے بغیر اور دو مسلمان گواہوں کے بغیر درست نہیں ہوتا ہے۔ آزاد عورت کا نکاح کروانے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا باپ ہے (کیونکہ وہ اکمل العصبہ ہے اور وہ اپنی بیٹی پر سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے۔ جبکہ باندھی کا ولی اس کا آقا ہوتا ہے) پھر (آزاد عورت کے نکاح کروانے کا حقدار) اسکا دادا ہوتا ہے اوپر کی نسلوں تک پھر عورت کا بیٹا اور اسکا پوتا نیچے کی نسلوں تک پھر عصبات میں سے جو قریبی ہوں وہ حقدار ہوں گے پھر اسکو آزاد کرنے والا اور اسکے عصبات میں سے جو قریبی ہوں گے۔ پھر بادشاہ، ان میں سے ہر ایک کا وکیل اپنے مؤکل کا قائم مقام ہوگا۔ دور والے ولی کا نکاح کروانا درست نہیں ہے جبکہ اقرب ولی موجود ہو۔ سوائے اسکے کہ اقرب ولی بچہ ہو یا پاگل ہو یا عورت کے دین کے خلاف ہو (غیر مسلم ہو) یا عورت کی شادی میں رکاوٹ ڈال رہا ہو یا ولی غیبت بعیدہ (یعنی بہت دور) ہو (اور اس سے رابطہ کرنا دشوار ہو تو ان تمام صورتوں میں ولی کے بعد کے درجہ والا ولی نکاح کرواسکتا ہے) کسی کو اپنے مخالف دین والے پر ولایت حاصل نہیں ہوتی ہے سوائے مسلمان بادشاہ کے یا (کافر) باندھی کے مسلمان آقا کے۔ (ولی کا آزاد ہونا، مرد ہونا، بالغ، عاقل، عادل اور رشید ہونا شرط ہے۔ رشید کا مطلب نکاح کی مصلحتوں اور نکاح میں برابری کی معرفت رکھنے والا ہونا ہے)

فصل نکاح کروانے میں اجازت طلب کرنا: (صرف) والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کم سن بیٹے اور کم سن بیٹیوں کا نکاح (بے عیب آزاد مرد کیساتھ) بغیر ان کی اجازت کے (مہر مثل کیساتھ) کر دے۔ والد کو اپنے ثیب (وہ جس نے قبل میں جماع کیا ہو چاہے حلال طریق سے یا حرام طریق سے) بیٹے اور بیٹوں کو صرف ان کی اجازت سے کروانے کا حق ہے۔ ثیب کی اجازت کلام سے ہوتی ہے جبکہ باکر کی اجازت خاموشی ہوتی ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غیر باکرہ اپنے ولی سے زیادہ اپنی جان کی مالک ہوتی ہے، اور باکرہ سے اسکی اجازت لی جائے گی، اسکی اجازت اسکی خاموشی ہے۔ کسی عورت کے ولی کو یہ حق حاصل نہیں ہیکہ وہ بغیر کفو کے اسکا نکاح کروائے (کفو برابری کو کہتے ہیں یہ نسب، آزادی، غنی اور پیشہ میں ہوتا ہے) عرب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ غلام آزاد عورت کے برابر نہیں ہے فاسق شخص پاکدامن عورت کے برابر نہیں ہے۔ جب کوئی شخص کسی عورت کا ولی ہو اور وہ خود اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت کی اجازت سے خود نکاح کر سکتا ہے (مثلاً: کسی عورت کا چچازاد بھائی اسکا ولی ہو اور وہ اس سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اسکی اجازت سے نکاح کر سکتا ہے)۔ اگر آقا اپنی باندھی کا نکاح اپنے صغیر غلام سے کرواتا ہے تو یہ جائز ہے کہ وہ عقد میں طرفین کا ولی بنے۔ اگر وہ اپنی باندھی سے کہتا ہے کہ میں نے تجھے آزاد کیا اور تیری آزادی کو شاہدین کی گواہی میں تیرا مہر بنایا تو آزادی اور نکاح دونوں ثابت ہوں گے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا تھا اور انکی آزادی کو ان کا مہر بنایا تھا۔

فصل (غلاموں اور باندھیوں کے نکاح کروانا) : آقا کو اپنے تمام لونڈیوں (یعنی صغیرات اور کبیرات) اور صغیر غلاموں کا نکاح بغیر ان کی اجازت کرنے کا حق ہے۔ اسکو اپنی مولاۃ (یعنی وہ عورت جو اس کے زیر ولایت ہے) کی لونڈی کا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے جبکہ اسکی مالکہ اجازت دے (کیونکہ عورت کو خود نکاح کروانے کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا اسکا ولی اسکی اجازت سے نکاح کرواسکتا ہے) لیکن وہ اپنے بالغ غلام کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا ہے (کیونکہ وہ طلاق کا مالک ہوتا ہے لہذا اسکو نکاح پر جبر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جو کوئی غلام اپنے مالک کی بغیر اجازت نکاح کرے تو وہ زناکار شمار ہوگا یہ حدیث کے الفاظ ہیں) اگر وہ اس عورت کیساتھ جماع کرتا ہے ہے تو اس کا مہر اسکی جان پر لازم ہوگا جیسا کہ اس پر دیت یا جنایت لازم ہوتی ہے البتہ آقا چاہے تو غلام کی قیمت یا مہر میں جو کم ہو اس رقم پر غلام کو چھڑالے۔ اگر کسی نے کسی لونڈی سے یہ سمجھ کر نکاح کیا کہ وہ آزاد عورت ہے پھر حقیقت کا علم ہوا تو اسکو نکاح فسخ کرنے کا حق ہوگا تو (کیونکہ یہ ایسا عقد ہے جس سے وہ راضی نہیں ہے۔ تو اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ کوئی شخص تانبے کو سونا سمجھ کر خریدے تو اسکو بیع فسخ کرنے کا حق ہوتا ہے)۔ اگر وہ جماع کرنے سے پہلے فسخ کرتا ہے تو اس پر مہر نہیں ہوگا۔ اگر وہ جماع کرتا (پھر فسخ کرتا ہے) تو عورت مہر کی حقدار ہوگی۔ اگر اسکو اولاد ہوتی ہے تو وہ اولاد آزاد ہوگی (کیونکہ اس نے آزاد سمجھ کر اس سے جماع کیا تھا اور) اس شوہر پر واجب ہوگا کہ وہ اس بچہ کی قیمت دے کر اسے آزاد کروائے (حقیقت میں یہ اولاد اس باندھی کے آقا کی ہوگی لیکن جب آزاد سمجھ کر جماع کیا تو اب مالک کو اسکی

قیمت دینا لازم ہو گا تا کہ اسکی ملکیت سے جو چیز جا رہی ہے اسکا اسے معاوضہ ملے) وہ (یہ شوہر) اپنی دی ہوئی رقم (مہر یا فدیہ وغیرہ) کا مطالبہ اس سے کرے گا جس نے اسے دھوکہ دیا (یعنی لونڈی کو آزاد بتا کر اس سے نکاح کروایا)۔ ان دونوں میں جدائی کروائی جا سکتی ہے اگر وہ ان میں سے نہ ہو جن کا نکاح لونڈیوں سے جائز ہو سکتا ہے اگر وہ ان میں سے ہو جن کیلئے یہ جائز ہے پھر وہ اس نکاح سے راضی رہتا ہے تو راضی ہونے کے بعد جو اولاد ہو گی وہ غلام ہو گی۔

باب نکاح کے محرمات:

وہ یہ ہیں: (وہ محرمات جن سے نکاح کرنا حرام ہے دو قسم کی ہیں، پہلی: جن سے نکاح کرنا ہمیشہ کیلیئے حرام ہے اس کی چھ انواع ہیں

ا۔ محرمات نسب

۲۔ محرمات مصاہرت (سسرالی محرمات)

۳۔ محرمات رضاع

۴۔ محرمات لعان

۵۔ محرمات احترام (امہات المؤمنین)

٦۔ اختلاف دین کے محرمات

دوسری قسم: عارضی محرمات، ان کی دو انواع ہیں ا۔وہ جنھیں اپنے قریبی رشتہ داروں کیساتھ جمع کرنا حرام ہے مثلاً، دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا ۲۔وہ جن پر کسی دوسرے کا حق ہو جیسے شادی شدہ عورت، عدت والی عورت -مصنف نے نسبی محرمات سے بیاں شروع کیا ہے) مائیں (اپنی ماں اور ہر وہ عورت جس سے مرد کا نسب ولادت کے ذریعہ جڑتا ہے جیسے دادی، نانی یا ان کے اوپر کے درجہ والی مائیں)، بیٹیاں (ہر وہ لڑکی جسکا نسب مرد سے جڑتا ہے مثلاً اپنی بیٹی، پوتی، نواسی یا ان کے نیچے تک)، بہنیں (چاہے وہ اپنی حقیقی بہن ہو یا علاتی بہن ہو یا اخیافی بہن ہو)، بھائیوں کی بیٹیاں (چاہے اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی ہو یا علاتی بھائی کی یا اخیافی بھائی کی بیٹی ہو)، بہنوں کی بٹیاں (یعنی تینوں جہات کی بہنوں

کی بیٹیاں)، پھوپھیاں (باپ کی تینوں جہات سے بہنیں، دادا کی تینوں جہات سے بہنیں اسی طرح اوپر کی نسلوں تک)، خالائیں (ماں کی تینوں جہات سے بہنیں اسی طرح دادی اور نانی کی تینوں جہات سے بہنیں۔ اب سسرالی محرمات کا ذکر آرہا ہے:) بیویوں کی مائیں (بیوی کی ماں، دادی، نانی اوپر کی نسلوں تک) باپ، دادا، بیٹوں کی بیویاں (بیٹوں کی بیویاں، پوتوں کی بیویاں وغیرہ) سوتیلی بیٹیاں جن کی ماؤں سے ازدواجی تعلق قائم ہو چکا ہے۔ (پھر محرمات رضاعت کا ذکر آرہا ہے) رضاعت (دودھ پلانے کیوجہ سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں (چنانچہ جو بچہ ایام رضاعت میں کسی عورت کا پانچ مرتبہ دودھ پی لے اس پر اسکے دودھ کے رشتہ دار بھی ویسے ہی حرام ہو جاتے ہیں جیسا کہ نسبی رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں لہذا اس بچہ پر اسکی رضاعی ماں، رضاعی پوپھیاں رضاعی بہنیں اور دیگر رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں جیسا کہ وہ نسب کیوجہ سے حرام ہوتے ہیں)، محرمات کی بیٹیاں (مثلاً، بیٹی کی بیٹی، ماں کی بیٹی اسی طرح دیگر محرمات نسب، مصاہرت اور رضاعت کی بیٹیاں) بھی محرمات ہوتی ہیں سوائے پھوپھیوں اور خالاؤں کی بیٹیوں کے، بیوی کی ماؤں کی بیٹیوں اور اپنے باپ دادا کی دوسری بیویوں کی بیٹیوں کے۔ محرمات کی مائیں بھی محرمات ہیں (مثلاً ماں کی ماں پھوپھی کی ماں) سوائے اپنی بیٹی کی ماں، ربائب کی ماں (کہ یہ بھی اسکی بیوی ہے) اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں، بیٹے کی بیوی کی ماں۔ جو کسی عورت سے حلال یا حرام طریق سے جماع کرتا ہے تو وہ عورت اس کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اور اس پر

اس عورت کی مائیں اور بیٹیاں حرام ہو جاتی ہیں (یعنی وطئ حلال و حرام سے تحریم مصاہرت آتی ہیں)۔

فصل(تحریم جمع کے بیان میں): نکاح میں دو بہنوں کو، ایک عورت اور اسکی پھوپھی اور اسکی خالہ کو جمع کرنا حرام ہے(یعنی جب ایک مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو پھر اس عورت کی قریبی محرم رشتہ دار سے اسکو نکاح کرنا حرام ہے۔ قریبی محرم رشتہ دار کا مطلب یہ ہیکہ اگر ان دو عورتوں میں سے کسی ایک عورت کو مرد فرض کرلیا جائے تو اس کا دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز نہ ہو) کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت اور اسکی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے اور نہ اسکو اور اسکی خالہ کو جمع کیا جائے (کہ اس طرح کرنے سے ان عورتوں میں قطع رحمی کا رجحان آتا ہے اور ہمیں صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے) - آزاد مرد کو چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے نہ غلام کیلیئے جائز ہے کہ وہ دو سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرے۔ اگر کوئی ایسی عورتوں ایک نکاح میں جمع کرتا ہے جن کا جمع کرنا جائز نہیں ہے تو وہ نکاح فاسد ہو گیا(مثلاً: ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی فلاں اور فلاں بیٹی سے تیرا نکاح کیا اور مرد قبول کرے تو یہ دونوں نکاح فاسد ہوں گے اسمیں کسی ایک کو ترجیح دینے کا کوئی طریقہ نہیں ہے)۔ اگر ان دونوں کو دو عقد میں جمع کرتا ہے تو دوسرا صحیح نہیں ہو گی۔

(کافر کے اسلام لانے پر حکم) اگر کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے اور اسکے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا وہ انتخاب کرے اور دوسری کو چھوڑدے)۔اگر اسکے نکاح میں ماں اور بیٹی ہوں اور ماں سے ہمبستری نہیں کی تو صرف ماں کا نکاح فاسد ہو گا اگر ماں سے بھی ہمبستری کرلی تھی تو دونوں نکاح فاسد ہوں گے اور دونوں اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائیں گی (کیونکہ ماں اسکی بیوی کی ماں ہے اور بیٹی اسکی بیوی کی بیٹی ہے لہٰذا وہ دونوں اسکے محرم ہیں)۔اگر کوئی اسلام قبول کرتا ہے اور اس کے تحت چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں سے چار کو باقی رکھے اور باقی کو چھوڑدے چاہے تو وہ پہلے نکاح والی کو رکھے یا چاہے تو بعد والی کو رکھے۔ غلام کیلئے بھی یہی حکم ہے اگر اس کے نکاح میں دو سے زیادہ عورتیں ہوں۔

جو شخص کسی عورت کو طلاق دیتا ہے اور اسکی بہن یا خالہ سے نکاح کرتا ہے (یا ان کے علاوہ اپنی بیوی کے ان محرم داشتہ دار میں نکاح کرتا ہے جن کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے) یا پانچویں عورت سے اپنی مطلقہ کی عدت میں نکاح کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہو گا چاہے طلاق رجعی ہو یا بائن (رجعی میں تو شوہر کو عدت میں رجوع کا حق رہتا ہے لہذا مطلقہ بیوی کے حکم میں ہوتی ہے۔بائن میں رجوع تو نہیں ہو سکتا ہے لہذا بائنہ کی عدت میں پانچواں نکاح کرنا یا اسکی بہن یا خالہ سے نکاح کرنا شوہر کیلئے اس لئے جائز نہیں ہیکہ عدت آثار نکاح میں سے ہے)۔

فصل (ملکیت کی حرمت) جائز ہے کہ ایک مرد دو بہنوں (یعنی دو لونڈیوں کا جو ایک دوسرے کی بہن ہوں) کا مالک ہو (خریداری، ہبہ، وراثت وغیرہ کے ذریعہ کیونکہ لونڈی کی ملکیت حاصل کرنا صرف جماع کیلئے نہیں ہوتا ہے) اور اسے جائز ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک سے جماع کرے کیونکہ دوسری اس سے جماع کرنے کیلئے نہیں ہے) تو جب بھی وہ ایک سے جماع کرے گا تو اسکی بہن اس پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ پہلی جس سے جماع کیا اس پر حرام ہو جائے تزویج کے ذریعہ یا اس کی ملکیت سے نکلنے کے سبب جبکہ یہ معلوم ہو کہ وہ حاملہ نہ ہو (یعنی جب پہلی جس سے جماع کیا اس کا کسی اور سے نکاح ہو جائے یا وہ آزاد ہو جائے یا کسی اور کی ملک میں چلی جائے تو دوسری بہن سے اسکو جماع کرنا جائز ہو گا) ۔ پھر جب وہ دوسری بہن سے جماع کرتا ہے اسوقت اور پہلی دوبارہ اسکی ملکیت میں لوٹ آتی ہے تو پہلی اس پر اسوقت تک حلال نہ ہو گی جب تک کہ دوسری حرام نہ ہو جائے ۔لونڈی کی پھوپھی اور خالہ کا حکم بھی اسمیں بہن کی طرح ہے۔

فصل (باندھیوں سے نکاح کے ممنوعات کے بیان میں) کسی مسلمان کیلئے اگر چہ وہ غلام ہو جائز نہیں ہیکہ وہ کسی کافر باندھی سے نکاح کرے اور نہ آزاد مسلمان کیلئے جائز ہیکہ وہ مسلمان باندھی سے نکاح کرے مگر اس صورت میں کہ جب وہ آزاد عورت کے مہر کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو اور نہ باندھی کی قیمت کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور اسکو گناہ

میں ملوث ہونے کا خوف ہو۔ اگر مذکورہ دو شرطیں قائم ہوں تو اسے چار باندیوں سے نکاح جائز ہو گا۔

کتاب الرضاع

(نکاح کیلئے) حرام کرنے میں اور محرم ہونے میں دودھ پلانے کا حکم نسب کی طرح ہے (جو رشتے نسب کیوجہ سے حرام ہوتے ہیں وہی رشتے رضاعت کیوجہ سے بھی حرام ہوتے ہیں)۔ جب کوئی عورت کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو وہ اسکا بیٹا بن جاتا ہے اور اس مرد کا بیٹا کا بھی بیٹا بن جاتا ہے جسکی وطی (صحبت) سے اس عورت کے جسم میں دودھ پیدا ہوا۔ تو اس بچہ پر ہر وہ عورت حرام ہو جائے گی جو اس کے نسبی بیٹے پر ہوتی ہے۔ اگر عورت کسی بچی کو دودھ پلاتی ہے تو وہ بچی ان دونوں (مرد و عورت) کی بیٹی بن جاتی ہے پھر اس پر ہر وہ مرد حرام ہو جائے گا جو ان کے نسبی بیٹے پر حرام ہوتا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں تو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

دودھ پلانے میں وہی دودھ رشتوں کو حرام کرنے والا ہے جو حلق میں داخل ہو چاہے براہ راست پستان سے پیا گیا ہو یا کسی برتن (پیالی، چمچہ، بوتل وغیرہ) سے یا ناک کے راستے سے پہنچایا گیا ہو چاہے وہ خالص دودھ ہو یا ملا ہوا بشرطیکہ دودھ کی اصل خصوصیت باقی رہے (یعنی وہ ضائع نہ ہوئی ہو یعنی جس چیز میں دودھ ملایا گیا وہ اتنا زیادہ ہو کہ مخلوط چیز کا کا نام ہی

بدل جائے تو اس مخلوط سے رضاعی رشتہ قائم نہیں ہو گا)۔ رضاعت سے محرمیت تین شرائط ہی سے قائم ہوتی ہے:

پہلی: یہ کہ دودھ کسی عورت کا ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اسکی زندگی میں دودھ پیا گیا ہو یا اسکے مرنے کے بعد۔ جانور کا دودھ، مرد کا دودھ، خنثی مشکل کا دودھ کوئی رشتہ حرام نہیں کرتا ہے۔

دوسری: یہ کہ رضاعت دو سال میں ہو کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رضاعت سے حرمت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ آنتیں کھول دے (یعنی بچہ کے پیٹ میں اتر جائے اور اسکی غذائی ضروریات پوری کرے نہ کہ صرف منہ میں رہے) اور وہ دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔

تیسری: یہ کہ بچہ کم از کم پانچ بار دودھ پیئے (ایک بار دودھ پینا یہ ہیکہ بچہ پستان سے دودھ پیئے پھر چھوڑ دے۔ اگر ایک پستان سے دوسری پستان کی طرف منتقل کرنے دودھ چھوڑے تو یہ دو مرتبہ شمار نہیں ہو گا کیونکہ اسمیں عرف کا اعتبار ہوتا ہے اور عرف میں اس کو ایک مرتبہ شمار کیا جاتا ہے) جیسا کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: قرآن میں دس رضاعتوں سے حرمت نازل ہوئی تھی پھر ان میں پانچ کو منسوخ کر دیا گیا پھر پانچ بار دودھ پلانے کو حرام کرنے والا قرار دیا گیا سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا اور حکم اسی پر قائم تھا۔ مرد (شوہر) کا دودھ بھی (یعنی اسکی صحبت سے پیدا ہونے والا دودھ) حرام کرنے والا ہے (مثال:) اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ان میں

سے ایک بیوی کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور دوسری بیوی کسی بچی کو دودھ پلاتی ہے تو یہ دونوں بھائی بہن بن جائیں گے کیونکہ دونوں کا دودھ ایک ہی مرد کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

(دوسری مثال:) اگر اسکی ایک بیوی نے اسکی صحبت سے آنے والے دودھ سے ایک بچی کو تین بار دودھ پلایا پھر اسکی دوسری بیوی نے اسکو دو بار دودھ پلایا تو وہ اس مرد کی بیٹی ہوئی لیکن ان دو بیوی کی بیٹی نہیں ہوگی (کیونکہ ان دونوں میں سے کسی نے پانچ بار دودھ نہیں بلایا)۔ اگر وہ بچی اس مرد کی زوجہ تھی تو اس سے نکاح ٹوٹ جائے گا اور مرد پر اسکا آدھا مہر لازم ہوگا اور وہ دونوں بیویوں (جنہوں نے دودھ پلایا) پر (اس آدھے میں سے) پانچ حصے ہوں گے (یہ پانچ حصے ان کے دودھ پلانے کے عدد کے مطابق ہوں گے یعنی جس نے تین بار دودھ بلایا اس پر تین تھے اور جس نے دو بار پلایا اس پر دو حصے ہوں گے) اور ان عورتوں کا نکاح نہیں ٹوٹے گا (ان عورتوں پر مہر اسلئے لازم ہوگا کہ یہ دونوں علٰحدگی کا سبب ہیں۔ نصف مرد پر اسلئے لازم ہوگا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۲ میں ہیکہ اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیتے ہو تو تم پر نصف مہر ہوگا)۔ اگر اسکی دو میں سے کوئی ایک بیوی اس بچی کو (جو اس مرد کی زوجہ تھی) پانچ بار دودھ پلاتی ہیں اس طرح کہ تین بار اس مرد کی وجہ سے آنے والے دودھ سے پلاتی ہے اور دو بار دوسرے کی وجہ سے آنے والے دودھ سے پلاتی ہے (اس طرح یہ عورت پہلے دوسرے مرد کے نکاح میں تھی تو اس نے اس بچی کو پہلے سال میں دو بار دودھ پلایا پھر جب اس مرد کے نکاح میں آئی تو اس بچی کو تین

بار دودھ دوسرے سال میں پلایا)تو یہ عورت اس بچی کی ماں ہو جائے گی اور وہ دونوں اس پر حرام ہو جائیں گی(اس مرد پر دودھ پلانے والی اور دودھ پینے والی دونوں بیویاں حرام ہو جائیں گی کیونکہ دودھ پلانے والی بڑی بیوی اسکی دودھ پینے والی چھوٹی بیوی کی رضاعی ماں ہے اور مرد کیلئے یہ جائز نہیں ہیکہ وہ اپنی بیوی کی ماں کا شوہر بنے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی ماں کا شوہر بنے) یہ بچی دوسرے مرد پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو گی (کیونکہ یہ بچی اس عورت کی بیٹی ہے جس سے اس نے جماع کیا ہے)۔

(اگلی مثال:) اگر کوئی عورت ایک بچہ سے نکاح کرتی ہے پھر اسکو پانچ بار دودھ پلاتی ہے تو وہ عورت اس بچہ پر (ہمیشہ کیلئے) حرام ہو گی اور ان کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور یہ عورت اس مرد پر بھی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی جس کے نطفہ کیوجہ سے دودھ پیدا ہوا تھا کیونکہ وہ عورت اس مرد کے رضاعی بیٹے کی بیوی بن گئی۔

فصل رضاعت کے سبب نکاح کا حرام ہونا اور اس کا فسخ ہونا

(مثال:) اگر ایک مرد ایک بڑی عمر کی عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس سے جماع نہیں کرتا ہے اور یہی مرد ایک کم عمر لڑکی سے بھی نکاح کرتا ہے پھر بڑی عمر کی عورت صغیرہ کو دودھ پلاتی ہے تو اس مرد پر بڑی عمر کی عورت حرام ہو جائے گی (کیونکہ اب وہ اسکی بیوی کی ماں بن گئی) اور صغیرہ کا نکاح باقی رہا (کیونکہ یہ لڑکی اس مرد کی ایسی بیوی کی بیٹی ہے

جسکے ساتھ اس نے جماع نہیں کیا تو یہ صغیرہ اس مرد پر اس صورت میں حرام ہو سکتی تھی کہ جب وہ کبیرہ سے جماع کرتا ہے)

(مثال:) اگر (ایک مرد کی) دو کم عمر بیویاں ہوں (جو ایام رضاعت میں ہوں) پھر (اس کی تیسری) بڑی عمر کی بیوی (جس سے اس نے جماع نہیں کیا) ان دونوں کو دودھ پلاتی ہے تو بڑی عمر کی عورت اس پر حرام ہو گی (کیونکہ اس رضاعت کے سبب وہ اسکی دونوں بیویوں کی ماں بن گئی) اور دونوں کم عمر والی لڑکیوں کا نکاح ٹوٹ جائے گا (کیونکہ یہ دونوں رضاعت کے سبب بہنیں ہو گئیں اور دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے)۔ اب وہ مرد ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے (کیونکہ یہ دونوں بہ یک جمع کے سبب حرام ہوئیں تھی۔ اگر وہ کسی ایک سے نکاح کرتا ہے تو نکاح درست ہو گا)۔

(مثال:) اگر (ایک مرد کی) تین کم عمر والی بیویاں ہوں (جو ایام رضاعت میں ہوں) پھر (اسکی چوتھی بڑی عمر کی بیوی جس سے اس نے جماع نہیں کیا) ان تینوں کو الگ الگ دودھ پلاتی ہے (اس طرح کہ پہلی کو پانچ بار پھر دوسری کو پانچ بار پھر تیسری کو پانچ بار دودھ پلاتی ہے) تو بڑی بیوی اس پر حرام ہو گی (کیونکہ اس رضاعت کے سبب وہ اسکی بیویوں کی ماں بن گئی) اور پہلی دو دودھ پینے والیوں کا نکاح (جمع بین الاختین کے سب) ٹوٹ جائے گا ماں اور تیسری کا نکاح باقی رہے گا (کیونکہ کبریٰ اور پہلی دو کا نکاح اسکی رضاعت سے پہلے ٹوٹ گیا)۔ اگر بڑی بیوی جس سے اس نے جماع نہیں کیا ان میں ایک کو پہلے انفرادی طور پر

دودھ پلاتی ہے اور دو کو اسکے بعد ایک ساتھ دودھ پلاتی ہے تو تینوں کم عمر لڑکیوں کا نکاح ٹوٹ جائے گا کیونکہ اب وہ تینوں ایک ساتھ رضاعی بہنیں بن گئیں اب ان کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے)۔ وہ مرد اب تینوں میں سے کسی ایک سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔

اگر (مذکوہ تمام مثالوں میں) مرد بڑی بیوی سے جماع کرتا ہے تو تمام بیویاں اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائیں گی (بڑی بیوی اسکی بیویوں کی ماں ہے اور چھوٹی بیویاں اسکی بیوی کی بیٹیاں ہیں)۔ بڑی بیوی کوئی مہر کی حقدار نہیں ہو گی اگر اس سے جماع نہیں کیا(کیونکہ نکاح اسکی وجہ سے فسخ ہوا تو مہر ساقط ہو گا)۔ اگر اسکے ساتھ جماع کیا تو وہ مہر کی حقدار ہو گی (کیونکہ مہر استمتاع کا بدل ہے)اور اس (مرد پر) چھوٹی بیویوں کا نصف مہر ہو گا جس کا مطالبہ بڑی بیوی سے کیا جائے گا(کیونکہ وہ صغیرات کے فسخِ نکاح کا سبب ہے)

(مثال) جھوٹی بیوی رینگتی ہوئی بڑی بیوی پر آتی ہے اور اس سے پانچ مرتبہ دودھ پیتی ہے جبکہ وہ (بڑی بیوی) سو رہی تھی تو بڑی بیوی کو چھوٹی بیوی شوہر پر حرام کرے گی (کیونکہ بڑی اس رضاعت کے سبب شوہر کی بیوی کی ماں بن گئی ہے) ۔ بڑی بیوی نصف مہر کی حقدار ہو گی اگر یہ رضاعت جماع سے پہلے ہوئی۔ اس کا مطالبہ چھوٹی بیوی سے کیا جائے گا۔ اگر یہ رضاعت جماع کے بعد ہو تو وہ پورے مہر کی حقدار ہو گی اور شوہر اس کا مہر واپس نہیں لے سکتا ہے(کیونکہ جماع سے مہر کا استقرار ہو جاتا ہے) اور چھوٹی بیوی کوئی مہر کی حقدار نہیں ہو گی(کیونکہ نکاح اسکی وجہ سے فسخ ہوا ہے)۔

(مثال) اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرتا ہے پھر (یہ اقرار کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ یہ عورت میری رضاعی بہن ہے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور وہ عورت مہر کی حقدار ہو گی اگر اس کیساتھ مرد نے جماع کیا اور وہ نصف مہر کی حقدار ہو گی اگر یہ اقرار جماع کرنے سے پہلے ہوتا ہے جبکہ وہ عورت اس اقرار کی تصدیق نہیں کرتی ہے (یہ تصدیق نہ کرنے کی وجہ سے مرد پر عورت کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے یعنی وہ مہر کی حقدار رباقی رہتی ہے)۔ اگر وہ عورت جماع کرنے سے پہلے اسکی تصدیق کرتی ہے تو وہ کسی چیز کی حقدار نہیں ہو گی (کیونکہ اس نے تصدیق کی ہے کہ یہ نکاح فاسد ہے لہٰذا اس میں مہر نہیں آئے گا)۔

(مثال:) اگر یہ عورت ہی (یہ اقرار کرتے ہوئے) کہتی ہے وہ میرا رضاعی بھائی ہے جبکہ اس کے پاس کوئی بینہ نہ ہو پھر شوہر اسکی بات کو جھٹلاتا ہے تو وہ عورت حکماً اسکی بیوی ہو گی (زوجیت ایک حق ہے جو اس عورت پر ثابت ہے اسکا قول شوہر کے حق کے اسقاط میں قبول نہیں کیا جائے گا لہذا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ اگر اس عورت کو یقین ہو کہ وہ اس کا رضاعی بھائی ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ اس سے علٰحدہ ہو جائے ہم بستری سے مکمل پرہیز کرے کیونکہ اسکے عقیدے کے مطابق یہ زنا ہو گا اگر استطاعت ہو تو خود کو فدیہ دے کر آزاد کرائے مثلاً مہر واپس کر کے خلع لے لے)۔

باب کفار سے نکاح کرنا

کسی مسلمان عورت کیلئے یہ حلال نہیں ہیکہ وہ کسی بھی حال میں کسی کافر مرد سے نکاح کرے (کیونکہ کافر کو کسی بھی حال میں مسلمان عورت پر ولایت حاصل نہیں ہوتی ہے)اور نہ مسلمان مرد کیلئے آزاد کتابیہ کے علاوہ کسی کافرہ سے نکاح کرنا حلال ہے(ابن قدامہ نے لکھا کہ اہل کتاب آزاد عورتوں سے نکاح جائز ہونے میں اہل علم کے نزدیک اختلاف نہیں ہے

ليس بين اهل العلم بحمد الله اختلاف في حل حرائر نساء اهل الكتاب۔

لیکن اولیٰ یہی ہیکہ کتابیہ سے نکاح نہ کیا جائے کیونکہ جن لوگوں نے کتابیات سے نکاح کیا تھا ان کو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ اہل کتاب سے اہل تورات اور اہل انجیل مراد ہیں اور افرنج و ارمن میں سے وہ جو ان کے اصل دین کی موافقت رکھتے ہیں۔ صابی اگر اہل کتاب کے اصل دین کے موافق ہوں تو وہ بھی انہیں میں شمار ہوں گے۔ کفار میں جو ان کے سواء ہیں مثلاً: مصحف ابراہیم و شیث، زبور داؤد کو تھامنے والے تو وہ اہل کتاب نہیں ہیں کیونکہ یہ کتب مواعظ اور امثال پر مبنی تھیں اور ان میں احکام نہیں تھے لہذا ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے - اسی طرح بت پرستوں، مجوسیوں اور وہ کتابی جسکے والدین میں سے ایک غیر کتابی ہے ان سب سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے)۔

جب کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو جاتا ہے(تو وہ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے کیونکہ مسلمان کو تو ابتداء کتابیہ سے نکاح کرنا حلال ہے)یا ایک ساتھ کافر زوجین مسلمان ہو جاتے

ہیں تو وہ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے (کیونکہ ان دونوں میں اختلاف دین نہیں پایا گیا)۔ اگر زوجین میں سے ایک مسلمان ہوتا ہے جب کہ دوسرا کتابی نہ ہو (اور یہ قبل دخول ہو تو نکاح ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس حال میں مسلمان زوجین میں سے کوئی ایک غیر کتابی کے نکاح میں ہوگا جو جائز نہیں ہے) یا دخول سے پہلے زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جاتا ہے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اگر وہ (یعنی غیر کتابی زوجین میں سے کسی ایک کا مسلمان ہونا یا مسلمان زوجین میں سے کسی ایک کا مرتد ہونا) دخول کے بعد ہوتا ہے پھر عورت کی عدت میں ان دونوں میں سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو وہ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے ورنہ (یعنی عدت گزر جانے کے بعد بھی مسلمان نہ ہو تو) یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ان دونوں کا دین مختلف ہونے کے ساتھ ہی ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔

(مہر کا حکم) جو مہر عورت کیلئے مقرر ہوا تھا (جبکہ دونوں حالت کفر میں تھے) پھر عورت نے وہ وصول کر لیا تو اس کیلئے اس کے سوا کچھ (مزید) نہیں ہوگا اگرچہ وہ (مہر جو حالت کفر میں مقرر ہوا تھا) حرام چیز ہو (اسلئے کہ کفار کے معاملات، ان کے عقود و مہر میں مداخلت نہیں کی جاتی ہے اور ان کو قائم رکھا جاتا ہے اگرچہ وہ معاملہ دین اسلام میں حرام ہو جبکہ وہ کفار اپنے دین میں اسے جائز سمجھتے ہیں)۔ اگر اس عورت نے اپنا مہر وصول نہ کیا اور وہ (مہر میں مقررہ چیز) حرام تھی تو وہ مہر مثل یا نصف مہر کی حقدار ہوگی جب سے وہ لازم ہوا (یعنی مہر محرَم لغو ہوگا اور اس کی جگہ مہر مثل دیا جائے گا اگر دخول ہو چکا ہے اور اگر دخول سے پہلے

علٰحدگی ہوگئی تو اسکو نصف مہر دیا جائے گا کیونکہ محرم شئے مسلمہ کو بطور مہر دینا جائز نہیں ہے)

فصل (باندھیوں کے نکاح کے فسخ کے بارے میں): اگر کوئی آزاد (غیر مسلم) مرد مسلمان ہوتا ہے جبکہ اسکے نکاح میں کچھ باندھیاں ہوں جو دوسرے شخص کی ملکیت ہیں) پھر وہ باندھیاں بھی اسکے ساتھ اسلام قبول کرلیں اور وہ مرد اسلام کی حالت میں ان لوگوں میں سے ہو جن کیلئے باندھیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (مثلاً وہ شخص آزاد ہو اور آزاد عورت کے مہر کی ادائیگی کی استطاعت رکھتا ہو اور اسے فتنے میں پڑنے کا خوف بھی نہ ہو) تو ان باندھیوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا (کیونکہ ابتداءً اس مرد کیلئے ان باندھیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں تھا)۔ اگر وہ ان میں سے ہو جن کو باندھیوں سے نکاح کرنا حلال ہوتا ہے تو وہ ان میں سے جس سے اسکی عفت قائم رہتی ہو اسے نکاح میں رکھ لے گا اور باقی سے علٰحدگی اختیار کرلے۔

باب نکاح میں شرط رکھنے کا بیان

اگر عورت نکاح کے وقت اسے اپنے گھر یا شہر سے نہ نکالنے کی شرط رکھے یا یہ شرط رکھے کہ (اسکا شوہر) اس پر دوسری شادی نہ کرے یا باندھی نہ رکھے تو اسکی شرط معتبر ہو گی۔ اگر مرد اس شرط کو پورا نہیں کرتا ہے تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہو گا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے زیادہ حقدار شرط جس کو پورا کیا جائے وہ ہے جس کو تم نے شرمگاہ کو حلال کرنے کے بدلے میں واجب کیا ہے۔ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہیکہ عورت سے ایک مخصوص مدت کیلئے نکاح کیا جائے (پھر اس مدت کی تکمیل پر نکاح ٹوٹ جائے)۔ اگر مرد یہ شرط رکھتا ہے کہ وہ عورت کو معینہ وقت میں طلاق دے گا تو وہ بھی اسی طرح صحیح نہیں ہو گا (کیونکہ اس نے بقائے نکاح کو روکنے والی شرط رکھی ہے تو وہ نکاح کو باطل کرے گی جیسا کہ نکاح متعہ میں ہوتا ہے)۔ (سیدنا رسول کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) شغار سے بھی منع فرمایا ہے یعنی ایک آدمی اپنی بیٹی دوسرے کو اس شرط پر نکاح میں دے کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی اسے نکاح میں دے گا اور دونوں کے درمیان مہر نہ ہو گا۔ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محلِل (نکاح کو تحلیل کرنے والے) اور محلل لہ (جس کیلئے نکاح تحلیل کیا گیا) پر لعنت بھیجی ہے اور وہ یہ ہیکہ ایک مرد تین طلاق والی عورت سے نکاح کرتا ہے تاکہ وہ اسکے (پہلے شوہر یعنی اسکو) طلاق دینے والے کیلئے حلال ہو جائے۔

باب: وہ عیوب جن سے نکاح ٹوٹ سکتا ہے

جب زوجین میں سے کوئی ایک فرد دوسرے کو مملوک (پاتا ہے جبکہ اسے نکاح سے پہلے اس کا علم نہ تھا تو اسکو نکاح فسخ کرنے کا حق ہو گا کیونکہ غلامی کیوجہ سے دونوں میں برابری نہیں رہتی ہے) یا مجنون یا برص یا جذام زدہ پاتا ہے یا مرد عورت کو رتقاء (یعنی وہ عورت جسکی فرج مسدود ہو) پاتا ہے یا عورت مرد کو مجبوب پاتی ہے (یعنی وہ مرد جس کا ذکر کٹا ہوا) تو اس کو (یعنی جس نے یہ عیب دوسرے میں پایا) نکاح فسخ کرنے کا حق ہو گا (کیونکہ ان عیوب کیوجہ سے استمتاع میں رکاوٹ آتی ہے جو نکاح کا مقصود ہے) اگر اس کو عقد سے پہلے اس کا علم نہ تھا (اگر علم تھا تو فسخ نکاح کا حق ساقط ہو جائے گی کیونکہ علم رکھتے ہوئے نکاح کرنا اس عیب پر راضی ہونا ہے)۔ فسخ حاکم کے حکم سے ہی جائز ہوتا ہے۔

اگر عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اسکا شوہر عنین ہے وہ اس سے جماع نہیں کر سکتا ہے پھر شوہر بھی اعتراف کرتا ہے کہ اس نے اس سے جماع نہیں کیا تو عدالت میں مقدمہ پیش کرنے کے وقت سے ایک سال کی مدت دی جائے گی بھر اس مدت کے دوران بھی وہ اس سے جماع نہ کر پائے تو عورت کو اسکے ساتھ رہنے اور علٰحدہ ہو جانے میں اختیار دیا جائے گا۔ اگر وہ علٰحدگی اختیار کرے تو حاکم دونوں میں علٰحدگی کروادے گا سوائے اسکے کہ اسے نکاح سے پہلے ہی شوہر کی عنانت کا علم ہو یا اس نے کسی وقت کہا کہ میں نے اسکے عنین ہونے پر راضی ہو کر نکاح کیا (یعنی عقد سے پہلے یا بعد اس طرح کے الفاظ اگر اس سے صادر ہوں تو فسخ کا خیار ساقط ہو گا)۔ اگر عقد کے بعد اسکو علم ہوتا ہے اور وہ فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کرتی

ہے تو (فسخ کرنے کا) اسکا حق ساقط نہیں ہو گا۔ اگر شوہر کہتا ہے کہ اسے میری عنانت کا علم تھا اور اس نے راضی ہو کر نکاح کیا تھا اور عورت اس کا انکار کرتی ہے تو عورت کی بات معتبر ہو گی (کیونکہ یہاں پر اصل علم نہ ہونا ہے)۔ اگر وہ ایک بار جماع کرتا ہے تو وہ عنین شمار نہیں ہو گا (کیونکہ عنین جماع کی استطاعات نہیں رکھتا ہے لیکن ایک بار کے بعد جماع کرنے سے وہ عاجز ہو جاتا ہے تو فسخ کے مطالبہ کا حق ساقط نہیں ہو گا کیونکہ جماع حقوق مستمرہ میں سے ہے) اگر شوہر جماع کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور عورت اس کا انکار کرتی ہے تو اگر وہ کنواری ہو تو اسے ثقہ عورتوں کو دکھایا جائے گا اور ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر وہ ثیب ہو (وہ جس نے پہلے بھی جماع کیا ہے) تو شوہر کی بات قسم کیساتھ مانی جائے گی (کیونکہ اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ اس نے جماع کیا ہے یا نہیں اس کا قول قسم کیساتھ اس لئے معتبر ہو گا کہ اصل اسکے ساتھ ہے کہ وہ عیوب سے سلامتی اور عقد کی سلامتی کا دعویٰ کر رہا ہے)۔

<u>**فصل آزاد ہونے پر نکاح باقی نہ رہنے کے بارے میں:**</u> اگر بیوی آزاد ہو جاتی ہے جبکہ اسکا شوہر غلام رہتا ہے تو عورت کو اسکے ساتھ رہنے یا علٰحدہ ہونے کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ وہ حاکم کے فیصلے کے بغیر بھی علٰحدگی اختیار کر سکتی ہے (کیونکہ اس طرح علٰحدہ ہونے پر فقہاء کے درمیان اختلاف نہیں ہے تو اسمیں حاکم کے اجتہاد کی حاجت نہیں رہتی ہے)۔ اگر وہ (شوہر) اسکے اختیار سے پہلے آزاد ہو جاتا ہے (تو اس عورت کا خیار ساقط ہو گا کیونکہ

خیار غلامی کیوجہ سے آنے والے ضرر کیوجہ سے تھا اب جب وہ آزاد ہو گیا تو وہ ساقط ہو گیا) یا اس سے جماع کرتا ہے (یعنی وہ آزادی کے بعد بھی یہ جانتے ہوئے کہ اسکا شوہر غلام ہے جماع کرتی ہے) تو عورت کا خیار باطل ہو گا۔ اگر عورت جزوی طور پر آزاد ہوتی ہے (تو اس کو کوئی خیار نہ ہو گا اگرچہ اس کا شوہر غلام ہو کیونکہ عورت مکمل طور پر آزاد نہیں ہوئی ہے) یا وہ کلی طور پر آزاد ہوتی ہے جبکہ اس کا شوہر آزاد ہو تو اس کو کوئی خیار نہیں ہو گا(کیونکہ اب وہ دونوں برابر ہیں)۔

کتاب الصداق

(صداق یا مہر عورت کا وہ حق شرعی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے شوہر پر فرض کیا ہے) ہر وہ مال جو قیمت (ثمن) ہو سکتا ہے وہ مہر بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ (مثلاً: سونا، چاندی، نقد روپیہ، جائیداد، پھل اور دانے وغیرہ مہر ہو سکتے ہیں یا منفعت میں بکری چرانا، کھیتی کو پانی دینا، پھل توڑنا، علم سکھانا وغیرہ مہر ہو سکتے ہیں) کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تھا کہ جس نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا تھا اس عورت سے میرا نکاح کروا دیجئے اگر آپ کو اسکی کوئی حاجت نہیں ہے کہ: ڈھونڈو! (عورت کے مہر کیلئے) اگرچہ لوہے کی انگوٹھی (پھر جب اس آدمی نے کچھ مال نہیں پایا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں قرآن میں کچھ یاد ہے تو اس نے عرض کیا مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں تو آپ علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میں تیرا نکاح ان سورتوں کے سکھانے کے بدلے کر دیا)۔

اگر کوئی آدمی اپنی بیٹی کا کسی بھی مہر کے بدلے نکاح کروا دیتا ہے تو یہ جائز ہو گا (اگرچہ وہ مہر کم ہو کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اکثر شہزادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ کے بدلے کیا تھا)۔ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے مہر مثل (حسب شان مہر) میں کمی کرے سوائے باپ کے مگر عورت کی رضامندی سے (مہر عورت کا حق ہوتا ہے اسلئے ولی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ بغیر اسکی اجازت اسکا مہر کم کرے)۔

اگر وہ (مرد یا شوہر) ایک خاص غلام مہر میں دیتا ہے پھر عورت اس غلام کو عیبدار پاتی ہے تو اسکو اختیار ہو گا کہ وہ یا تو عیب کا معاوضہ لے یا غلام واپس کر دے یا اسکی قیمت لے لے (کیونکہ عیب کی وجہ سے مہر میں کمی آگئی)۔ اگر وہ وہ غلام کو غصب شدہ یا آزاد پاتی ہے تو اسکو اسکی قیمت لینے کا حق ہو گا۔ اگر نکاح کے وقت عورت غلام کے آزاد ہونے یا غصب شدہ ہونے کا علم تھا تو اسے مہر مثل دیا جائے گا۔ اگر نکاح اس شرط پر ہوتا ہے کہ شوہر ایک خاص غلام خرید کر مہر میں دے گا تو اگر اس غلام کا مالک اسے نہیں بیچتا ہے یا اسکی قیمت زیادہ مانگتا ہے تو عورت کو اسکی قیمت ادا کی جائے گی۔

<u>فصل: وہ عورت جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا</u> اگر کوئی مرد کسی عورت سے بغیر مہر (متعین یا مقرر کئے) نکاح کرتا ہے تو نکاح درست ہوتا ہے پھر شوہر دخول سے پہلے طلاق دیتا ہے تو عورت کو صرف متعہ (یعنی تسلی بخش تحفہ) ملے گا، مالدار اپنی حیثیت کے مطابق دے گا اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق (کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت 236 میں ہیکہ **لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن** یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دیتے ہو جن کو تم نے ہاتھ نہیں لگایا یا کوئی مہر مقرر نہیں کیا تو ان کو تسلی بخش تحفہ دو مالدار پر اپنی حیثیت کے مطابق دینا ہو گا اور تنگدست پر اسکی حیثیت کے مطابق) متعہ کی اعلیٰ ترین صورت خادم (یعنی عبد مملوک) اور اسکی ادنیٰ ترین صورت اتنا لباس جس میں عورت کا نماز پڑھنا درست ہو۔ اگر دخول اور مہر کی تعیین سے پہلے ان دونوں میں سے ایک

فوت ہو جاتا ہے تووہ عورت اپنی جیسی عورت کے مہر (مہر مثل) کی حقدار ہو گی نہ کم (وکس) نہ زیادہ (شطط) اوران دونوں میں زندہ رہنے والے کو ترکہ میں سے حصہ ملے گا اور (اگر دونوں میں سے زندہ رہنے والی عورت ہو تو) اس پر عدت واجب ہو گی۔ کیونکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تھا اور اور نہ انہوں نے دخول کیا تھا اور نہ مہر مقرر کیا تھا (تو فیصلہ یہ تھا) کہ اسے اپنی جیسی عورتوں کا مہر دیا جائے گا نہ کم نہ زیادہ اور اسے ترکہ میں سے حصہ بھی ملے گا اور اس پر عدت بھی واجب ہو گی۔

اگر عورت دخول سے پہلے مہر مقرر کرنے کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے یہ حق حاصل ہو گا۔ اگر شوہر اسے مہر مثل یا اس سے زیادہ مقرر کرتا ہے تو عورت اسکے علاوہ کسی چیز کی حقدار نہیں ہو گی (کیونکہ اسکو اسکے کامل حق کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا اور جو زیادہ ہے وہ بھلائی ہے)۔ اسی طرح اگر مہر مثل سے کم مقرر کرتا ہے اور عورت راضی ہو جاتی ہے (تو وہ اسکے علاوہ کسی چیز کی حقدار نہیں ہو گی کیونکہ وہ اس کیلئے واجب مہر سے کم پر راضی ہو گئ)۔

<u>فصل مہر کے ثابت اور ساقط ہونے کے بارے میں:</u> ہر وہ جدائی جو عورت کی طرف سے دخول سے پہلے ہو جیسے عورت کا مسلمان ہونا (اور شوہر کافر ہونا) یا عورت کا مرتدہ ہونا یا عورت کا اسکو دودھ پلانا (جسکو دودھ پلانے سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے مثلاً اسکی چھوٹی بیوی کو دودھ پلانا) یا (اس سے) اس عورت کا دودھ پینا (کہ جس سے دودھ پینے

وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے مثلاً : وہ صغیرہ ہو اور اپنے شوہر کی بڑی بیوی سے وہ دودھ پی لے) یا نکاح کا عورت کے عیب کی وجہ سے ٹوٹنا یا عورت کا مرد کے عیب سے نکاح توڑنا یا شوہر کی تنگدستی کے سبب (یعنی اسکے نفقہ ادا نہ کرنے کے سبب) یا عورت کے آزاد ہونے کے سبب تو عورت کا مہر ساقط ہو جائے گا۔

اگر جدائی (دخول سے پہلے) شوہر کی طرف سے ہو جیسا کہ شوہر کا طلاق دینا یا شوہر کا خلع لینا تو مہر دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ البتہ اگر شوہر اپنے حصے کا نصف مہر معاف کر دیتا ہے یا بیوی اپنا حق معاف کر دیتی ہے اور وہ رشیدہ (عاقلہ، بالغہ غیر مجحور علیہ) ہو تو (ہر ایک صورت میں) دوسرا فریق پورا مہر رکھے گا (اگر عورت اپنے حصے کا نصف مہر معاف کرتی ہے جبکہ وہ پورا مہر وصول کر چکی تھی تو اسے پورا مہر شوہر کو واپس دینا ہو گا اور اگر اس نے شوہر سے کچھ بھی وصول نہیں کیا تھا تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اگر شوہر اپنے حصہ کا نصف مہر معاف کرتا ہے تو اسے عورت کو پورا مہر دینا ہو گا۔ اگر وہ پہلے ہی آدھا مہر دے چکا تھا تو بقیہ آدھا دینا ہو گا)۔

اگر جدائی (قبل دخول) کسی اجنبی کی طرف سے ہو (مثلاً شوہر کی بہن اسکی بیوی کو ایام رضاعت میں دودھ پلاتی ہے) تو شوہر پر آدھا مہر واجب ہو گا اور وہ اس مہر کا مطالبہ اس سے کرے گی جس نے ان کے درمیان جدائی کروائی۔ جب مہر آدھا کیا جاتا ہے اور وہ مخصوص اور موجود ہو اور اسکی قیمت نہ بدلے ہو تو وہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو گا (مثلاً: شوہر نے اپنی کسی مملوکہ زمین کو مہر بنایا تھا یا اپنے سونے کو یا اپنی بکریوں کو مہر مقرر کیا تھا پھر وہ

چیز شوہر کی ملکیت میں باقی رہتی ہے یا وہ اپنی بیوی کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ اس کے پاس موجود رہتی ہے پھر اسکی قیمت نہیں بدلتی ہے تو وہ چیز ان دونوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہو گی)۔ اگر اس میں منفصل زیادتی ہوتی ہے جیسے بکری بچہ دے تو بچے عورت کے ہوں گے اور اصل بکری دونوں میں تقسیم ہو گی۔(زیادتی عورت کی اسلئے ہو گی کہ وہ اس مہر کی عقد کے وقت سے مالک تھی)۔ اگر اسمیں متصل زیادتی ہوتی ہے جیسے بکری موٹی ہوتی ہے تو عورت کو اختیار ہو گا کہ اس نصف کو زیادتی کیساتھ شوہر کو دے یا نکاح کے دن کی ان بکریوں کی قیمت شوہر کو دے۔ اگر مہر میں کمی آجاتی ہے مثلاً بکریاں دبلی ہو جاتی ہیں یا ان میں سے بعض مر جاتی ہیں یا ان کی قیمت کم ہو جاتی ہے) تو عورت کو اختیار ہو گا اس کا نصف ناقص لے یا نکاح کے دن کی اسکی آدھی قیمت لے۔ اگر وہ تلف ہو جاتی ہے تو وہ عقد کے دن کی اسکی نصف قیمت کی حقدار ہو گی۔

(استقرار مہر کے بارے میں:) جب شوہر دخول کرتا ہے تو مہر (کاملاً) لازم ہو جاتا ہے اور (اسمیں سے اس کے بعد) کچھ بھی ساقط نہیں ہو گا (اگرچہ وہ دونوں آپس میں لعان کریں یا یہ معلوم ہو کہ بیوی شوہر کی رضاعی بہن ہے یا بیوی شوہر کی دوسری چھوٹی بیوی کو دودھ پلاتی ہے یا کوئی دوسرا معاملہ پیش آئے جو ان کے درمیان جدائی کا سبب بنے)۔ اگر عقد کے بعد خلوت صحیحہ شوہر کو مل جاتی ہے پھر شوہر کہتا ہے کہ میں نے اسکے ساتھ جماع نہیں کیا اور عورت اس کی تصدیق کرتی ہے تو مہر لازم ہو جاتا ہے۔ اور عورت پر عدت واجب ہوتی ہے۔

(اختلاف کی صورت میں) اگر زوجین کے درمیان مہر (پر قبضہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہوتا ہے تو عورت کا قول قسم کیساتھ معتبر ہوگا کیونکہ اصل قبضہ نہ کرنا ہے یا اس) کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے تو اس کا قول قسم کیساتھ معتبر ہو گیا جو مہر کی مقدار مہر مثل ہونے کی دعویٰ کرتا ہے (کیونکہ مسئلہ کا ظاہر اسی کا تقاضہ کرتا ہے کہ مہر مثل ہی مقرر ہوا ہوگا)۔

باب عورتوں کیساتھ حسن معاشرت کے بارے میں

(عشرہ اس تعلق کو کہتے ہیں جو زوجین کے درمیان باہمی الفت و اجتماع نرمی اور جنسی لطف اندوزی میں ہوتا ہے) زوجین میں سے یہ ایک پر لازم ہیکہ وہ دوسرے کیساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرے اور اس کا واجب حق بغیر ٹال مٹول یا ناگواری ظاہر کئے ادا کرے۔ شوہر کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ خود کو اسکے حوالے کرے (یعنی ازدواجی تعلق سے انکار نہ کرے)۔ جب بھی شوہر جماع کرنا چاہے تو وہ اسمیں اسکی طاعت کرے بشر طیکہ اسکے پاس کوئی عذر نہ ہو (مثلاً حیض و نفاس، فرض روزہ، فرض نماز کی ادائیگی، کوئی مرض جو جماع کرنے سے مانع ہو) جب بیوی ایسا کرتی ہے تو اس کے بدلے میں شوہر پر لازم ہیکہ اسے نفقہ (خرچ)، کپڑے اور رہائش اس قدر دے تو اس جیسی عورتوں کے معاشرتی معیار کے مطابق ہو۔ اگر شوہر اسے یہ چیزیں یا ان میں سے کچھ دینے سے انکار کرتا ہے اور وہ شوہر کے مال پر قدرت رکھتی ہے تو وہ اسمیں سے اپنی ضرورت کے بقدر لے سکتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہند (زوجۂ ابوسفیان) سے فرمایا تھا جب اس نے عرض کیا تھا: ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے وہ مجھے اور میرے بچوں کو بقدر کفایت نفقہ نہیں دیتا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے اور اپنے بچوں کیلئے بقدر ضرورت معروف طریقہ سے لے لو۔ اگر وہ (عورت) شوہر کے مال میں سے لینے پر قادر شوہر کی تنگدستی یا روکنے کیوجہ سے نہ ہو پھر وہ علٰحدگی اختیار کرتی ہے تو قاضی دونوں کے درمیان جدائی کردے گا خواہ شوہر صغر سن ہو یا کبر سن ہو۔ اگر زوجہ کم عمر ہو جس سے جماع ممکن نہ ہو (تو وہ نفقہ کی حقدار نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ بڑی ہو جائے اور اس سے جماع کرنا ممکن ہو جائے کیونکہ استمتاع کا موقع حاصل

ہونے پر نفقہ واجب ہوتا ہے) یا اگر بیوی کو شوہر کے حوالے نہ کیا گیا (بیوی کے ولی نے حوالے نہ کیا یا بیوی نے خود کو حوالے کرنے سے انکار کر دیا یا بیوی یا ولی اسکے شوہر کے پاس جانے میں تاخیر کرے تو اس مدت میں شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہو گا کیونکہ نفقہ استمتاع کے امکان پر موقوف ہے) یا بیوی شوہر کی ان باتوں میں اطاعت نہیں کرتی ہے جن میں اس پر اطاعت واجب ہے یا وہ شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرتی ہے یا اسکی اجازت سے اپنی ضرورت کیلیئے سفر کرتی ہے تو شوہر پر اس کا نفقہ لازم نہیں ہو گا (کیونکہ استمتاع میں رکاوٹ عورت کی جہت سے آئی ہے لہذا نفقہ لازم نہیں ہو گا)۔

فصل (ایلاء کے بیان میں):

(شوہر کا بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے) اگر بیوی آزاد ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ ہر چار دن میں ایک رات اس کے پاس بسر کرے۔ اگر بیوی باندھی ہو تو ہر آٹھ دن میں ایک رات اس کے پاس بسر کرنا واجب ہے جبکہ شوہر کو کوئی عذر نہ ہو (مثلاً ضروری سفر یا اور کوئی کام)۔ شوہر پر یہ بھی لازم ہیکہ وہ ہر چار مہینے میں کم از کم ایک بار بیوی سے جماع کرے جبکہ ہے کوئی عذر نہ ہو (مثلاً بیماری یا قید)۔ اگر شوہر بیوی سے چار ماہ سے زیادہ جماع نہ کرنے کی قسم کھاتا ہے تو بیوی چار ماہ تک انتظار کرے پھر بیوی اسکو قاضی کے پاس لے جاسکتی ہے۔ اگر شوہر ایلاء کا انکار کرتا ہے یا دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے چار مہینے میں جماع کیا ہے اور بیوی ثیب ہے تو شوہر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہو گی کیونکہ

ثیب کیساتھ جماع کرنے کی معرفت دشوار ہے اور اصل بقاء نکاح ہے) اگر شوہر اس کا اقرار کرتا ہے (کہ اس نے ایلاء کیا تھا اور چار ماہ کی مدت میں اس نے جماع نہیں کیا) تو قاضی اسے رجوع کرنے یعنی جماع کرنے کا حکم دے گا اگر وہ جماع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اگر وہ رجوع نہیں کرتا ہے (جبکہ اس سے اس کا مطالبہ کیا گیا تھا پھر عورات جماع نہ کرنے پر اس سے جدائی کا مطالبہ کرتی ہے) تو قاضی اسے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے گا۔ اگر وہ طلاق دیتا ہے تو ٹھیک ورنہ قاضی اسکی طرف سے طلاق دے گا۔ پھر شوہر اگر بعد میں اس سے رجوع کرتا ہے یا اسے چھوڑ دیتا ہے (یعنی رجوع نہیں کرتا ہے) حتیٰ کہ وہ جدا ہو جاتی ہے (یعنی اس طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے) پھر وہ اس سے دوبارہ نکاح کرتا ہے اور ایلاء کی اکثر مدت باقی رہتی ہے تو بیوی کیلئے مدت روک دی جائے گی جیسا کہ بیان کیا گیا (مثلاً: شوہر نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی سے پورے ایک سال تک جماع نہیں کرے گا تو قاضی اسے چار ماہ کی مدت دے گا اگر وہ اس مدت میں جماع نہیں کرتا ہے تو اسے طلاق کا حکم دے گا۔ طلاق کے بعد شوہر رجوع کرتا ہے تو اب اسکی قسم کی مدت پوری ہونے میں آٹھ ماہ باقی ہیں جو چار ماہ سے زیادہ ہیں اگر اب بھی وہ اپنی بیوی سے جماع کرنے سے قسم کی وجہ سے رکتا ہے تو قاضی پھر اسے چار ماہ کی مدت دے گا اور پھر قاضی اسکو طلاق کا حکم دے گا)۔ جو شخص رجوع (جماع) کرنے سے عاجز ہو (عورت کے نفاس کی وجہ سے یا اپنے مرض کی وجہ سے یا سفر میں یا قید میں ہونے کی وجہ سے یا اسی طرح کی دیگر حالت کے سبب) جبکہ رجوع کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ کہے میں جب قادر

ہو جاؤں گا تب اس سے جماع کروں گا تو اسکو مؤخر کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس پر قدرت حاصل کرتا ہے (شوہر کا اس طرح کہنا اس بات کی دلیل ہیکہ وہ اپنی سابقہ نیت سے باز آچکا ہے)۔

باب القسم والنشور

(قسم کے لغوی معنیٰ بانٹنا یا تقسیم کرنا ہے جبکہ اصطلاح میں قسم اس حق کو کہتے ہیں جو ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان شب بسری کے سلسلہ میں برابری اور عدل کیلئے شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ نشور کے لغوی معنیٰ بلندی پر چڑھنا ہے اصطلاح میں بیوی کی جانب سے شوہر کی نافرمانی یا ازدواجی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کو نشور کہتے ہیں) شوہر پر واجب ہیکہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان رات گزارنے میں عدل سے کام لے۔ عدل کا مدار رات کے قیام پر ہے (اس کیلئے جو دن میں کسب کرتا ہے وہ رات میں اپنے گھر کا رخ کرتا ہے اور وہاں اپنے گھر والوں کی ساتھ سکونت اختیار کرتا ہے اور اپنی زوجہ کیساتھ اپنے بستر پر آرام کرتا ہے)۔ (اگر اس کی دو بیویاں ہوں جن میں سے سی ایک بیوی آزاد ہوا اور دوسری کنیز ہوتو جو بیوی کنیز ہو) اس کیلئے ایک رات اور (جو بیوی) آزاد ہو اس کیلئے دو راتیں مقرر کرے (کنیز کے حقوق آزاد عورت کے نصف ہوتے ہیں) اگر چہ وہ کتابیہ ہو (اسلئے کہ کتابیہ بھی آزاد عورت ہوتی ہے لہٰذا اس کے بھی تمام حقوق آزاد عورت کی طرح ہوں گے)۔

جماع میں ان کے درمیان مساوات لازم نہیں ہے (کیونکہ محبت اور جماع میں مساوات کی استطاعت شوہر کے اختیار میں نہیں ہوتی ہے کہ یہ تو دل کی رغبت کا معاملہ ہے)۔ شوہر کو یہ حق نہیں ہیکہ ان میں سے کسی ایک کیساتھ (اپنی مرضی سے) شب بسری کی شروعات کرے (بلکہ قرعہ اندازی کے ذریعہ اس کا فیصلہ ہونا چاہیئے) اور نہ سفر میں کسی ایک کو جانے کا حق ہے مگر قرعہ اندازی کے ذریعہ کیونکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر

کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے جس زوجہ مطہرہ کا نام نکلتا اسکو ساتھ لے جاتے تھے۔بیوی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنا حق کسی دوسری بیوی کو شوہر کی اجازت سے ہبہ کرے یا اپنا حق شوہر کو ہبہ کرے پھر وہ ان میں سے جس کیلئے چاہے مقرر کرے کیونکہ ام المؤمنین سیدتنا سودہ رضی اللہ عنہانے اپنا دن ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کیا تھا تو سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدتنا عائشہ کے لئے ان کا دن اور سیدتنا سودہ رضی اللہ عنھما کا دن تقسیم فرماتے تھے۔جب وہ کنواری (باکرہ) سے شب زفاف گزارتا ہے تو اس کے پاس سات دن قیام کرے پھر (اپنی دیگر بیویوں کے پاس) چکر لگائے (جیسا کہ وہ ان کے درمیان باری کا اہتمام کرتا تھا اور نئی بیوی کو بھی ایک باری دے جیسا کہ دیگر بیویوں کو دی جاتی ہے)اگر ثیب کے ساتھ شب زفاف گزارتا ہے تو اسکے پاس تین دن قیام کرے کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب مرد ثیب پر باکرہ سے نکاح کرتا ہے تو اسکے پاس سات دن قیام کریں اور جب باکرہ پر ثیب سے نکاح کرتا ہے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے اگر ثیب یہ چاہے کہ شوہر اس کے پاس سات رات قیام کرے تو ایسا کر سکتا ہے مگر پھر باقی بیویوں کے دن کی قضا کرے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو تین دن قیام فرمایا پھر فرمایا: یہ تمہارے لئے اہانت نہیں ہے اگر تم چاہتی ہو تو تین دن خاص تمہارے پاس قیام کروں گا اور اگر تم چاہتی ہو تو سات دن بھی کر

سکتا ہوں۔ لیکن جب تمہارے لئے سات دن مقرر کروں گا تو میری دیگر بیویوں کیلئے بھی مجھے سات دن کرنا ہو گا۔

<u>فصل (آداب جماع کے بیان میں) :</u> جماع کے وقت پردہ کرنا مستحب ہے (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو وہ دونوں بالکل برہنہ نہ ہوں جیسا کہ دو گدھے برہنہ ہوتے ہیں) اور (جماع سے پہلے) وہ دعا پڑھے جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آتا ہے (یعنی جماع کرتا ہے) تو وہ کہے **بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا** (یعنی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچا پھر اگر ان دونوں کے درمیان اس تعلق کے نتیجے میں) کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس بچہ کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

<u>فصل نشور کے بیان میں:</u> اگر عورت اپنے شوہر سے سخت رویہ یا بے رخی کا خوف رکھتی ہے تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہیکہ وہ اپنے بعض حقوق چھوڑنے کے بدلے اپنے شوہر کو راضی کرلے ہے جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ تنا سودہ رضی اللہ نے کیا تھا جب آپ رضی اللہ عنہا کو یہ خوف ہوا تھا کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ سلم آپ کو طلاق دیں گے (یعنی سیدتنا

سودہ رضی اللہ عنھا نے شب بسری کا اپنا حق سید تنا عائشہ رضی اللہ عنہما کو ہبہ کیا تھا)۔ اگر مرد کو اپنی بیوی کی نافرمانی کا خوف ہو تو وہ اسے نصیحت کرے۔ پھر اگر وہ نافرمانی کا اظہار کرتی ہے تو بستر میں اس سے علٰحدگی اختیار کرے اگر یہ علیٰحدگی بھی اسے باز نہیں رکھتی ہے تو شوہر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اسے ایسی مار مارے جو سخت نہ ہو۔ اگر دونوں کے درمیان شدید جھگڑے کا اندیشہ ہو (اس طرح کہ زوجین میں صلح نہ ہو اور دونوں میں سے ہر ایک مظلوم ہونے کا دعویٰ کرے اور کسی کے پاس بینہ نہ ہو) تو حاکم ایک منصف شوہر کے خاندان سے اور ایک منصف بیوی کے خاندان سے مقرر کرے جو دونوں امانتدار ہوں۔ وہ دونوں اگر مناسب سمجھتے ہوں تو زوجین کو ملا دیں (یعنی جب وہ ملانے میں مصلحت سمجھیں تو قاضی کو یہ بتلا دیں تا کہ قاضی زوجین کو صلح کرنے کا حکم دے) یا علیٰحدہ کر دیں (یعنی اب ازدواجی زندگی کو جاری رکھنا دونوں کیلئے مناسب نہیں ہے) پس وہ دونوں منصف اس معاملہ میں جو فیصلہ کریں (حاکم اسکو نافذ کر دے گا اور) زوجین پر اسکو ماننا لازم ہو گا۔

باب خلع

جب عورت مرد سے (مرد کی خلقت کے سبب یا اس کے اخلاق یا دین میں کمی یا کبر سنی یا ضعف کے سبب) نفرت یا دشمنی کرنے والی ہو اور اسے یہ خوف ہو کہ وہ اسکی اطاعت میں اللہ کے حدود قائم نہ رکھ سکے گی تو اس عورت کو یہ حق ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو اس مرد سے فدیہ دے کر چھڑا لے اس معاوضہ کے بدلے جس پر دونوں راضی ہوں (یعنی یا تو وہ اپنے مال دے یا اسکی اولاد کو بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہو جائے یا اسی طرح اور کوئی چیز فدیہ میں دے)۔ مستحب یہ ہیکہ شوہر عورت سے اس (مہر) سے زیادہ نہ لے جو اس نے اسے دیا تھا۔ پھر جب وہ اسے خلع دے گا یا معاوضہ کیساتھ طلاق دے گا تو وہ اس سے جدا ہو جائے گی (یعنی طلاق بائن ہو جائے گا اب وہ اجنبیہ کی طرح ہو گئی پھر مرد کو رجوع کا حق نہیں ہو گا)۔ اسکے بعد (اگر خلع کی عدت میں وہ اسے طلاق دیتا ہے) تو اسکی طلاق اسے لاحق نہ ہو گی چاہے براہ راست وہ اسے طلاق دے۔ خلع ہر اس چیز کے بدلے جائز ہے جس کا مہر ہونا جائز ہے اور مجہول چیز کے بدلے بھی خلع جائز ہے (مثلاً: عورت کہے مجھے خلع دے اور تیرے لئے زمین ہو گی یا غلام ہو گا یا وہ مال جو میرے پاس ہے یا اس جیسی دیگر باتیں کیونکہ خلع شوہر کے ازدواجی تعلق کے حق کو ساقط کرنے کا نام ہے اور اس حق کا ملکیت سے نکل جانا کوئی مالی قیمت رکھنے والی چیز نہیں ہے اس دلیل سے کہ اگر وہ اسے بغیر خلع کے طلاق دے دے یا عورت خودکشی کر لے یا کوئی اجنبی اسے قتل کر دے تو شوہر کو

اس کے حق کے بدلے میں کچھ نہیں ملتا ہے۔ نیز اسقاط حق ایسی چیز ہے جسمیں نرمی اور چشم پوشی ہو سکتی ہے) پس اگر عورت کہتی ہے کہ میرے ہاتھ میں جو درہم ہیں اسکے بدلے مجھے خلع دو یا اس سامان کے بدلے جو میرے گھر میں ہے پھر شوہر قبول کرتا ہے تو وہ صحیح ہو گا تو شوہر کیلیئے ان دونوں (ہاتھ اور گھر) میں جو کچھ ہے وہ ہو گا اور اگر ان میں کوئی چیز نہ ہو تو اسے تین درہم یا سامان کی وہ اقل مقدار ملے گی جسے سامان کہا جا سکتا ہے (عربی زبان میں تین دراہم وہ کم سے کم مقدار ہے جسکو دراہم کہا جا سکتا ہے)۔ اگر وہ اسکو ایک خاص غلام دینے کی شرط پر خلع دیتا ہے پھر وہ غلام عیبدار نکلتا ہے (اور خلع سے پہلے شوہر کو اسکے عیبدار ہونے کا علم نہ تھا) تو شوہر کو اسکے عیب کا بدل یا غلام واپس کر کے اسکی قیمت ملے گی۔ اگر وہ غلام غصب شدہ یا آزاد نکلتا ہے تو شوہر کو اسکی قیمت ملے گی۔ خلع دینا ہر اس شخص سے صحیح ہوتا ہے جس سے طلاق دینا صحیح ہوتا ہے (کیونکہ جب وہ طلاق دینے کا مالک ہے یعنی بغیر عوض کے حق ساقط کرنے کا مالک ہے تو پھر عوض لے کر حق ساقط کرنے کا بطریق اولیٰ مالک ہو گا (خلع دینے والے کا بالغ ممیز، عاقل، رشید یا سفیہ، آزاد یا غلام ہونا ضروری ہے۔ ان صفات والا شوہر خود خلع دے سکتا ہے یا ان صفات والے وکیل کو خلع دینے مقرر کر سکتا ہے) خلع کے بدلے مال دینا صرف اس سے صحیح ہو گیا جس سے مال میں تصرف کرنا صحیح ہو گا (یعنی ہر عاقلہ بالغہ رشیدہ سے خلع صحیح ہو گا۔ مفلس عورت سے اسوقت صحیح ہو گا جب وہ مالدار ہو جائے۔ سفیہہ، نابالغہ یا مجنونہ عورت کا عوض دینا

درست نہیں ہو گا کیونکہ یہ مال میں تصرف کرنا ہے جس کی وہ اہل نہیں ہے۔ خلع کے بدلے مال دینا کسی اجنبی شخص سے بھی جائز ہے)۔

کتاب الطلاق

طلاق دینا صرف مکلف (عاقل و بالغ) مختار شوہر سے صحیح ہوتا ہے (نابالغ بچے، مجنون اور مکرہ کا طلاق دینا درست نہیں ہوتا ہے) مکرہ کا طلاق دینا درست نہیں ہوتا ہے نہ ہی اس کا جسکی عقل زائل ہو (جیسے مجنون، سوتے ہوئے شخص کی، بہت بڑھاپے کے سبب جسکی عقل زائل ہو) نہ نشہ کئے ہوئے شخص کا۔ آزاد مرد تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اور غلام دو طلاقوں کا چاہے اسکی بیوی آزاد عورت ہو یا کنیز ہو۔ جب وہ اپنے طلاقوں کی تعداد پوری کر لیتا ہے تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہو گی جب تک وہ عورت کسی اور شوہر سے نکاح صحیح نہ کرے اور وہ شوہر اس سے جماع نہ کرے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفاعہ کی بیوی سے فرمایا تھا: شاید تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو۔ نہیں، جب تک تم اس (دوسرے شوہر) کا شہد نہ چکھو اور وہ تمہارا شہد نہ چکھے (یعنی دوسرا نکاح کرنے کے بعد جماع نہ کرو پھر اتفاقی طور پر اس شوہر سے طلاق واقع ہو جائے تو پہلے شوہر سے نکاح جائز ہو گا)۔

تین طلاق ایک ساتھ دینا حلال نہیں ہے۔ اور نہ مدخول بہا بیوی (وہ بیوی جس سے نکاح کے بعد جماع کیا) کو اسکے حیض میں (طلاق دینا جائز ہے) نہ اس طہر میں جس میں اس سے جماع کیا طلاق دینا جائز ہے کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیا تھا تو سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اسے حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے پھر اسے اپنے نکاح میں روکے حتیٰ کہ وہ حالت طہر میں آئے اور پھر حیض آئے پھر طہر آئے تب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو اس کو ہاتھ لگانے (یعنی جماع کرنے) سے پہلے دے۔ سنت طریقہ یہ ہے ہیکہ عورت کو ایک طلاق دی جائے اس طہر میں جس سے اس سے جماع نہ کیا گیا ہو پھر اسے چھوڑ دے حتیٰ کہ اس کی عدت مکمل ہو جائے پس جب وہ کہتا تجھے سنت کے مطابق طلاق ہے اور وہ اس طہر میں ہو جس میں اس نے اس سے جماع نہ کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی (کیونکہ اس نے شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق طلاق دیا)۔ اگر وہ ایسے طہر میں ہو جسمیں اس نے اس سے جماع کیا یا وہ حیض میں ہو تو طلاق واقع نہ ہو گی حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ اگر وہ کہتا ہے تجھے بدعت کے مطابق طلاق ہے جبکہ وہ حیض میں ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں اس سے جماع کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی (کیونکہ طلاق کو ایسے وصف کیساتھ ملحق کیا گیا جو ان کلمات کی ادائیگی کے وقت موجود ہے لہٰذا طلاق اسی وقت واقع ہو جائے گی)۔ اگر وہ عورت ان حالتوں میں نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہو گی جب تک کہ وہ اس سے جماع نہ کرے یا اسکو حیض نہ آئے۔ رہی بات ایسی عورت کی جس سے جماع نہ ہوا ہو یا حاملہ ہو جس کا حاملہ

ہونا ظاہر ہو چکا ہو آئسہ ہو (ایسی بوڑھی جسے حیض آنا بند ہو چکا ہو) یا وہ جسے حیض نہ آیا ہو تو ان کے طلاق میں نہ سنت ہے نہ بدعت (کیونکہ ایسی عورتوں کو ہر حال میں طلاق دیا جائز ہوتا ہے) تو جب بھی شوہر ان سے کہے گا تجھے طلاق ہے سنت کے مطابق یا بدعت کے مطابق تو اسی حال میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

باب صریح و کنایہ طلاق

طلاق کے صریح الفاظ وہ ہیں جن میں طلاق کا لفظ اور اسکے مشتقات ہوں جیسے مرد کا کہنا تو انتِ طالق (تو طلاق یافتہ ہے) یا مطلقۃ (طلاق صیغہ مونث کے ساتھ ہے) تو جب ان الفاظ سے صریح طلاق ادا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی چاہے اسکی نیت نہ بھی کرے (کیونکہ جب صریح الفاظ میں معنیٰ ادا ہوتا ہے تو بغیر نیت کے الفاظ کافی ہوتے ہیں)۔ اسکے (یعنی لفظ طلاق کے اور اسکے مشتقات کے) علاوہ وہ الفاظ جن میں طلاق کا احتمال ہوتا ہے (اور طلاق کے علاوہ امور کا بھی احتمال ہوتا ہے) تو وہ کنایہ کہلاتے ہیں اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے جب تک نیت نہ کی جائے۔ اگر اس مرد سے کہا جاتا ہے "کیا تمہاری بیوی ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: نہیں اور نیت جھوٹ بولنے کی ہو تو طلاق واقع نہیں ہو گی (اس کلام کے سیاق میں جو اس نے جواب دیا وہ کنایہ ہے جو طلاق کی نیت کا محتاج ہے جب اس نے نیت نہیں کی تو طلاق بھی واقع نہیں ہوئی) لیکن اگر وہ کہتا ہے میں نے اس کو طلاق دی تو طلاق

واقع ہو جائے گی چاہے وہ جھوٹ بولنے کی نیت کر رہا ہو (کیونکہ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے)۔ اگر وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے تو آزاد ہے یا بَری ہے یا علیٰحدہ ہے یا بتہ ہے (یعنی قطعی طور پر کٹی ہوئی) یا بتلہ ہے (مکمل علیٰحدہ ہے۔ یہ سب کنایات ہیں)اور نیت طلاق کی کرے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی مگر یہ کہ تین سے کم (مثلاً ایک یا دو) کی نیت کرے (یعنی ان الفاظ سے جتنے طلاق کی نیت کی جائے گی اتنے طلاق واقع ہو جائیں گے کیونکہ ان میں سے ہر ایک لفظ ایسا کنایہ ہے جسمیں ایک یا اس سے زیادہ طلاق کا احتمال ہے تو جتنے کی نیت ہو گی اتنے طلاق واقع ہوں گے)۔ ان مذکورہ کنایات کے علاوہ جو کنایات ہیں (وہ کنایاتِ خفیہ ہیں)ان سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے سوائے اسکے کہ تین کی نیت کی جائے (مثلاً یہ کہنا کہ تو ایک ہے تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ اس میں ایک ہی کا احتمال ہے مگر جب اس سے بھی تین کی نیت ہو گی تو تین واقع ہوں گے)۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دیتا ہے (کہ وہ چاہے تو رشتہ باقی رکھے یا توڑ دے) پھر وہ خود کو اختیار کرے تو ایک طلاق واقع ہو گی۔ اگر وہ کچھ نہیں چنتی ہے یا وہ شوہر کو چنتی ہے تو کچھ واقع نہ ہو گا۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا ہمیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق ہے ؟ (یعنی اختیار دینا طلاق نہیں ہوتا ہے جب تک عورت خود کو اختیار نہ کرے)۔ عورت کو اختیار صرف اس مجلس میں حاصل ہے (جس میں اختیار دیا گیا) سوائے اسکے کہ وہ عورت کو آئندہ کیلئے بھی اختیار دیتا ہو۔ اگر شوہر کہتا ہے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں یا خود کو طلاق دے لو تو طلاق کا اختیار اسکے ہاتھ میں رہے گا جب تک

شوہر خود اس کو ختم نہ کرے (یعنی یہ کہے کہ میں رجوع کرتا ہوں یا اس جیسے الفاظ سے جو اختیار کو ختم کرنے پر دلالت کرتے ہیں) یا وہ جماع کرے (شوہر نے اپنے حق کا بیوی کو وکیل بنایا تھا وکالت قول سے ختم ہوتی ہے اور ایسے فعل سے بھی ختم ہوتی ہے جو اسکو باطل کرنے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ یہاں جماع کرنا عورت کی وکالت ختم کرنے پر دلالت کر رہا ہے)۔

باب طلاق کو شرط سے معلق کرنا

نکاح کرنے (اور غلام یا باندھی) کی ملکیت حاصل ہونے کے بعد طلاق دینے اور آزاد کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنا درست ہے اور اس سے (نکاح اور ملکیت سے) پہلے درست نہیں ہے۔(مثلاً: اپنی بیوی سے کہنا کہ اگر تو غیر محرم سے بلا حاجت بات کرے گی تو تجھے طلاق ہے یا اپنے غلام سے کہنا جب اس سال ماہ رمضان آئے گا تو تُو آزاد ہے) پس اگر وہ کہتا ہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کرتا ہوں تو وہ طلاق یافتہ ہے (یہ نکاح سے قبل طلاق کو معلق کیا گیا) یا اگر میں اسکا مالک بنتا ہوں تو وہ آزاد ہو گی تو اسکو طلاق واقع نہ ہو گی اور نہ وہ آزاد ہو گی۔(سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لا طلاق لابن آدم فيما لا يملك ولا عتق لابن آدم فيما لا يملك** یعنی آدمی کو اس طلاق کا حق نہیں جسکا وہ مالک نہیں! اور نہ اس آزاد کرنے کا حق ہے جسکا وہ مالک نہیں)۔

شرط کیلئے استعمال ہونے والے الفاظ چھ ہیں: اِن (اگر) اِذَا (جب) اَی (جو بھی) متیٰ (جب بھی) مَن (جو)، کُلما (جب بھی بار بار)۔ ان میں سے کوئی لفظ تکرار کا (بار بار ہونے کا) کا تقاضہ نہیں کرتا ہے سوائے **کلما** ہے۔ یہ سب الفاظ اگر اثبات کیلئے ہوں (یعنی ان کے بعد نفی نہیں آتی ہے) تو شرط کے واقع ہونے پر حکم ثابت ہو جائے گا۔ پس جب وہ کہتا ہے "اگر تو اُٹھتی ہے تو تو طلاق یافتہ ہے" پھر وہ اُٹھتی ہے تو وہ طلاق یافتہ ہو جائے گی اور شرط ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ کہتا ہے: جب بھی تو اٹھے گی تو طلاق یافتہ ہو گی" تو جب جب بھی وہ اٹھے گی طلاق واقع ہو گی۔ اگر کلمہ شرط اِن نفی کیلئے ہو جیسے اس کا کہنا: اگر میں تجھے طلاق نہیں دیتا ہوں تو تو طلاق یافتہ ہے" تو یہ مؤخر (آخری وقت تک مؤخر) ہو گی اگر کوئی خاص وقت کی نیت نہ ہو پس طلاق صرف ممکنہ آخر وقت میں ہو گی۔

باقی تمام الفاظ فوری اثر کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر وہ کہتا ہے جب (متیٰ) میں تجھے طلاق نہیں دیتا ہوں تو تو طلاق یافتہ ہے اور اس نے طلاق نہ دی تو فوراً طلاق واقع ہو گئی۔ اگر وہ کہتا ہے: "جب جب بھی (کلما) میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طلاق یافتہ ہے" پھر ایسا وقت گزر گیا جسمیں تین طلاقیں دی جا سکتی تھیں اور اس نے نہ دیں تو اگر عورت مدخول بھا تھی تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں (کیونکہ کلمۂ کلما تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور یہاں تکرار طلاق نہ دینے کی ساتھ ہے۔ تو ایک طلاق واقع ہو گی پھر دوسری اور پھر تیسری واقع ہو گی ہے۔ رہی وہ عورت جس سے دخول نہیں ہوا تو وہ پہلی طلاق واقع ہوتے ہی جدا ہو جاتی ہے) اگر وہ کہتا ہے: "جب جب بھی تو بچہ جنے گی تو تو طلاق یافتہ ہے" پھر اس نے جڑواں بچے جنے تو پہلے پر

طلاق ہو جائے گی اور دوسرے پر عدت ختم ہو جائے گی (کیونکہ حاملہ کی وضع حمل کیساتھ عدت ختم ہو جاتی ہے) اور اس سے (دوسرے سے) طلاق واقع نہیں ہو گی (کیونکہ عورت دوسرے بچہ کی پیدائش کے بعد بائنہ ہو گئی اب اس پر طلاق واقع نہیں ہو گی)۔ اگر وہ کہتا ہے : اگر تجھے حیض آتا ہے تو تُو طلاق یافتہ ہے "تو پہلا حیض آنے پر طلاق واقع ہو جائے گی اگر یہ واضح ہو تا ہے کہ وہ حیض نہیں تھا (بلکہ استحاضہ تھا) تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر وہ کہتی ہے کہ " مجھے حیض آیا" اور شوہر اسکو جھٹلاتا ہے (تو عورت کا قول اسکی جان کے بارے میں قبول کیا جائے گا اور) طلاق واقع ہو گی۔ اگر شوہر کہتا ہے تجھے حیض آگیا اور عورت اسکو جھٹلاتی ہے تو شوہر کے اقرار سے طلاق واقع ہو گی (کیونکہ وہ اس کا اقرار کر رہا ہے جس سے طلاق واقع ہوتی ہے تو یہ اس کے اس قول:"میں تجھے طلاق دیتا ہوں" کے مشابہہ ہے)۔ اگر وہ کہتا ہے کہ اگر تجھے حیض آتا ہے تو تُو اور تیری سوکن دونوں طلاق یافتہ ہیں۔ پھر وہ کہتی ہے مجھے حیض آیا لیکن شوہر اسکو جھٹلاتا ہے تو صرف وہ طلاق یافتہ ہو گی اور اسکی سوکن نہیں ہو گی (اس کا قول اپنی جان میں معتبر ہے جبکہ اسکی سوکن کے حق میں بینہ قائم کرنا لازم ہو گا)۔

باب جن باتوں سے طلاق کے عدد میں اختلاف آتا ہے

عورت جب غیر مدخول بہا ہو تو وہ ایک طلاق سے جدا ہو جاتی ہے۔ جب طلاقیں مجموعی طور پر واقع ہوں تو آزاد شوہر کی تین اور غلام کی دو طلاقیں عورت کو حرام کر دیتی ہیں (نکاح ختم کر دیتی ہیں) جیسے کہ شوہر کہے: تُو تین طلاق والی ہے یا کہے، تو طلاق یافتہ ہے طلاق یافتہ ہے طلاق یافتہ ہے۔ اگر وہ طلاق کو ترتیب وار (غیر مدخولہ سے) کہتا ہے جیسے کہے تو طلاق یافتہ ہے پھر (فاء کیساتھ) طلاق یافتہ یا پھر (ثم کیساتھ) طلاق یافتہ یا" طلاق یافتہ بلکہ طلاق یافتہ" یا تو طلاق یافتہ ہے تو طلاق یافتہ ہے" اور (کہتا ہے) اگر میں تجھے طلاق دیتا ہوں تو تو طلاق یافتہ ہے پھر طلاق دے دے یا (کہتا ہے) جب جب بھی میں تجھے طلاق دیتا ہوں تو تو طلاق یافتہ اور اس جیسے دیگر کلمات تو ان سب صورتوں میں صرف ایک طلاق واقع ہو گی (کیونکہ غیر مدخول بھا پر پہلی طلاق کے بعد طلاقیں واقع نہیں ہوتی ہیں کہ وہ اس حال میں ہے کہ جب اس مرد کے نکاح میں نہیں ہے بلکہ وہ اجنبی عورت کی طرح ہے)۔ اگر وہ عورت مدخول بہا ہو تو جتنی طلاقیں (ترتیب وار) دی جائیں گی سب واقع ہوں گی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد اس سے جدا نہیں ہوئی تو دوسری طلاق واقع ہو گی یہ عورت جب تک عدت پوری نہ کر لے تب تک اس آدمی کے نکاح میں رہے گی) جسکو طلاق دینے یا اس کی تعداد یا رضاعت یا اسکی تعداد میں شک ہو تو یقین پر عمل ہو گا (مثلاً اگر طلاق دینے کا یقین ہو اور عدد میں شک ہو تو ایک طلاق دینا شمار کیا جائے گا کیونکہ وہ یقینی ہے)۔ اگر شوہر اپنی بیویوں سے کہتا ہے تم میں

سے ایک طلاق یافتہ ہے اور کسی ایک مخصوص بیوی کا ارادہ نہیں کرتا ہے تو قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ ہوگا۔ اگر وہ اپنی بیوی کا کوئی حصہ خواہ مشترکہ طور پر (یعنی بغیر تخصیص کے آدھی عورت یا چوتھائی عورت) یا کسی معین حصے جیسے اسکی انگلی یا ہاتھ کو طلاق دیتا ہے تو پوری پر طلاق واقع ہوگی (کیونکہ ایک طلاق کے اجزاء نہیں ہوسکتے ہیں جب عورت کے ایک حصہ میں یہ پائے جائیں گے تو اس کا حکم پوری عورت میں جاری ہوگا) سوائے ناخن، دانت، بال، تھوک، آنسو وغیرہ کے کہ ان پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ ساری اجزاء عادۃً ہر انسان سے جدا ہوتے رہتے ہیں اور ان کا قائم مقام آتا رہتا ہے)۔ اگر وہ کہتا ہے: تو آدھی طلاق یافتہ ہے یا اس سے بھی کم طلاق یافتہ ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی (کیونکہ طلاق کی تبعیض نہیں ہوتی ہے)۔

باب الرجعہ

(رجعت اس عمل کو کہتے ہیں کہ جسمیں مطلقہ غیر بائنہ عورت کو اسکی عدت میں بغیر نکاح کے اس حالت میں واپس لایا جاتا ہے جس پر نکاح کے وقت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق رجعی کو بہت سی حکمتوں اور فوائد کی بنا پر جائز قرار دیا ہے کہ شوہر کو ایک موقع اور وقت دیا جائے کہ وہ اس طلاق کے بارے میں غور کرے جو اس نے دی ہے۔ بیوی سے جدائی کا درد یا اپنی اولاد ہو تو ان کو اپنے آپ سے دور ہونے کا اندیشہ محسوس کرتا ہے تو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ شاید اس نے جلد بازی یا غلطی سے طلاق دے دی۔ اسی طرح بیوی کو بھی طلاق کے بعد اسکے نقصانات کا احساس ہو سکتا ہے تو وہ اپنی بد خلقی، بے صبری یا ازدواجی ذمہ داریوں سے فرار پر نادم ہو کر شوہر کو راضی کرنے کی کوشش کر سکتی ہے) جب مرد اپنی بیوی کو دخول کے بعد بغیر عوض کے تین سے کم طلاق دیتا ہے یا غلام (اپنی بیوی کو دخول کے بعد بغیر عوض کے) دو سے کم طلاق دیتا ہے تو اسکو عدت کے دوران رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر ان کے شوہر ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ بھلائی چاہتے ہیں (البقرۃ 228)۔ رجعت یہ ہیکہ شوہر دو مسلمان مردوں سے کہے گواہ رہو میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی ہے یا میں نے اسے واپس لے لیا یا میں نے اسے روک لیا۔ رجعت بغیر ولی کے بغیر اضافی مہر کے اور بغیر عورت کے راضی ہونے کے صحیح (اور لازم) ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو وہ رجعت شمار ہو گی (کیونکہ

طلاق زوجیت کے زوال کا سبب ہے جسکو یہاں فسخ کرنے کا خیار ہے تو جماع کرنا ہے طلاق کو باقی رکھنے سے منع کرتا ہے)۔ رجعیہ (یعنی طلاق رجعی والی عورت) بیوی شمار ہوتی ہے اس پر دوبارہ طلاق یا ظہار ہو سکتا ہے وہ شوہر کیلیئے زینت اختیار کر سکتی ہے شوہر کے سامنے آنے کا حق رکھتی ہے، شوہر اس کیساتھ مباشرت کر سکتا ہے، تنہائی اختیار کر سکتا ہے اور سفر کر سکتا ہے۔ اگر شوہر رجعت کرتا ہے تو بیوی اسکے باقی طلاق کی گنجائش پر واپس آئے گی۔ اگر شوہر اسکو ترک کرتا ہے (یعنی رجوع نہیں کرتا ہے) حتٰی کہ (عدت پوری ہونے کے بعد وہ علیٰحدہ ہو جاتی ہے پھر وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرتی ہے پھر اس سے علیٰحدہ ہو جاتی ہے اور پہلے شوہر سے نکاح کرتی ہے تو وہ پہلے کی باقی طلاقوں پر واپس آئے گی۔ اگر عدت کے ختم ہونے میں دونوں (مرد اور عورت) میں اختلاف ہو تو عورت کا قول قسم کیساتھ معتبر ہو گا جبکہ اس کا دعویٰ ممکن ہو۔ اگر عدت ختم ہونے کے بعد شوہر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اسکی عدت میں رجوع کر لیا تھا لیکن عورت اس کا انکار کرتی ہے تو عورت کا قول معتبر ہو گا۔ اگر شوہر کے پاس بینہ ہو تو اسکے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر عورت دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو (پہلے شوہر کے حق میں رجعت ثابت ہونے پر) وہ واپس اسی (پہلے شوہر) کے پاس لوٹے گی خواہ دوسرے شوہر نے اس سے جماع کیا ہو یا نہیں۔

عدت کا باب

(عدت ایک محدود مدت کا انتظار ہے جو عورت پر لازم ہوتا ہے نکاح ختم ہو جائے بشرطیکہ نکاح دخول یا خلوت یا موت کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہو ۔ عدت کے چند اہم فوائد یہ ہیں۔(1)یقین حاصل کرنا کہ عورت کے رحم میں پہلے شوہر کا حمل موجود نہیں ہے (2) طلاق دینے والے شوہر کو موقع دینا کہ وہ اپنے کئے پر غور کرے (3) دو نکاحوں کے درمیان حد رکھنا تا کہ پہلا نکاح دوسرے سے جڑا نہ رہے اور دوسرا بغیر عدت کے شروع نہ ہو)اس پر کوئی عدت نہیں جسے اسکے شوہر نے اپنی زندگی میں مباشرت یا خلوت صیحہ سے پہلے طلاق دی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرتے ہو بھر ان سے مباشرت کرنے سے پہلے ان کو طلاق دیتے ہو تو ان پر (ایسی عورتوں پر) کوئی عدت نہیں ہے (سورۃ الاحزاب 49)۔

عدت والی عورتوں کی چار اقسام ہیں (1) حاملہ عورتیں، ان کی عدت ان کے بچہ جننے تک ہے۔ اگر وہ جڑواں بچوں کے حاملہ ہو تو عدت دوسرے بچے کے پیدا ہونے پر ہی ختم ہو گی۔ وہ حمل جس سے عدت ختم ہوتی ہے اور جس سے باندھی ام ولد ہوتی ہے وہ ہوتا ہے جس میں انسان کی تخلیق نمایاں ہوتی ہے۔

(2)دوسری وہ عورتیں جن کے شوہر فوت ہو گئے ہوں وہ چار ماہ دس دن انتظار کریں گی، باندھیوں کی مدت اسکی آدھی ہو گی (یعنی دو ماہ پانچ دن)چاہے مباشرت سے پہلے ہو یا بعد

ہو(کیونکہ سورہ بقرہ234 میں ہے: جو لوگ تم میں سے فوت ہو جاتے ہیں اور عورتیں چھوڑتے ہیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ عدت پوری کر لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے حق میں پسندیدہ کام کریں (یعنی نکاح)۔ اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے)

(3) تیسری حیض والی مطلقہ عورتیں ہیں تین حیض تک انتظار کریں گی۔ باندھی کیلئے دو حیض انتظار کرنا ہے۔

(4)چوتھی، وہ عورتیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں (یعنی عمر رسیدہ عورتیں جن کو طبعی طور پر حیض آنا بند ہو جاتا ہے) اور وہ عورتیں جنھیں حیض نہیں آیا ہو انکی عدت تین ماہ ہے ۔ اور (اس چوتھی قسم میں داخل ہونے والی) باندھی کی عدت دو ماہ ہے۔

عدت کیساتھ تربص (انتظار کرنا) تین حالات میں مشروع ہے:

پہلی: جب عورت کا حیض بند ہو جاتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ کس وجہ سے بند ہوا ہے تو وہ نو ماہ انتظار کرے گی پھر حیض سے مایوس عورتوں کی عدت گزارے گی (یعنی تین ماہ)۔ اگر اسکو معلوم ہو کہ حیض کس وجہ سے بند ہوا ہے (جیسے کہ وہ مریضہ ہو یا وہ مرضعہ وغیرہ ہو) تو وہ عدت میں ہوگی ہے جب تک حیض واپس نہیں آتا ہے پھر وہ اس سے عدت گزارے گی (یعنی تین حیض)۔

دوسری: ایسے لاپتہ شخص کی بیوی جو مہلک مقام پر لاپتہ ہو (اس جگہ لاپتہ ہو جہاں ہلاکت متوقع ہو)۔ (مثلاً: وہ جنگ میں سماوی یا ارضی آفت وغیرہ میں لاپتہ ہو جیسے زلزلہ، دریا کی

طغیانی، طوفان وغیرہ) یا وہ اپنے گھر سے لاپتہ ہوا پھر کوئی خبر نہیں ملی تو وہ عورت چار سال انتظار کرے گی پھر شوہر کی وفات کی عدت گزارے گی۔ اگر وہ ان صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں لاپتہ ہو جیسے تجارت کیلئے سفر کرنے والا وغیرہ تو عورت نکاح نہیں کرے گی جب تک اسکی اپنی موت یقینی نہ ہو جائے۔

تیسری: اگر عورت کو اپنی عدت ختم ہونے کے بعد حمل کی علامات ظاہر ہونے کی وجہ سے (جیسے پیٹ کا پھول جانا، پیٹ میں بچہ کی حرکت محسوس ہونا وغیرہ) شک ہو تو وہ نکاح نہ کرے جب تک شک زائل نہ ہو جائے (کیونکہ حاملہ ہونے کے احتمال سے اس کا حکم حاملہ کی طرح ہو گا) اگر وہ اگر وہ نکاح کرتی ہے تو نکاح درست نہ ہو گا (کیونکہ اس نے اسی احتمال کے ساتھ نکاح کیا)۔ اگر اسکو اپنے نکاح کرنے کے بعد شک ہوتا ہے ہے تو نکاح باطل نہیں ہو گا (کیونکہ اس نے حمل نہ ہونے کے یقین کے بعد نکاح کیا) سوائے اسکے کہ اسکو معلوم ہو کہ اس نے نکاح کیا جبکہ وہ حاملہ تھی۔ جب عدت والی عورت نکاح کرتی ہے تو اسکا نکاح باطل ہو گا اور دونوں میں جدائی کرائی جائے گی۔ اگر ان کے درمیان دخول سے پہلے جدائی ہوتی ہے تو وہ پہلی عدت مکمل کرے گی اگر دخول کے بعد جدائی ہوتی ہے تو وہ دوسرے شوہر کے دخول کے وقت پہلے شوہر کی عدت پر بنا کرے گی (یعنی وہ دونوں عدتیں گزارے گی) دوسرے شوہر کیلئے اس سے دوبارہ نکاح جائز ہو گا جب دونوں عدتیں پوری ہو جائیں (کیونکہ دوسرے شوہر کیساتھ کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا جس سے وہ اس پر حرام ہو جائے)۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک سے بچہ جنتی ہے تو اس سے اسکی عدت ختم

ہو جائے گی (کیونکہ وضع حمل کے بعد عدت ختم ہو جاتی ہے) اور دوسرے شوہر کیلئے عدت گزارے گی۔ اگر ممکن ہو کہ بچہ دونوں میں سے کسی کا بھی ہو سکتا ہے (اس طرح کہ وہ بچہ دوسرے شوہر سے وطی کے چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت بعد پیدا ہوا اور پہلے شوہر سے جدائی کے چار سال سے کم عرصہ میں پیدا ہوا) تو قائفین (نسب کی پہچان کرنے والے ماہرین) کو دکھایا جائے گا پھر وہ جس سے بچہ منصوب کریں گے اسی کی طرف اسکو منسوب کیا جائے گا۔ اس سے اسکی عدت ختم ہو جائے گی اور دوسرے کیلئے عدت گزارے گی۔

باب الاحداد

(کسی فوت ہونے والے مرد کی بیوی پر اسکی عدت کے دوران زینت اختیار کرنے کی پابندی یعنی لباس ، خوشبو، زیور، سرمہ وغیرہ کی پابندی احداد کہلاتی ہے)۔ یہ اس عورت پر واجب ہوتا ہے جسکا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ یہ (یعنی احداد) زینت، خوشبو، اثمد کا سرمہ لگانے اور تزئین کی نیت سے رنگی ہوئے کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ایمان والی عورت پر حلال نہیں ہیکہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے سوائے عصب کے کپڑوں کے (نووی نے شرح مسلم میں لکھا: عصب کے کپڑے یمن کے بنے ہوئے کپڑے ہوتے ہیں جن کا سوت (دھاگہ) پہلے

باندھا جاتا ہے پھر باندھے ہوئے کپڑے کو رنگا جاتا ہے پھر اس سے کپڑا بُنا جاتا ہے) اور نہ سرمہ لگائے، نہ خوشبوں لگائے مگر غسل کے وقت قلیل مقدار میں قسط یا اظفار (خوشبودار بوٹیوں) کا استعمال کرے (صرف صفائی کی نیت سے)۔ اس پر واجب ہے کہ وہ اسی گھر میں رات گزارے جہاں اس پر عدت واجب ہوئی ہے اور وہ اسمیں مقیم ہو جبکہ ایسا ممکن ہو (یعنی اس پر اس مکان میں رات گزارنا واجب ہے جہاں وہ اپنے شوہر کی حیات میں رہتی ہے اگر یہ ممکن ہے)۔ اسکو جائز نہیں ہیکہ وہ ایسے مکان یا سفر کا ارادہ کرے جہاں جانے سے اس مکان میں رات گزارنا ترک ہو۔ قریبی رشتہ سے ملاقات کرنے ، بازار سے ضروری سامان لانے وغیرہ کے لئے کسی قریبی جگہ جانا جائز ہے۔

اگر عورت کسی سفر یا حج کیلئے نکلتی ہے پھر (اس دوران) اس کے شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ قریب ہوتی ہے تو واپس آئے گی تا کہ اپنے گھر میں عدت گزارے۔ اگر وہ دور جا چکی ہو تو اپنے سفر پر قائم رہے گی (کیونکہ واپس لوٹنا نہ صرف نقصان دہ ہے بلکہ باعث مشقت بھی ہے)۔ تین طلاق والی عورت (احداد کے احکام میں) اس عورت کی طرح ہے (یعنی جس کا شوہر فوت ہو گیا) سوائے اپنے گھر میں عدت گزارنے کے۔ (الکافی میں ہیکہ فسخ نکاح یا طلاق کے ذریعہ بائن ہونے والی جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے: **البائن بفسخ او طلاق تعتد حیث شاءت**)

باب معتدات کا نفقہ

(عدت گزارنے والی عورتیں اس لحاظ سے کہ ان کا نفقہ کس کے ذمہ ہو گا) تین اقسام کی ہیں پہلی، طلاق رجعی والی اور وہ جسکو اسکے شوہر کی طرف سے نکاح میں روکنے کا امکان ہو تا ہے تو وہ نفقہ اور رہائش فراہم کئے جانے کی حقدار ہو گی۔ اگر کافرہ (غیر کتابیہ) کا شوہر مسلمان ہو جاتا ہے یا مسلمان مرد کی بیوی مرتد ہو جاتی ہے تو یہ دونوں نفقہ کی حقدار نہیں ہوں گی (کیونکہ فسخ نکاح ان عورتوں کے سبب ہوا)۔ اگر کافر مرد کی بیوی اسلام قبول کرتی ہے یا مسلمان عورت کا مرد دخول کے بعد مرتد ہو جاتا ہے تو یہ دونوں عورتیں نفقہ کی حقدار ہوں گی (کیونکہ فسخ نکاح ان کے شوہروں کے کفر کے سبب ہوا ہے)۔

(2) دوسری : شوہر کی زندگی میں طلاق یا فسخ نکاح کے ذریعہ بائن ہونے والی، پس وہ کسی حال رہائش کی حقدار نہیں ہو گی (کیونکہ وہ مرد پر حرام ہے اور اجنبی عورت کی طرح ہے) اور وہ حاملہ ہو تو نفقہ کی حقدار ہو گی ورنہ نہیں (کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ان کو نفقہ فراہم کرو اگر وہ حاملہ ہوں حتی کہ ان کا وضع حمل ہو، سورہ طلاق:6)۔

(3) تیسری، وہ جسکا شوہر وفات پاتا ہے پس وہ نفقہ اور رہائش کی حقدار نہیں ہو گی۔

باب استبرء الاماء (کنیزوں کے رحم کا حمل سے خالی ہونے کا انتظار)

(کنیز سے جماع کرنے سے رک جانا حتیٰ کہ اسکے رحم کا حمل سے خالی ہونے کا علم ہو استبراء الاماء کہلاتا ہے) یہ تین صورتوں میں واجب ہے۔ پہلی: جو کسی باندھی کا مالک ہوتا ہے تو وہ اس سے جماع نہ کرے حتیٰ کہ اسکے رحم کے حمل سے خالی ہونے کا علم ہو (اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے جماع کرنے سے پرہیز کرے)۔

دوسری: ام ولد اور وہ باندھی جس سے اسکا آقا جماع کرتا ہو اس کا نکاح کروانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ استبراء کا علم ہو۔

تیسری: جب ان دونوں (ام ولم اور وہ باندھی جس سے اسکا آقا جماع کرتا ہو) کو ان کا آقا آزاد کرتا ہے یا یہ دونوں اسکی موت سے آزاد ہو جاتی ہیں تو یہ دونوں نکاح نہ کریں حتیٰ کہ ان کو اپنے رحم کے حمل سے خالی ہونے کا علم نہ ہو۔

استبراء ان تمام صورتوں میں وضع حمل سے ہو گا اگر وہ حاملہ ہو یا ایک حیض سے ہو گا اگر اسکو حیض آتا ہو یا ایک مہینہ رکنے سے اگر وہ ایسی ہو جو حیض سے مایوس ہو یا وہ جسکو حیض نہیں آتا ہے یا دس مہینے رکنے سے اگر اس کا حیض رک گیا ہو جبکہ اسکو اس کا سبب معلوم نہ ہو۔

کتاب الظہار

ظہار یہ ہیکہ شوہر اپنی بیوی سے کہے تُو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ (ظہار کے لغوی معنٰی ہیں پیٹھ سے تشبیہ دینا۔ اصطلاح شرع میں بیوی کو کسی محرم عورت جیسے ماں سے تشبیہ دے کر حرام قرار دینا ظہار کہلاتا ہے) یا ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہے (مثلاً بہن بیٹی وغیرہ) یا کہے تُو مجھ پر میرے باپ کی طرح ہے اس سے مقصد اسکو حرام کرنا ہو (کیونکہ یہ ہمیشہ کیلئے حرام عورتوں سے تشبیہ دینے کی طرح ہے جو اپنی بیوی سے اسطرح کے کلمات کہتا ہے) تو وہ (بیوی) اس پر حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کفارہ میں ایک غلام یا لونڈی ہمبستری سے پہلے آزاد نہ کرے۔ اگر وہ غلام نہیں پاتا ہے تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے اگر اسمیں روزے اٹھنے کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اسکا حکم اور کیفیت رمضان میں حالت روزہ میں بیوی سے جماع کرنے کے کفارہ کی طرح ہے (ماہ رمضان میں جماع کرنے پر جو کفارہ عائد ہوتا ہے اسکی کیفیت بھی یہی ہیکہ ایک غلام آزاد کیا جائے اگر وہ میں میسر نہ ہو دو ماہ مسلسل روزے رکھے جائیں اگر اسکی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ نیز یہ دونوں کفاروں کا حکم واجب کا ہے یہ دونوں کفارہ مغلظہ ہیں اور ان میں ترتیب شرط ہے)۔ اگر کفارے کی ادائیگی سے پہلے وہ وطی کرتا ہے ہے تو وہ گناہگار ہوگا اور اس پر (وہی) مذکورہ کفارہ لازم ہوگا (اور کوئی چیز اضافی لازم نہیں ہوگی)۔ جو اپنی بیوی سے کئی بار ظہار کرتا ہے تو اس پر ایک کفارہ ہی

لازم ہو گا (یہ رمضان میں جماع کے کفارہ پر قیاس کرتے ہوئے ہے)۔ اگر وہ ایک جملہ کے ذریعہ اپنی بیویوں سے ظہار کرتا ہے تو ایک کفارہ لازم ہو گا۔ اگر وہ ان سے کئی جملوں کے ذریعہ ظہار کرتا ہے تو ہر بیوی کیلئے الگ کفارہ اس پر لازم ہو گا (کیونکہ یہ الگ الگ قسمیں ہیں جو الگ الگ افراد پر دہرائی گئی ہیں)۔ اگر کوئی اپنی کنیز سے ظہار کرتا ہے (تو وہ ظہار نہیں ہو گا اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہو گا کیونکہ اس کا ایسا کہنا اس چیز کو حرام کرتا ہے جو سکو اللہ تعالٰی نے حلال فرمایا ہے) یا اسے حرام کرتا ہے (تو یہ بھی ظہار نہیں ہو گا اور قسم کا کفارہ لازم ہو گا) یا کسی مباح چیز کو حرام قرار دیتا ہے (مثلاً: کوئی حلال کھانے کو حرام قرار دیتا ہے) یا عورت اپنے شوہر سے ظہار کرتی ہے یا اسکو حرام قرار دیتی ہے تو اس سے کچھ حرام نہیں ہو گا اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہو گا۔ غلام کفارے میں آزاد آدمی کی طرح ہے مگر وہ (غلام) صرف روزوں کے ذریعہ ہی کفارہ ادا کر سکتا ہے۔

کتاب اللعان

(لعان لاعن کا مصدر ہے اور اسکا معنٰی دھتکارنا یا خیر سے دور کرنا ہے۔ زوجین میں ملاعنت یہ ہیکہ مرد اپنی بیوی پر تہمت لگائے کہ اس نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اسکی تعریف یہ ہیکہ زوجین کے درمیان ہونے والی گواہیاں جو قسم کے ساتھ ہے مضبوط کی جاتی ہیں اور شوہر کی طرف سے لعنت کیساتھ اور بیوی کی طرف سے غضب کیساتھ ملی ہوتی ہیں) جب مرد اپنی بالغہ، عاقلہ، آزاد، پاکدامن مسلمان بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے (پھر چار گواہ پیش نہیں کرتا ہے) تو اگر وہ لعان نہ کرے تو اس پر حد (قدف) واجب ہوگی (زنا کی تہمت کیوجہ سے جو حد آتی ہے اسکو شوہر لعان کے ذریعہ ساقط کرتا ہے کیونکہ حد قذف بیوی کا حق ہے) اگر عورت ذمیہ یا باندھی ہو تو اس پر حد کے بجائے تعزیر ہوگی جبکہ وہ نہیں لعان نہیں کرتا ہے (کیونکہ ذمیہ اور باندھی کے قذف کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوتی ہے) تو اس پر (قذف کرنے والے پر) کوئی کاروائی نہیں ہوگی جب تک کہ وہ (بیوی یا ذمیہ یا باندھی) اس کا مطالبہ نہ کرے (یعنی زنا کا الزام لگانے پر وہ خاموش ہو جاتی ہے تو اس مرد پر کوئی کاروائی نہیں ہوگی کیونکہ اس نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا)۔

لعان (کی کیفیت یہ ہیکہ مرد حاکم یا اس کے نائب کی موجودگی میں کہے میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں اپنی اس بیوی پر، اور وہ بیوی کی طرف اشاہ کرے، جو زنا کا الزام لگایا ہے اسمیں سچے لوگوں میں سے ہوں اگر بیوی موجود نہ ہو تو اس کا نام اور نسب بیان کرے

پھر پانچویں قسم پر اسے روک دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا اللہ سے ڈر کیونکہ یہ پانچویں قسم عذاب عذاب الٰہی کا سبب بن سکتی ہے اور دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے اور مگر یہ کہ وہ پوری کرے (یعنی وہ پانچویں قسم کھانے پر اصرار کرتا ہے) تو وہ کہے اور مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں اس زنا کے الزام میں جو میں نے اپنی اس بیوی پر لگایا ہے۔ پھر عورت سے عذاب (حد) کو ٹالنے کا طریقہ یہ ہیکہ (عورت کا انکار اور دفاع یہ ہے) وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دے کہ یہ شخص اس الزام میں جھوٹوں میں سے ہے جو اس نے مجھ پر زنا کا لگایا ہے پھر پانچویں قسم پر اسے روکا جائے گا اور اسکو اللہ کا خوف دلایا جائے گا جیسا کہ مرد کو دلایا گیا تھا اگر وہ انکار کرتی ہے بلکہ پانچویں مکمل کرنے کی اصرار کرتی ہے تو وہ کہے اس پر اللہ کا غضب ہو اگر میرا یہ شوہر مجھ پر زنا کیا الزام لگانے میں سچے لوگوں میں سے ہے۔ پھر حاکم کہے گا میں نے تم دونوں میں علٰحدگی کروادی ہے پھر وہ عورت، مرد پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔ اگر ان کے درمیان کوئی بچہ ہو اور شوہر اسکے اپنے سے منسوب ہونے کا انکار کرتا ہے تو وہ اس سے منسوب نہیں ہو گا چاہے وہ حمل کی صورت میں ہو یا پیدا ہو چکا ہو بشر طیکہ شوہر نے اس بچہ کو پہلے اپنے سے منسوب ہونے کا اقرار نہ کیا ہو یا اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا ہو جو اس کے اقرار پر دلالت کرتا ہو کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہیکہ ایک آدمی نے اپنی بیوی پر لعان کیا تھا اور اس بچہ کا اپنا سے منسوب ہونے کا انکار کیا تھا تو سیدنا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں علیٰحدگی کروائی تھی اور بچہ کو ماں سے منسوب کیا تھا۔

<u>فصل (نسب کے لاحق ہونے کے بارے میں)</u> : جسکی بیوی یا باندھی ایسا بچہ جنتی ہے کہ وہ مرد اس کیساتھ وطی کرنے کا اقرار کرتا ہے، وہ بچہ کا اس کی طرف منسوب ہونا ممکن ہو تو اس بچہ کا نسب اسی سے ملے گا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہے (یعنی کچھ نہیں ہے)۔ عورت کے بچہ کی صرف لعان کے ذریعہ نفی ہو سکتی ہے۔ باندھی کے بچہ کی ولدیت صرف اس دعویٰ سے رد ہو سکتی ہے کہ اسکا استبراء (آقا کو اس باندھی کے مالک بننے کے وقت اس کے رحم کے حمل سے خالی ہونے کا علم) نہیں ہوا تھا۔ اگر بچہ اسکی طرف منسوب ہونا ممکن نہ ہو جیسے کہ اسکی باندھی اس بچہ کو چھ ماہ سے کم مدت میں جنتی ہے اس وقت سے جب اس نے اس سے جماع کیا یا اسکی بیوی بچے کو چھ ماہ سے کم مدت میں جنتی ہے جب سے ان دونوں کا اکٹھا ہونا ممکن ہوا (کیونکہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے جب بچہ کی پیدائش اقل مدت حمل سے کم عرصہ میں ہوتی ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہیکہ حمل بیوی یا باندھی کے اس مرد سے ملاپ سے پہلے موجود تھا) یا شوہر ان میں سے ہو کہ جس کی مثل افراد سے بچہ ہونا ممکن نہ ہو جیسے شوہر لڑکا ہو جسکی عمر دس سال سے کم ہو یا خصی ہو (ایسا شخص جس کے خصیتین نکال دیۓ گئے ہوں) یا مجبوب ہو (وہ جسکا ذکر کٹا ہوا ہو) تو بچہ اسکی طرف منسوب نہیں ہو گا۔

فصل (مجہول النسب کا نسب طئے کرنے کے بارے میں) جب دو مرد کسی عورت کے ایک ہی طہر میں شبہ کی وجہ سے جماع کرتے ہیں یا اپنی مشترکہ باندھی سے دو مرد ایک ہی طہر میں جماع کرتے ہیں پھر وہ عورت بچہ لے آتی ہے (یعنی حاملہ ہو جاتی ہے) یا مجہول النسب بچے کے نسب کا دو مرد دعویٰ کرتے ہیں تو ماہر قیافہ شناس سے بچہ اور دونوں مرد یا ان کے قریبی رشتہ داروں کو دکھایا جائے گا تو بچہ اس مرد کی طرف منسوب ہو گا جس کی طرف قائف نسبت کرے گا اگر قائف دونوں کی طرف نسبت کرتا ہے تو وہ دونوں کی طرف منسوب ہو گا۔ اگر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے یا قائفوں کی رائے آپس میں متضاد ہو جاتی ہے یا قائف نہیں ملتے ہیں تو معاملہ کو چھوڑ دیا جائے گا حتی کہ بچہ بالغ ہو جائے پھر جسکی طرف وہ خود نسبت کرے اسکی طرف وہ منسوب ہو گا۔ قائف کی بات اسی وقت قبول کی جائے گی جب وہ عادل اور تجربہ کار ہو۔

باب الحصانت (بچہ کی پرورش اور نگہداشت کا حق)

بچہ پر سب سے زیادہ حق اسکی ماں کا ہے پھر ماں کی مائیں اگرچہ اوپر تک ہوں (یعنی عورت کی ماں، نانی اور دادی) پھر باپ پھر اسکی مائیں (یعنی بچہ کے باپ کے کی ماں، نانی، دادی) پھر دادا پھر اسکی مائیں پھر حقیقی بہن، پھر علاتی بہن پھر اخیافی بہن، پھر خالہ پھر پھو پھو پھر رشتہ داری میں قریب تر خواتین پھر اسکے قریبی عصبات۔ بچہ کی نگہداشت کی ذمہ داری غلام کو، فاسق کو، اس عورت کو جو بچہ کی جہت سے اجنبی مرد کے نکاح میں ہو، نہیں دی جائے گی (غلام پر تو اپنے آقا کی خدمت لازم ہوتی ہے، فاسق سے اچھی تربیت و نگہداشت نہیں ہو سکتی ہے)۔ اگر ان افراد سے موانع زائل ہو جاتے ہیں (مثلاً غلام آزاد ہو جاتا ہے فاسق تائب ہو کر عادل ہو جاتا ہے، وہ عورت مطلقہ ہو جاتی ہے) تو ان کا حضانت کا حق لوٹ آئے گا۔ جب لڑکا سات سال کا ہو جاتا ہے تو اسے والدین میں انتخاب کا حق دیا جائے گا اور وہ اسکے پاس رہے گا جسے وہ چنے۔ جب لڑکی سات سال کی ہو جاتی ہے تو باپ اسکا زیادہ حقدار ہو گا (کیونکہ وہ ایسی عمر کو پہنچ چکی ہے جس میں اسکی حفاظت و حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی قدرت ماں سے زیادہ باپ میں ہوتی ہے)۔ باپ پر لازم ہیکہ اپنے بچے کے دودھ پلانے کا انتظام کرے (یعنی ایسی عورت کو تلاش کرے جو اسکے بچے کو دودھ پلائے اگرچہ وہ اجرت لے کر ہی دودھ پلائے) سوائے اسکے کہ ماں خود اجرت مثل پر دودھ پلانا چاہے تو وہ دوسروں کے مقابلہ میں اسکی زیادہ حقدار ہو گی چاہے اب وہ شوہر کے نکاح میں ہو یا مطلقہ

ہو۔ اگر بچہ کا باپ نہ ہو اور نہ ماں ہو تو اس کے وارثوں پر اسکے دودھ پلانے کا خرچ ان کی اس سے وراثت کے بقدر ہو گا۔

قریبی رشتہ داروں اور غلاموں کے خرچ کا باب

ایک انسان پر اپنے والدین کا خرچ واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ اوپر کے درجے تک ہوں (مثلاً: دادا، دادی، نانی، نانا وغیرہ ہیں اگر وہ محتاج ہوں اور ان کے پاس کچھ ایسی آسائش بھی نہ ہو جس سے ان کا خرچ نکل سکے) اور (والد پر) اپنے بچوں کا خرچ واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ نیچے کے درجہ تک ہوں (مثلاً پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ جبکہ وہ محتاج ہوں) اور ایسے رشتہ داروں کا بھی واجب ہوتا ہے جو اس کے وارث فرض یا تعصیب کے سبب ہوتے ہیں جبکہ وہ فقراء ہوں اور اسکے پاس اتنا مال ہو جو ان پر خرچ کر سکے۔ اگر کسی فقیر کے دو یا زیادہ وارث ہوں تو اسکا خرچ ان پر ان کے اس سے وراثت کے حصے کے مطابق ہو گا سوائے بیٹے کے کہ اسکا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہو گا۔ غلاموں کے مالکوں پر ان کا خرچ واجب ہے اور ضروری اشیاء اور لباس جسکے وہ محتاج ہوں ان کو مہیا کرنا مالک پر واجب ہے۔ اگر وہ خرچ نہ کریں تو ان کو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا جبکہ ممالیک اسکا مطالبہ کریں (کیونکہ اس مالک کی ملک میں رہنے میں ان کیلئے ضرر ہے اور ضرر کا ازالہ کرنا واجب ہے)۔

ولیمہ کا باب

یہ شادی کی دعوت ہے(ولیمہ عقد کے وقت مسنون ہے روض المربع: تسن الولیمة بعقد) اور یہ مستحب ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جب انہوں نے آپ علیہ السلام کو اطلاع دی تھی کہ انہوں نے نکاح کیا کہ اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کیساتھ (الاقناع میں ہیکہ ولیمہ سنت مؤکدہ ہے اگرچہ جو کے دو مد سے کم مقدار میں ہو اور مسنون ہیکہ ایک بکری سے کم نہ ہو اور اولیٰ یہ ہیکہ ایک بکری سے زیادہ پر کیا جائے:ولیمة العرس سنة مؤكدة ولو بشيء قليل كمدين من شعير ويسن ألا تنقص عن شاة والأولى الزيادة عليها)۔اس دعوت کو قبول کرنا واجب ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دعوت کو قبول نہیں کرتا ہے وہ اللہ اور اسکے رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور جو کھانا کھانا پسند نہ کرے وہ دعا دے اور واپس چلا جائے۔(النثار یعنی) شادی میں میوہ پھینکنا اور اسے اٹھانا جائز ہے مگر کراہت کیساتھ۔اگر حاضرین میں تقسیم کیا جائے تو اولیٰ ہے۔

کتاب الاطعمہ

(اطعمہ) کھانے کی اشیاء دو قسم کی ہیں حیوانی اور غیر حیوانی۔ جہاں تک غیر حیوانی اشیاء کا تعلق ہے تو وہ سب حلال ہیں سوائے وہ جو نجس ہوں یا نقصان دہ ہوں جیسے زہر (اطعمہ اور اشربہ میں اصل ان کا حلال ہونا ہے ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ:29 میں ہے **خلق لکم ما فی الارض جمیعا** اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا ہے)۔ تمام مشروبات جائز ہیں سوائے ان کے جو نشہ آور ہوں کیونکہ اسکا تھوڑا یا زیادہ کسی بھی چیز سے بنایا گیا ہو سب حرام ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کا ایک فرق (تین صاع) نشہ پیدا کرے اسکا ایک ہتھیلی بھر بھی حرام ہے۔ جب شراب خود بخود سرکہ بن جاتی ہے تو وہ پاک اور جائز ہو جاتی ہے لیکن اگر اسے سرکہ بنایا جاتا ہے تو پاک نہیں ہوتی ہے (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے سرکہ بنانے سے منع فرمایا ہے)۔

فصل (حلال اور حرام جانوروں کے بیان میں) حیوان دو قسم کے ہوتے ہیں بری اور بحری ۔بحری جانور سارے حلال ہیں (سورۃ المائدہ **احل لکم صید البحر و طعامه** تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اسکا کھانا حلال کیا گیا۔ سورہ النحل:14 **وهو الذی سخر البحر لتاكلوا منه لحما طريا** اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تاکہ تم اس

سے تازہ گوشت کھاؤ)سوائے (سمندری) سانپ کے (کیونکہ عرب کے ہاں یہ مستخبثات میں سے ہے یعنی اس سے سلیم الطبع شخص کو گِھن آتی ہے اور ہر خبیث چیز حرام ہوتی ہے)اور مینڈک کے (کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قتل کرنے سے منع فرمایا تھا اور ہر وہ چیز جس کو قتل کرنے سے روکا جاتا ہے حرام ہوتی ہے) اور مگرمچھ کے (کیونکہ اس کے نوکیلے دانت ہوتے ہیں جس سے وہ شکار کرتی ہے لہٰذا وہ اس حدیث کے تحت آتی ہے جس میں ہر نوکیلے دانت والے درندے کو کھانے سے روکا گیا) ۔بری جانور (وہ جسکی اساسی حیات زمین پر ہو)تو ان میں ہر نوکیلے دانت والا درندہ حرام ہے اور ہر وہ پرندہ جو شکار کرنے والا پنجہ رکھتا ہو مثلاً ، گدھ ،زخم یعنی ایک قسم کا گدھ) ، دو رنگ والا کوا اور پالتو گدھا اور خچر ، وہ پرندے جو مردار کھاتے ہیں اور وہ حشرات جن سے فطرۃً گھن آتی ہے جیسے چوہا اور اس جیسے سوائے یربوع(چوہا نما جانور)،ضب (چھپکلی جیسا جانور) کیونکہ ضب سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر کھایا گیا جبکہ آپ دیکھ رہے تھے ، کہا گیا کیا یہ حرام ہے تو آپ علیہ السلام نے نہیں فرمایا۔ جو جانور ان کے علاوہ ہیں (جیسے بکری ، گائے ، اونٹ وغیرہ) مباح ہیں۔ گھوڑا اور ضبع مباح ہیں کیوں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی ہے اور ضبع کو شکار قرار دیا ہے۔

ذکات کا باب

ذکات خشکی کے ماکول جانور کو ذبح یا نحر کرنا اور قابو سے باہر جانور کو مار گرانا (شکار کرنا) ہے ۔سمندر کی ہر چیز بغیر ذکات کے حلال ہے کیونکہ سمندر کے بارے میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اسکا مردار بھی حلال ہے۔ سوائے (بحری جانور میں) وہ جو خشکی میں رہتا ہے وہ ذکات کے بغیر مباح نہیں سوائے کیکڑے وغیرہ کے (یعنی وہ جو زمین اور پانی میں رہتے ہیں اور ان میں بہتا ہوا خون نہیں ہے تو وہ بغیر ذکات کے حلال ہیں کیونکہ ذکات کا مقصد جانور سے خون نکالنا ہے تو جسمیں خون نہیں اسکو ذبح کرنے کی حاجت بھی نہیں ہے)۔ زمینی جانوروں میں کوئی جانور ذکات کے بغیر مباح نہیں ہوتا ہے سوائے ٹڈی اور اس جیسے جانور کے۔

ذکات کی تین قسمیں ہیں، نحر، ذبح اور عقر- اونٹ کو نحر کرنا اور اسکے سوا جانوروں کو ذبح کرنا مستحب ہے۔ اگر جسکو ذبح کرنا چاہئے اسے نحر کیا جاتا ہے یا جسکو نحر کرنا چاہئیے اس کو ذبح کیا جاتا ہے تو یہ جائز ہے (کیونکہ مقصد دم مسفوح کا اخراج ہے)۔

ہر قسم کی ذکات کیلیئے تین شرائط لازم ہیں۔ پہلی: ذکات کرنے والے کا اہل ہونا، وہ عاقل، ذبح کرنے پر قادر، مسلمان یا کتابی ہو۔ طفل (غیر ممیز)، مجنون، مخمور اور ایسے کافر کا ذبیحہ جو کتابی نہ ہو حلال نہیں ہے۔

دوسری: ذبح کے وقت اور شکار کی طرف آلئہ شکار بھیجتے وقت بسم اللہ کہنا اگر وہ بولنے پر قدرت رکھنے والا ہو اور اگر گونگا ہو تو آسمان کی طرف اشارہ کرے۔ اگر عمداً ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا ترک کرتا ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ اگر بھول کر ترک کرتا ہے تو حلال ہوگا۔ اگر تسمیہ صید پر ترک کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا چاہے عمداً ترک ہو یا سہواً۔

تیسری: تذکیہ کسی تیر، دھار والی چیز ہو چاہے وہ لوہے کی ہو یا پتھر یا سرکنڈے کی ہو (یہ ایک قسم کا سخت پودا ہے جو عرب میں عام تھا) سوائے دانت اور ناخن کے کیونکہ سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ مگر دانت اور ناخن نہیں۔ شکار کیلئے ضروری ہے کہ تیز ہتھیار سے کیا جائے یا تربیت یافتہ جانوں پیچھے چھوڑا جائے جو شکار کو زخمی کردے ۔ اگر شکار پتھر (جس کی تیز دھار نہ ہو) یا گولی یا جال سے مارا گیا ہو یا تربیت یافتہ جانور نے شکار کو ٹکر مار کر گلا دبا کر یا ڈرا کر مارا ہو تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ اگر وہ معراض (نوک دار نیزہ یا اسی قسم کا ہتھیار) سے شکار کرے تو وہ شکار کھائے جو تیز دھار سے مارا گیا ہو نہ کہ وہ شکار جو اسکے چوڑے حصے سے مارا گیا ہو۔ اگر وہ شکار کیلئے مناجیل (پھندے یا جال) لگاتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے پھر وہ جال شکار کو زخمی کرتا ہے یا قتل کرتا ہے تو وہ شکار حلال ہو گیا(کیونکہ شکار تیز دھار چیز سے مارا گیا یہ نیزے کی تیز دھار سے مارنے کی طرح ہے)۔

فصل (شروط ذکات کے بیان میں) : ذبح اور نحر میں خاص طور پر دو شرطیں لازم ہیں۔
پہلی (محل ذبح) یہ کہ (ذبح) گلے پر اور (نحر) لبہ (سینے کے بالائی حصہ) پر ہو کہ اسمیں حلقوم (سانس کی نالی)، مری (کھانے کی نالی) اور وہ رگیں (یعنی دو بڑی رگیں جو حلقوم کے گرد ہوتی ہیں) کاٹی جائیں جن کے کٹ جانے سے زندگی باقی نہیں رہتی ہے۔
دوسری (ذبح کے وقت حیات مستقرہ ہونا) جانور میں ذبح کے وقت ایسی زندگی موجود ہو جو ذبح سے ختم ہو (ذبح کرنا موت کا سبب بنے)۔ اگر جانور میں صرف اتنی زندگی باقی ہو جتنی ذبح شدہ جانور میں ہوتی ہے (یعنی وہ ذبح سے پہلے قریب المرگ ہو) اور وہ جانور جسکے اندرونی اعضاء نکال دئے گئے ہوں (جیسے جگر، طحال، آنتیں وغیرہ) تو وہ نہ ذبح حلال ہو گا اور نہ نحر سے (کیونکہ اس حال میں وہ جانور مردہ کے حکم میں ہے)۔ اگر اس طرح نہ ہو (یعنی اسمیں حیات مستقرہ ہو) تو وہ حلال ہو گا جیسا کہ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا ہماری کچھ بکریاں سلع نامی جگہ پر چر رہی تھیں ہماری ایک لڑکی نے ایک مرتی ہوئی بکری دیکھی تو ایک پتھر توڑ کر اسے ذبح کر دیا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اسے کھانے کی اجازت دی۔
(عقر کی تعریف) رہا عقر تو وہ حلق اور لبہ کے علاوہ کسی اور جگہ زخم لگا کر مارنا ہے۔ یہ ہر اس جانور کیلئے جائز ہے جس تک رسائی مشکل ہو خواہ وہ شکار ہو یا مویشی۔ جیسا کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ایک اونٹ بھاگ گیا پھر اس نے لوگوں کو تھکا دیا (مگر قابو میں نہ آیا) تو ایک شخص نے اسے تیر سے مارا اور روک لیا تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ان جانوروں میں بھی وحشی جانوروں کی طرح اوابد (وحشی بن) ہوتا ہے، ان میں سے جو تم پر غالب آجائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ اگر کوئی اونٹ کنویں میں گر جاتا ہے پھر اسکو نحر کرنا ممکن نہ ہو پھر اسکے جسم میں کسی بھی جگہ اسکو زخم لگا کر مارا جاتا ہے اور وہ اس زخم کیوجہ سے مر جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہو گا۔

کتاب الصید

ہر وہ شکار جسکو ذبح کرنا ممکن ہو وہ ذبح کرنے سے ہی حلال ہوتا ہے۔ جسکو ذبح کرنے میں معذوری ہو پھر وہ عقر (زخم لگا کر مارنے) سے مر جاتا ہے تو وہ چھ شرائط کیساتھ حلال ہوگا ان میں سے تین شرائط (یعنی (1) مذکی کی اہلیت (2) تسمیہ (3) تذکیہ تیز دھار چیز سے کرنا) ہم نے ذکات کے باب میں بیان کر دی ہیں چوتھی شرط: شکاری جانور تربیت یافتہ ہو یعنی جب اسے چھوڑا جائے تو شکار پر جائے اور بلانے پر واپس آئے۔ یہ شرط خاص طور پر کتے اور چیتے کیلئے ہے کہ وہ شکار پکڑنے کے بعد خود نہ کھائیں جبکہ شکاری پرندے کیلئے یہ شرط نہیں ہے۔

پانچویں شرط: شکاری خود آلہ چھوڑے (جیسے تیر یا شکاری جانور)۔ اگر شکاری کتا خود بخود (شکار کے پیچھے) چلا جائے تو اسکا شکار حلال نہیں ہوگا۔

چھٹویں شرط: شکار کی نیت ہو۔ اگر اپنا تیر چھوڑتا ہے تاکہ وہ کسی اور ہدف پر لگے یا کتے کو چھوڑا جبکہ شکار نظر نہیں آرہا ہو پھر (بھی اتفاقاً شکار ہو جاتا ہے تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا (کیونکہ اسمیں شکار کی نیت نہیں کی گئی)۔

اگر شکار میں ایسی چیز شامل ہو جاتی ہے جسکا قتل کرنا جائز نہیں مثلاً اسکے کتے کیساتھ یا اس کے تیر کیساتھ کوئی ایسا کتا یا تیر شامل ہو جاتا ہے جسکا بھیجنے والے کو علم نہیں ہوتا ہے یا یہ علم نہیں ہوتا ہے کہ اس پر بسم اللہ کہا گیا یا وہ ایسا زہر آلود تیر چلاتا ہے جو شکار کو مارنے میں

مددگار ہوتا ہے یا اسکو پانی میں غرق کرتا ہے یا جانور پر اپنے تیر کے اثر کے یا کتے کے اثر کے علاوہ کوئی اثر پاتا ہے جس سے اسکے مرنے کا احتمال ہوتا ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنا شکاری کتا چھوڑتے ہو تو اس پر اللہ کا نام لو اگر وہ تمہارے لئے شکار پکڑتا ہے پھر تم اسکو زندہ پاتے ہو تو اسے ذبح کرو اور اگر وہ (شکار کو) مارے لیکن اسمیں سے نہ کھائے تو تم اسمیں سے کھاؤ کیونکہ کتے کا پکڑنا اسکا تذکیہ ہے۔ اگر کتا اسمیں سے کھاتا ہے تو مت کھاؤ کیونکہ مجھے خوف ہیکہ اس نے شکار اپنے لئے پکڑا ہے۔ اگر اسمیں دوسرے کتے بھی شامل ہو جاتے ہیں تو مت کھاؤ کیونکہ تم نے صرف اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے اور دوسروں پر نہیں لیا۔ جب تم اپنا تیر (شکار کی طرف) چھوڑتے ہو تو اس پر اللہ کا نام لو اور اگر شکار ایک یا دو دن غائب رہتا ہے اور تم اسمیں صرف اپنے تیر کا اثر پاتے ہو تو اگر چاہو تو اسمیں سے کھاؤ۔ اگر تم اسے پانی میں ڈوبا ہوا پاتے ہو تو اسے مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اسے پانی نے مارا یا تمہارے تیر نے۔

باب المضطر

جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور ہو جاتا ہے اور وہ صرف حرام چیز پاتا ہے تو اسے (اس حرام چیز سے) اتنا کھانا جائز ہے جو اسکی جان بچا سکے۔ اگر وہ (مذکورہ حالت میں) ایسی چیز پاتا ہے جس کا حرام ہونا متفقہ ہے (مثلاً: خنزیر) اور ایک ایسی چیز جس کے حرام ہونے میں اختلاف ہے (مثلاً: لومڑی) تو اس چیز میں سے کھا سکتا ہے جسکے حرام ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر وہ صرف دوسرے کا کھانا پاتا ہے جس کو اس جیسی ضرورت ہو (یعنی اس کھانے کا مالک بھی اس کھانے کا مضطر ہو) تو اسے وہ کھانا لینا جائز نہیں ہو گا (کیونکہ وہ دونوں ضرورت میں برابر ہیں اس صورت میں صاحب مال اس کا زیادہ حقدار ہو گا)۔ اگر وہ دوسرا شخص اس کھانے سے بے نیاز ہو تو وہ اس سے اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے۔ اگر وہ اسے کھانا دینے سے منع کرتا ہے تو وہ زبردستی لے سکتا ہے اور جب بھی اسمیں ادائیگی کی قدرت ہو تو وہ اس کا ضمان دے گا۔ اگر مضطر (مال زبردستی لینے کے دوران) قتل کیا جاتا ہے تو وہ شہید ہو گا (کیونکہ یہ مال اسوقت اس مضطر کا حق اور اسکی ملکیت بن چکا ہے تو اگر وہ اس کیلئے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاتا ہے وہ شہید ہو گا، متفق علیہ) اور اس کے قاتل پر (جبکہ قاتل کو اس کے مضطر ہونے کا علم تھا تو اس پر) اس کا ضمان ہو گا (یعنی قصاص یا دیت

ہو گی)۔ اگر (اس طرح مال لینے کے دوران) منع کرے والا مارا جائے تو اس پر ضمان نہیں ہو گی(کیونکہ مضطر کو کھانا دینے سے روکنے میں وہ ظالم تھا)۔

حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی پیاس کی حالت میں شراب پینا جائز ہے حلق میں پھنسی ہوئی چیز کو شراب سے دفع کرنا جائز ہے جبکہ کوئی سیال چیز اسکے سوا نہیں ملتی ہے۔

باب النذر

(نذر یہ ہیکہ مکلف اپنے پر اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت لازم کرے جو اصلاً شریعت میں اس پر واجب نہ ہو) جو شخص اللہ کی اطاعت (نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ) کی نذر مانے تو اس پر اسے پورا کرنا لازم ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ اسے پورا کرے۔ اگر ایسی چیز کی نذر کی ہو جسکی طاقت نہ ہو جیسے بہت بوڑھا شخص ایسے روزے کی نذر مانے جس کی اسمیں طاقت نہیں ہے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گا کیونکہ یہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جو ایسی نذر مانتا ہے جسکی اسمیں طاقت نہیں تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔ جو بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانتا ہے تو اس پر حج یا عمرہ ہی میں پیدل جانا جائز ہو گا اگر وہ پیدل جانے سے عاجز ہو تو سوار ہو گا اور قسم کا کفارہ دے گا۔ اگر وہ مسلسل روزے رکھنے کی نذر مانتا ہے پھر مسلسل روزہ رکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے تو وہ متفرق روزے رکھے گا اور کفارہ دے گا۔ اگر اثناء ادائیگی میں تسلسل عذر کی وجہ سے ترک ہو تو استئناف (دوبارہ مسلسل روزہ رکھے) اور بناء کر کے (بناء کا مطلب یہ ہیکہ عذر سے پہلے جتنے روزہ رکھے اسکو شمار کر کے عذر زائل ہونے کے بعد باقی روزے ادا کرے) کفارہ دینے میں اختیار ہو گا۔ بغیر عذر کے ترک کرتا ہے تو استئناف واجب ہو گا۔ اگر کسی خاص دنوں میں روزہ رکھنے کی نذر مانتا ہے پھر ان میں

سے کچھ دن روزہ نہیں رکھتا ہے تو باقی روزے پورا کرنا ہو گا، چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرنا اور کفارہ ہر حال میں ادا کرنا ہو گا۔

اگر وہ رقبہ آزاد کرنے کی نذر مانتا ہے تو وہی رقبہ ادائیگی کو کافی ہو گا جو واجبات (مثلاً ظہار یا کفارہ میں) ادائیگی کو کافی ہوتا ہے (یعنی بے عیب مسلمہ باندھی آزاد کرنا) اللہ کی نافرمانی کی نذر ماننا جائز نہیں ہے (مثلاً یہ کہنا کہ مجھ پر عید کا روزہ ہے تو یہ نذر پوری کرنا حرام ہو گا کیونکہ عید کا روزہ حرام ہے پھر اس پر کفارہ لازم ہو گا) ایسی مباح چیز کی نذر بھی جائز نہیں ہے جس کا آدمی مالک نہ ہو اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے جسمیں قسم کا ارادہ کیا جائے (یعنی نذر کو شرط پر، کسی تصدیق یا تکذیب پر معلق کرنا مثلاً: اگر میں تجھ سے بات کروں تو مجھ پر تین دن روزہ رکھنا لازم ہو گا یا اگر فلاں شخص سچ بول رہا ہے تو مجھ پر اس سال حج لازم ہو گا۔ اسطرح کی نذر ماننے والے کو وہ کام کرنے اور قسم کا کفارہ دینے میں اختیار ہو گا) سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں اور نہ اس مباح چیز میں جس کا آدمی مالک نہ ہو اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: نذر صرف اسمیں ہے جس سے اللہ کی رضا چاہی جائے۔

اگر ایک نذر میں اللہ کی اطاعت اور دوسری کوئی چیز کو جمع کیا جاتا ہے تو اس پر صرف اللہ کی اطاعت کرنا لازم ہو گا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی وجہ سے کہ آپ نے کہا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کی ٹھہرا ہوا دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا: ابو اسرائیل نے نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں

ٹھہرے گا اور نہیں بیٹھے گا اور نہ چھاؤں میں آئے گا اور نہ بات کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسکو حکم دو کہ وہ ضرور بات کرے اور سایہ میں آئے اور بیٹھے اور روزہ رکھے۔ (حضرت ابو اسرائیل نے ایک نذر میں روزہ رکھنے کیساتھ دیگر کاموں کو جمع کیا تھا جو اللہ کی اطاعت نہیں تھے تو آقا کریم علیہ السلام نے صرف روزہ ادا کرنے کا حکم دیا)۔

کتاب الایمان

(ایمان یمین یعنی قسم کی جمع ہے ۔غایۃ المنتھیٰ میں اسکی تعریف یوں کی گئی ہے: مخصوص طریقہ پر کسی بڑے کے ذکر کے ذریعہ کسی حکم کو مؤکد کرنا۔ یمین واجب مستحب، مباح، مکروہ اور حرام ہو سکتی ہے۔ کسی حق کو کسی انسان پر ثابت کرنے قسم کھانا واجب ہے۔ کسی مصلحت یعنی دو جھگڑنے والوں میں صلح کروانے قسم کھانا مستحب ہے۔ کسی مباح کام کیلئے قسم کھانا مباح ہے اور مکروہ کیلئے مکروہ ہے ۔وہ قسم جو صاحب یمین کو گناہ میں یا جہنم میں ڈالتی ہے یمین محرم یا یمین غموس کہلاتی ہے۔ یہ جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا ہے) جو حلف اٹھاتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرے گی پھر وہ کام کرتا ہے یا یہ حلف اٹھاتا ہے کہ وہ ایک خاص وقت میں وہ کام ضرور کرے گا پھر وہ اس وقت میں نہیں کرتا ہے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گا سوائے اسکے کہ وہ اپنی قسم کیساتھ ان شاء اللہ کہتا ہے (تو پھر وہ حانث نہیں ہو گا چاہے وہ کام کرے یا نہ کرے اس پر کوئی کفارہ نہیں ہو گا) جبراً وہ کرتا ہے یا بھول کر کرتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہو گا۔ ماضی کی کسی بات میں حلف اٹھانے پر کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے چاہے وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولے یا گمان کرے کہ وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے حلف اٹھایا پھر وہ اس طرح نہ ہو (کیونکہ اس قسم کیساتھ وہ چیز جڑی ہوئی ہے جو اسکی مخالفت کرتی ہے گویا اس قسم کے الفاظ اور حقیقت میں تضاد ہے پس یہ قسم منعقد ہی نہیں ہو گی جیسے نکاح کے وقت رضاعت ثابت ہو جائے تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا ہے) زبان سے بے

ارادہ نکلنے والی قسم پر کفارہ نہیں ہے جیسے کسی بات کے دوران اس کا کہنا، نہیں اللہ کی قسم ! کیوں نہیں اللہ کی قسم ! یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کیوجہ سے ہے کہ اللہ تعالی تمہارا مؤاخذہ تمہاری لغو قسموں میں نہیں فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے یا اسکے اسماء میں سے کسی اسم کی قسم کھانے یا اس کی ذات کے صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھانا جیسے اسکے علم کی، اسکی قدرت کی، اس کے کلام کی، اسکی عزت کی، اسکی قدرت کی، اسکی عظمت کی، اس کے عہد کی، اس کے میثاق کی، اسکی امانت کی قسم کھانے سے ہی کفارہ واجب ہو گا۔ سوائے اس نذر میں جسمیں وہ قسم کا ارادہ کرتا ہے تو اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہو گا۔ اگر ان تمام (اللہ کی اسماء وصفات) کی اور قرآن کی قسم کھا تا ہے پھر حانث ہوتا ہے (خلاف ورزی کرتا ہے) یا ایک چیز پر کئی بار کفارہ سے پہلے قسم دہراتا ہے یا کئی چیزوں پر ایک قسم کھاتا ہے تو اس پر ایک سے زیادہ کفارہ لازم نہیں ہو گا۔ اگر مختلف چیزوں پر کئی قسمیں کھاتا ہے تو اس پر ہر قسم کے حانث ہونے پر اسکا کفارہ ہو گا۔

اگر اپنی قسم میں کوئی تاویل کرتا ہے (یعنی اسکے الفاظ کے کوئی خاص معنیٰ مراد لیتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے اللہ کی قسم ! میں اپنے چچا کی بیٹی سے نکاح نہیں کروں گا اور اسکی مراد کسی خاص چچا کی بیٹی ہو) تو اسکی تاویل قبول ہو گی سوائے یہ کہ وہ اس تاویل کرنے میں ظالم ہو تو اسکا تاویل کرنا اسکو فائدہ نہیں دے گا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے: تیری قسم اس معنیٰ پر ہے جس کو تیرا مخالف سچا مانتا ہے (مثلاً زید کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ! میں نے عمرو کا مال نہیں لیا۔ پھر زید اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اس نے زید کا ایک

خاص مال نہیں لیا جبکہ بقیہ سارا مال جو عمرو کا ہے وہ اس نے لیا ہے تو یہ تاویل درست نہیں ہو گی)۔

باب جامع الایمان

قسموں میں ان امور میں نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا جن میں الفاظ کی گنجائش ہو (یعنی جب قسم کے الفاظ میں کئی معانی کا احتمال ہوتا ہے تب نیت سے ترجیحِ معانی قائم کی جائے گی) جب وہ حلف اٹھاتا ہے کہ وہ ایک آدمی سے بات نہیں کرے گا اور اسکی مراد ایک خاص آدمی ہو یا وہ قسم اٹھاتا ہے کہ وہ دوپہر کا کھانا نہیں کھائے گا اور اسکی مراد ایک خاص دوپہر کے کھانے کی ہو تو اس کی قسم سے وہ چیز مختص ہو گی۔ اگر وہ حلف اٹھاتا ہے کہ وہ اس شخص سے حالت پیاس میں پانی نہیں پیئے گا اور اسکی نیت اسکی احسان مندی سے بچنا تھا تو وہ ہر اس چیز سے حانث ہو گا جسمیں اس کا احسان ہو (جیسے اس شخص سے ہدیہ قبول کرنا یا اس کا کھانا کھانا کیونکہ ان چیزوں میں بھی اس کا احسان ہے)۔ اگر وہ حلف اٹھاتا ہے کہ وہ اسکا کاتا ہوا کپڑا نہیں پہنے گا اور ارادہ اسکے احسان سے بچنے کا تھا پھر جب اس کپڑے کو بیچ کر اس کے ثمن سے فائدہ اٹھاتا ہے تو حانث ہو گا۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ کل اس شخص کا حق ضرور ادا کرے گا اور نیت یہ کرتا ہے کہ اسے آگے نہ ٹالے گا پھر (کل کے بجائے) اسے آج ہی ادا کرتا ہے تو حانث نہیں ہو گا۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے وہ اپنا کپڑا سو درہم / دنیار ہی میں

بیچے گا پھر سو سے زیادہ میں بیچتا ہے تو حانث نہیں ہو گا جبکہ وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ سو سے کم نہیں کرے گا۔ اگر قسم کھاتا ہے کہ اپنی بیوی پر (دوسرا) نکاح ضرور کرے گا اور ارادہ یہ کرتا ہے کہ بیوی غضبناک ہو تو وہی نکاح قسم پوری کرے گا جو واقعی اسے غضناک کرے۔ اگر قسم کھاتا ہے کہ وہ اسے مارے گا اور ارادہ اسے درد پہنچانے کا کرتا ہے تو وہی مار سے قسم پوری ہو گی جو اسے درد پہنچائے۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اسے دس کوڑے مارے گا پھر وہ دس کوڑے اکٹھا کر کے ایک ہی بار مارتا ہے تو قسم پوری نہیں ہو گی۔

اگر نیت نہیں پائی جاتی ہے تو قسم کے سبب کی طرف اور اس چیز کی طرف رجوع کیا جائے گا جس نے اسکو (قسم کھانے پر) ابھارا پھر وہی اسکے قائم مقام ہو گی اسکے اس پر دلالت کرنے کے وجہ سے۔ پس اگر وہ سبب بھی نہ پایا جاتا ہے تو قسم کو اسکے الفاظ ظاہرہ پر محمول کیا جائے گا۔ اگر اس لفظ کا کوئی شرعی عرف (یعنی اصطلاحی معنیٰ) ہو جیسے نماز اور زکات تو قسم کو اس پر محمول کیا جائے گا (یعنی لغوی معنی پر اسکو مقدم کیا جائے گا) اور اسکے صحیح مفہوم کو شامل کیا جائے گا (مثلاً : اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ میں اس گھر میں صلاۃ نہیں ادا کروں گا تو اس سے نماز پڑھنا مراد لیا جائے گا)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ بیع نہیں کرے گا پھر وہ بیع فاسد کرتا ہے تو حانث نہیں ہو گا (کیونکہ اسکی قسم کو بیع شرعی پر محمول کیا جائے گا جو بیع صحیح ہے جو یہاں نہیں پائی گئی) مگر (قسم کھاتے وقت) وہ بیع کی اضافت ایسی چیز پر کرے جس کی بیع درست نہیں جیسے آزاد شخص کی بیع، خمر کی بیع (مثلاً وہ یہ کہے کہ میں آزاد شخص کو نہیں بیچوں گا) تو اسکی قسم بیع فاسد کو بھی شامل ہو گی۔ اگر اسکا کوئی شرعی عرف نہ ہو مگر عرف

عام ہو (یعنی حقیقی معنی سے ہٹ کر لوگوں کی روز مرہ کی زبان میں وہ ایک خاص مفہوم رکھتا ہو اور وہ معنیٰ لغت کے اصلی معنی پر غالب آچکا ہو کہ لغوی معنیٰ کم استعمال ہوتا ہو) مثلاً الروایۃ (لغت عرب میں پانی کی بڑی مشکیزہ کو کہتے ہیں لیکن عرف عام میں یہ اس برتن کیلئے استعمال ہوتا ہے جسمیں پانی لایا جاتا ہے) اور الظعینۃ (ظعینہ اس عورت کو کہتے ہیں جو کجاوں پر سوار ہو لیکن عرف عام میں اس سے مراد صرف عورت ہے) تو اسکی قسم کو اس عرف عام پر محمول کیا جائے گا (یعنی قسم کھانے والے کے الفاظ کا مطلب اس روز مرہ میں استعمال ہونے والا معنیٰ لیا جائے گا)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ کسی دابہ (جانور) پر سوار نہیں ہوگا تو اسکی قسم گھوڑے، خچر اور گدھے کو شامل ہوگی (کیونکہ دابہ کا اطلاق عرف میں ان تین جانوروں پر ہی ہوتا ہے)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ ریحان نہیں سونگھے گا تو اس کی قسم ریحان فارسی پر محمول ہوگی (کیونکہ ریحان سے عرف میں ریحان فارسی مراد لی جاتی ہے)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ شواء نہیں کھائے گا تو وہ بھنا ہوا گوشت کھانے پر حانث ہوگا اور اس کے سواء کھانے پر نہیں ہوگا۔ شواء بھنے ہونے گوشت کو کہتے ہیں۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے وطی نہیں کرے گا تو وہ اس سے جماع کرنے پر حانث ہوگا (کیونکہ عرف عرب میں وطی سے جماع مراد ہوتی ہے)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ وطی الدار نہیں کرے گا تو کسی بھی طریقہ سے گھر میں داخل ہونے پر حانث ہوگا (کیونکہ عرف عرب میں وطی الدار سے گھر میں مطلق داخلہ مراد ہوتا ہے چاہے وہ پیدل ہو یا سوار ہو کر ہو)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ گوشت، سر، انڈا نہیں کھائے گا تو اسکی قسم ہر گوشت، ہر

جانور کے سر اور ہر انڈے کو شامل ہو گی (کیونکہ ان الفاظ سے کسی خاص جانور کی اعضاء کی تعیین عرف میں نہیں ہوتی ہے) ۔ ادم ہر وہ چیز جو عادۃً روٹی کیساتھ کھائی جاتی ہے چاہے وہ پتلی ہو یا ٹھوس ہو جیسے گوشت، انڈا، پنیر، زیتون (اگر ادم نہ کھانے کی قسم کھائی جائے تو ان تمام چیزوں کے کھانے سے حانث ہو گا)۔ اگر وہ قسم کھاتا ہے کہ وہ فلاں مکان میں سکونت اختیار نہیں کرے گا تو وہ ہر اس حالت کو شامل ہو گی جسے سکونت کہا جاتا ہے۔ اگر وہ اسی مکان میں ساکن تھا پھر وہیں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ صبح ہو گئی (تو حانث نہیں ہو گا کیونکہ وہاں سے رات کو نکلنا مشکل نہیں) یا جان کا خطرہ محسوس کیا پھر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ امن پایا تو حانث نہیں ہو گا (کیونکہ اسکا ٹھہرنا دفع ضرر کیلئے تھا اور انتظار کرنا منتقل ہونے کے ممکن ہونے تک تھا)۔

باب قسم کا کفارہ

قسم کا کفارہ یہ ہے:"دس مسکین کو کو وہ کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا جو یہ نہیں پاتا ہے تو تین دن روزے رکھنا ہے"(سورۃ مائدہ: 89)۔ اسکو اختیار ہے کہ کفارہ کو قسم توڑنے پر مقدم کرے یا اسکو قسم توڑنے پر مؤخر کرے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے" جو کوئی کسی چیز پر قسم کھاتا ہے پھر دیکھتا ہے دوسری بات اس سے بہتر ہے تو وہ کفارہ ادا کرے اور وہ کام کرے جو بہتر ہے۔ایک روایت میں ہے پس وہ کرے جو بہتر ہے اور کفارہ اپنی قسم کا دے(یعنی فرمان میں تقدیم اور تاخیر دونوں وارد ہیں) کفارہ میں کپڑے دینے میں وہ دینا کافی ہے جسمیں نماز کی ادائیگی جائز ہوتی ہے مرد کیلیئے ایک کپڑا اور عورت کیلیئے قمیص (درع)اور ڈوپٹہ (خمار)۔ یہ بھی کافی ہیکہ پانچ مساکین کو کھانا کھلائے اور پانچ کو کپڑے دے(کیونکہ وہ دو منصوص اجناس بقدر عدد واجب ادا کر رہا ہے)اگر آدھا غلام آزاد کرتا ہے اور پانچ کو کھانا کھلاتا ہے یا پانچ کو کپڑے دیتا ہے (تو جائز نہیں ہو گا کیونکہ آزادی کا مقصود غلامی سے خلاصی دلوانا ہے جو یہاں نہیں پایا گیا جبکہ سابقہ دو اجناس کا ایک مقصد تھا کہ مساکین کی حاجت کو پورا کیا جائے) یا دو غلاموں کو آدھا آدھا آزاد کرتا ہے تو جائز نہیں ہو گا۔غلام اپنی قسم کے کفارہ میں صرف روزہ ہی رکھ سکتا ہے (کیونکہ وہ کسی مال کا مالک نہیں ہوتا ہے)۔ وہ شخص بھی روزے رکھ کر کفارہ ادا کرے گا جس کے پاس اتنا مال اپنی

ضروریات، اپنی عیال کی ضروریات اور اپنے قرض کی ادائیگی کے بعد کفارہ کی ادائیگی کیلیۓ نہ بچتا ہو۔ اس پر لازم نہیں ہیکہ وہ کفارے کی ادائیگی کی خاطر وہ چیزیں بیچے جس کی اسے حاجت ہو جیسے گھر، خادم، سامان، کتابیں، برتن، وہ تجارتی سامان جسکا ضروری منافع بیچنے کے سبب خراب ہوتا ہے۔ جو (تنگدست) کفارہ میں روزہ رکھنا شروع کرنے کے بعد مالدار ہو جاتا ہے اس پر کفارہ کی جنس (اس نئی مالداری کے سبب) تبدیل کرنا لازم نہیں ہے۔ اگر اسے (یعنی کفارہ دینے والے کو) ایک ہی مسکین ملتا ہے تو دس دن اسی کو کھانا کھلائے (ہر دن اسکو کھانا کھلانا دس مساکین کو کھانا کھلانے کی طرح ہے لہذا اب غلام آزاد کرنے یا روزہ رکھنے کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے)۔

کتاب الجنایات

(جنایات جنایت کی جمع ہے لغت میں جنایت کا مطلب بدن یا مال پر زیادتی کرنا۔ ہے جبکہ اصطلاح میں بدن پر ایسی زیادتی کرنا جو قصاص وغیرہ کا موجب ہو۔ الاقناع: **التعدی علی الابدان بما یوجب قصاص او غیرہ**) ناحق قتل کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ **قتل عمد:** قتل عمد یہ ہیکہ کسی کو ایسا زخم لگایا جائے یا ایسا عمل کر کے قتل کیا جائے کہ جس کے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ اسے قتل کر دے گا جیسے وزنی چیز سے مارنا یا بار بار چھوٹی چیز سے مارنا یا کسی بلند جگہ سے گرا دینا، گلا گھونٹنا، جلا دینا، پانی میں غرق کرنا، زہر پلانا، اس پر جھوٹی گواہی دینا ایسی بات میں جو اس کے قتل کا موجب ہو یا اس پر سے قتل کا حکم صادر کرنا (یعنی، قاضی کا ناحق کسی پر جان بوجھ کر قتل کا حکم دینا) یا اس کے جیسا کوئی کام کرنا، قتل کا ارادہ کرتے ہوئے، مقتول کے معصوم آدمی ہونے کا علم رکھتے ہوئے تو اس صورت میں مقتول کے ولی کو اختیار ہو گا کہ وہ قاتل سے قود یا دیت لے (قصاص یہ ہیکہ جرم کے مرتکب کیساتھ اسکے جرم کے موافق سلوک کیا جائے مثلاً جان کے بدلے جان قتل کرنا، زخم کے بدلے زخم، آنکھ کے بدلے آنکھ۔ قود قصاص کا مترادف ہے اسے خود اسلئے کہا جاتا ہے ہے کہ مقتول کے اولیاء قاتل کو کھینچ کر لے جاتے ہیں اور عموماً اسکی گردن میں رسی ہوتی ہے تا کہ اسے اس مقام تک لے جایا جائے جہاں قصاص نافذ ہو گا۔ دیت اس مال کو کہتے ہیں جو قتل یا کسی جسمانی نقصان کے بدلے میں دیا جاتا ہے) اسلئے کہ سیدنا رسول اللہ

صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کا کوئی رشتہ دار قتل کیا جاتا ہے تو اسکو دو باتوں میں سے جو بہتر ہو اسے چننے کا اختیار ہو گا یا تو (قاتل کو بدلے میں) قتل کرے یا دیت ہے۔ اگر وہ (یعنی مقتول کا ولی) قاتل سے قصاص کے بدلے دیت سے زیادہ پر صلح کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہو گا۔

2۔ شبہ عمد ہے: یہ مقتول پر جان بوجھ کر ایسی جنایت کرنا ہے جس سے عام طور پر اسکا قتل نہیں ہوتا ہے (مثلاً چھڑی یا چھوٹے پتھر سے مارنا) تو اسمیں قصاص نہیں ہوتا ہے بلکہ اسمیں قاتل کے عاقلہ (باپ کی جہت سے قریبی رشتہ داروں) پر دیت واجب ہوتی ہے۔ (شبہ عمد کو خطا عمد یا عمد الخطا بھی کہتے ہیں)۔

3۔ قتل خطا ہے: اسکی دو انواع ہیں۔ پہلی نوع یہ ہیکہ وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جس سے قتل کرنا مقصود نہ ہو لیکن وہ قتل تک پہنچا دیتا ہے (یعنی راستہ میں کنواں کھودنا پھر اسمیں کسی کی گِر کر موت ہونا) یا مقتول کے قتل کا سب بنتا مثلاً کنواں کھودنا وغیرہ (شکار کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا مگر اس سے انسان کا قتل ہو جانا)۔ سوتے ہوئے شخص کا (کسی کو غلطی سے) قتل کرنا (اسطرح کہ وہ سویا ہوا شخص نیند میں کسی پر گِر جائے اور وہ جس پر گرا وہ مر جائے) بچہ یا مجنون کا کسی کو قتل کرنا۔ اس نوع کا حکم شبہ عمد کا حکم ہے (یعنی اسمیں عاقلہ پر دیت واجب ہو گی)۔

دوسری نوع کوئی شخص دار الحرب میں کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر قتل کر دے یا کافروں پر تیر چلانے کا ارادہ کرے اور اسکا تیر کسی مسلمان کو لگ جائے تو اسمیں کفارہ ہو گا لیکن دیت

نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مومن غلام کو آزاد کرنا (کفارہ ہے)۔

قصاص کے واجب ہونے کے شرائط کا باب

قصاص کے واجب ہونے کے چار شرائط ہیں۔ پہلی قاتل کا مکلف ہونا۔ بچے اور مجنون پر کوئی قصاص نہیں ہو گا۔

دوسری: مقتول کا معصوم آدمی ہونا (یعنی ایسا کہ جسکو قتل کرنا حرام ہو پس ہر وہ شخص جو مستحق قتل ہو مثلاً:) اگر وہ حربی ہو یا مرتد ہو یا جنگ میں قتل کرنے والا ہو یا شادی شدہ زانی ہو یا اپنے جان یا مال یا عزت بچانے کیلئے قتل کیا گیا ہو تو اسمیں کوئی ضمان نہیں ہو گا۔

تیسری: مقتول جنایت کرنے والے کے برابر ہو پس ایک آزاد مسلمان ایک آزاد مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ غلام کے بدلے آزاد شخص قتل نہیں کیا جائے گا اور کافر کے بدلے میں مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے مومن کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ ذمی ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ ذمی مسلمان کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ غلام غلام کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ آزاد آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

چوتھی: قاتل مقتول کا باپ نہ ہو پس والد اپنی اولاد کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا خواہ اولاد نیچے درجے کی ہو (مثلاً پوتا، پرپوتا) ۔ماں باپ دونوں اسمیں برابر ہیں۔ اگر ولی الدم (مقتول کا وارث جس کو قصاص لینے کا حق ہوتا ہے) خود بیٹا ہو (مثلاً: ایک آدمی نے ایک ایسی عورت کا قتل کیا جسکا کوئی وارث سوائے قاتل کے بیٹے کے نہ ہو) یا قاتل کو اس (قتل) میں حق حاصل ہو اگرچہ وہ بہت کم ہو (مثلاً:ایک عورت نے ایک ایسے مرد کا قتل کیا جس کے بہت سے وارث ہیں اور ان میں سے ایک اس عورت کا نواسہ ہے)تو قصاص واجب نہیں ہو گا۔ (اولاد کو اپنے والدین کو قتل کروانے کا حق نہیں دیا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں سے مقتول بیٹا ہے اور قاتل باپ ہے، دوسری صورت میں قصاص طلب کرنے والا نواسہ ہو گا جو اپنی نانی کو قتل کروانے کا سبب بن سکتا ہے لہذا ہر صورتوں میں قصاص ساقط ہو گا)۔

<u>فصل قصاص نافذ کرنے کے جواز کی شرائط:</u> قصاص کو نافذ کرنے کے جواز کیلئے تین شرائط ضروری ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ قصاص لینے والا مکلف ہو (جو شخص مکلف ہے وہی قصاص جیسا اہم حق استعمال کر سکتا ہے کیونکہ یہ محض مالی معاملہ نہیں ہے بلکہ جذبات، انتقام اور عدل ہے سے متعلق ہے) اگر قصاص لینے کا حق کسی غیر مکلف (مثلاً نابالغ) کے پاس ہو یا اس غیر مکلف کو اسمیں حق ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو تو اسکو نافذ کروانا (اسکے ولی یا کسی اور کیلئے) جائز نہیں ہو گا۔ (کیونکہ قصاص) کا مقصد بدلہ لینا اور دل کا غصہ نکالنا ہے اور یہ صرف اسوقت

حاصل ہو سکتا ہے جب وارث خود قصاص لے)۔ اگر غیر مکلف خود اپنا حق پورا نافذ کروادے تو یہ کافی ہو گا (مثلاً چھوٹا بچہ خود اپنے والد کے قتل پر قصاص نافذ کروائے تو ایسا کرنا کافی ہو گا)۔

دوسری شرط: تمام مستحقین (یعنی مقتول کے ورثاء) کا قصاص لینے پر متفق ہونا۔ اگر ان میں سے بعض اجازت نہیں دیتے ہیں یا ان میں کوئی غائب ہو تو (مقتول کے بعض ورثاء کیلئے) قصاص لینا جائز نہیں ہو گا۔ اگر ان میں سے بعض ورثاء (باقی ورثاء کی اجازت کے بغیر) قصاص لے لیتے ہیں تو ان پر (اپنے مورث کے قاتل کو قتل کروانے کی وجہ سے) قصاص نہیں ہو گا (جبکہ ورثاء میں سے کسی نے بھی قصاص معاف نہ کیا ہو (الانصاف میں ہے: **فان قتله الباقون عالمين بالعفو سقوط القصاص فعليهم القود والا فلا وعليهم ديته**: اگر قاتل کو باقی ورثاء یہ جانتے ہوئے قتل کرتے ہیں کہ اس کو بعض ورثاء نے معاف کر دیا ہے اور قصاص ساقط ہو گیا ہے تو ان سے قصاص لیا جائے گا اگر باقی ورثاء نے معاف نہیں کیا تھا تو ان سے قصاص بھی نہیں لیا جائے گا اور ان پر دیت ہو گی) لیکن ان پر قاتل کی باقی دیت ہو گی (کیونکہ انہوں نے پوری جان کا قصاص لے لیا ان کا حق صرف کچھ حصہ تھا لہذا ان پر لازم ہے کہ باقی ورثاء کو ان کے حصے کی دیت ادا کریں جیسا کہ اگر کسی کے پاس مشترکہ امانت ہو اور وہ اسے ضائع کر دے تو اسے دوسروں کا حق ادا کرنا پڑتا ہے) وہ رشتہ دار جو میت کے مال کا وارث بنتا ہے اپنی میراث کے بقدر قصاص لینے کا مستحق ہوتا ہے۔

تیسری شرط: قصاص لیتے وقت زیادتی کا اندیشہ نہ ہو۔ پس اگر جنایت کرنے والی حاملہ ہو تو اس سے نہ جان کا، نہ زخم کا قصاص لینا جائز ہو گا اور نہ ہی اس پر حد نافذ کرنا جائز ہو گا جب تک کہ وہ بچہ پیدا نہ کرے اور بچہ ماں سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

<u>فصل قصاص کے ساقط ہونے کے بارے میں:</u> قصاص واجب ہونے کے بعد تین چیزوں کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے۔

پہلا: جنایت کو معاف کرنا یا اس کے بعض حصہ کو معاف کرنا۔ اگر بعض ورثاء اپنا حق یا اسکا کچھ حصہ معاف کرتے ہیں تو پورا قصاص ساقط ہو جاتا ہے (کیونکہ قصاص کے حصے نہیں ہو سکتے ہیں اگر ایک حصہ ساقط ہو گا تو پورا ساقط ہو گا) باقی ورثاء کو دیت میں ان کا حق ملے گا۔ اگر معافی کسی مال کے عوض دی جاتی ہے (مثلاً ورثاء میں سے کوئی ایک یہ کہتا ہے کہ میں دیت میں اپنے حصے کے بدلے تمہیں معاف کرتا ہوں یا میں تمہیں فلاں مال کے بدلے معاف کرتا ہوں) تو اسے دیت میں اسکا حصہ ملے گا ورنہ (صرف معاف کرنے اور اس پر کوئی مال کا مطالبہ نہ کرنے پر) وہ صرف ثواب کا حقدار ہو گا۔

دوسرا قاتل کا یا اسکی بعض اولاد کا مقتول کے خون کا وارث بننا (مثلاً: ایک شخص اپنے بھائی کا قتل کرتا ہے اور باپ اپنے قاتل بیٹے کے خون کے بعض کا وارث بنتا ہے تب قصاص ساقط ہو گا کیونکہ اسکو خود کو قتل کرنا جائز نہیں ہو گا۔ دوسری مثال ایک شخص اپنی بیوی کا قتل کرتا ہے پھر اسکا بیٹا اسکے خون کے بعض کا وارث بنتا ہے تو قصاص ساقط ہو گا)۔

تیسرا: قاتل فوت ہو جائے تو قصاص ساقط ہوتا ہے اور قاتل کے ترکہ میں سے دیت واجب ہو گی۔

اگر ایک شخص دو افراد کو عمداً قتل کرتا ہے پھر دونوں مقتولین کے ورثاء اس کو (قتل کے بدلے) قتل کرنے پر متفق ہو جاتے ہیں تو وہ ان دونوں ورثاء کے بدلے میں (ایک ہی بار) قتل کیا جائے گا (ایک شخص کے بدلے قاتل کو قتل کرنا اجماعی مسئلہ ہے تو دو کے بدلے تو بطریق اولیٰ درست ہے کیونکہ دونوں ورثاء نے اپنے مکمل حق سے کم یعنی ایک قصاص پر رضامندی ظاہر کی ہے) اگر مقتولین کے ورثاء آپس میں اختلاف کریں (کہ کون پہلے قصاص لے گا) تو قاتل پہلے مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا (کیونکہ پہلے مقتول کے ورثاء کا حق اسی وقت سے ثابت ہو چکا تھا جب ان کا مورث قتل ہوا تھا) اور دوسرے مقتول کیلئے دیت ہو گی (کیونکہ اب ان کیلئے قاتل سے قصاص لینا ممکن نہیں رہا) اگر پہلے قاتل کا قصاص (کسی وجہ سے) ساقط ہو جاتا ہے (مثلاً: اسکے بعض ورثاء معاف کر دیتے ہیں) تو دوسرے مقتول کے اولیاء کو قصاص لینے کا حق ہو گا۔

قصاص تلوار سے گردن مار کر لیا جاتا ہے (کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ **لا قود الا بالسیف**، قصاص تلوار سے ہی لیا جائے گا) - قاتل کیساتھ تمثیل (اعضاء کاٹنے یا چہرہ بگاڑنے کی سزا) نہیں کی جائے گی سوائے یہ کہ اس نے مقتول کے ساتھ ایسا کیا ہو تو پھر اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا۔

قتل میں اشتراک کا باب

جماعت (یعنی کئی لوگ) ایک شخص کے بدلے قتل کئے جائیں گے (اگر کئی افراد مل کر ایک آدمی کو قتل کرتے ہیں تو ان سب کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا) اگر ان میں سے کسی کو قتل کرنے میں معذوری قاتل مقتول کا باپ ہونے کی وجہ سے ہو یا اسمیں عدم مکافات کی وجہ سے ہو یا اسکے شرکاء کے معاف کرنے کی وجہ سے ہو اور اگر ان قاتلوں میں سے کوئی مکلف (عاقل بالغ) نہ ہو یا قتل خطا کرنے والا ہو تو ان میں سے کسی سے بھی قصاص لینا واجب نہ ہو گا۔ اگر ایک شخص دوسرے کو قتل کرنے پر مجبور کرتا ہے پھر ان میں سے ایک قتل کرتا ہے یا ان میں سے ایک زخم لگاتا ہے اور دوسرا اسو زخم لگاتا ہے یا ان میں سے ایک کہنی کے نیچے سے کاٹتا ہے اور دوسرا کہنی کے اوپر سے کاٹتا ہے (پھر یہ کاٹنا موت کا سبب بنتا ہے) تو دونوں قاتل شمار ہوں گے اور دونوں سے قصاص لینا واجب ہو گا اگر دیت واجب ہو جاتی ہے تو وہ دونوں دیت میں برابر ہوں گے اگر ان میں سے ایک اسے ذبح کرتا ہے پھر دوسرا شخص اس کا ہاتھ کاٹتا ہے یا اسے دو حصوں میں چیرتا ہے تو پہلا شخص (ذبح کرنے والا) قاتل شمار ہو گا۔ اگر دو میں سے ایک اسے کاٹتا ہے پھر دوسرا اسے ذبح کرتا ہے تو کاٹنا والے کو (اسکے کاٹنے کی مثل) کاٹا جائے گا اور ذبح کرنے والے کو ذبح کیا جائے گا (کیونکہ ذبح کرنے والا ہی قاتل ہے)۔ جس شخص نے قتل کی تحریم کا علم رکھتے ہوئے (یعنی کسی شخص کو یہ علم تھا کہ دوسرا شخص معصوم ہے پھر بھی وہ اسکو) قتل کرنے کا حکم دیتا ہے

پھر وہ قتل کیا جاتا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور حکم دینے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ اگر وہ قتل کا حکم ایسے شخص کو دیتا ہے جو قتل کے حرام ہونے کو نہیں جانتا تھا(یعنی اسکو یہ علم نہیں تھا کہ مقتول معصوم ہے)یا غیر ممیز بچے کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے تو قصاص حکم دینے والے سے لیا جائے گا۔ اگر ایک شخص کسی انسان کو پکڑ کر رکھتا ہے تا کہ اسے قتل کیا جائے پھر وہ (جسے قبصہ میں پکڑا گیا تھا) قتل کیا جاتا ہے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے۔

باب: زخموں میں قصاص

ہر عضو کا قصاص اس جیسے عضو سے لینا واجب ہوتا ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ (اگر کوئی شخص کسی کی آنکھ پھوڑے تو قصاص میں اسکی بھی آنکھ پھوڑی جائے گی۔ اگر وہ کسی کی پوری آنکھ نکالدے تو بدلے میں اسکی بھی پوری آنکھ نکالی جائے گی۔ اگر اس نے کسی کو تھپڑ مارا یا اس طرح کی کوئی حرکت کی جس سے اسکی بینائی چلی گئی تو قصاص میں اس سے بھی ویسا کیا جائے گا جس سے اسکی بینائی چلی جائے) ناک کے بدلے ناک لی جائے گی۔ (اگر ناک کا اگلا نرم حصہ کاٹتا ہے تو اسکی بھی ناک کا اگلا نرم حصہ کاٹا جائے گا۔ اگر آدھا کاٹتا تو آدھا کاٹا جائے گا۔ اگر ہڈی اور نرم حصہ کاٹتا ہے تو اسی طرح اسکی ناک کی ہڈی اور نرم حصہ کاٹا جائے گا) پلک، ہونٹ، زبان، دانت، ہاتھ، پاؤں، ذکر، خصیتین میں اسی طرح برابر قصاص

ہو گا۔اسی طرح ہر وہ عضو جس میں قصاص لینا ممکن ہو۔(زخموں میں قصاص لینے کے تین شروط ہیں:) مجنی علیہ (جسکو نقصان پہنچا) اور جانی (نقصان پہنچانے والا) کے مکافی (برابر) ہونے کا اعتبار ہو گا(مسلمان کو ذمی کے بدلے، آزاد کو غلام کے بدلے زخم نہیں پہنچایا جائے گا)۔

2۔جنایت کا عمداً ہونا(اگر وہ خطاءً ہوئی تو قصاص نہیں لیا جائے گا)۔

3۔قصاص لینے میں تعدی یا ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو کہ قصاص مفصل (جوڑ) یا کسی ایسی حد سے جہاں عضو ختم ہوتا ہے جیسے موضحہ زخم جو ہڈی تک پہنچتا ہے (جب قصاص کے ذریعہ زخم پہنچانے میں تعدی کا اندیشہ ہو تو قصاص ساقط ہو گا)۔رہی بات ہڈی توڑنے یا کلائی اور پنڈلی سے عضو کاٹنے کی تو اس میں نہیں ہو گا(کیونکہ اسمیں مماثلت ممکن نہیں ہے) اور نہ ہی جائفہ (ایسا گہرا زخم جو پیٹ وغیرہ تک پہنچے) میں قصاص ہو گا۔اور نہ سر کے زخموں میں قصاص ہو گا سوائے موضحہ کے (شجاج الراس یعنی سر کے زخموں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں جنہیں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔موضحہ وہ زخم ہے جو کھال کو اور گوشت کو چیرتے ہوئے ہڈی کو ظاہر کر دے۔الھاشمہ ہڈی کو توڑ دینے والا زخم ہے، المنقلہ ہڈی کو توڑ کر ہڈی کے ٹکڑے کو اپنی جگہ سے ہٹا دینے والا زخم ہے، المامومہ ایسا گہرا زخم ہے جو کھوپڑی کے مغز تک پہنچ جائے۔ان تینوں میں میں قصاص نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان میں ہلاکت یا زائد نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔جو موضحہ سے کم درجے کے زخم ہیں وہ یہ ہیں: السمحاق جلد کے اوپر صرف چھلی تک پہنچنے والا معمولی زخم، المتلاحمہ :زخم جو گوشت میں گہرائی سے لگا ہو

لیکن ہڈی تک نہ پہنچا ہو۔ الباضعہ گوشت کو چیرنے والا زخم۔ البازلہ گوشت کو کاٹ کر اندرونی گوشت تک پہنچنے والا زخم۔ الخارصہ: کھال کو چھیل دینے والا سطحی زخم۔ ان تمام میں بھی قصاص نہیں ہوتا ہے) سوائے اسکے کہ اگر مجنی علیہ (جس پر ظلم ہوا) موضحہ زخم پر راضی ہو جاتا ہے جبکہ اسے موضحہ سے زیادہ درجہ کا زخم لگا ہو (یعنی کسی کو ایک شخص نے ہاشمہ یا منقلہ یا مامومہ لگایا لیکن مجنی علیہ موضحہ زخم قصاص میں لگانے پر راضی ہو جاتا ہے تو یہ درست ہو گا)۔ ناک میں مارن کے حصہ کے علاوہ قود نہیں اور وہ (مارن) ناک کا نرم حصہ ہے۔ قصاص میں نام اور مقام میں برابری ہونا شرط ہے (مثلاً: ہاتھ کے بدلے پاؤں میں قصاص نہیں لیا جائے گا) دائیں بائیں اوپر نیچے میں سے کوئی پاؤں میں قصاص عضو اپنے مثل کے سوا نہیں لیا جائے گا۔ انگلی، پور،، دانت میں بھی اپنی مثل کے سوا نہیں لیا جائے گا۔ مکمل (یعنی سالم) انگلیاں والا (ہاتھ یا پاؤں) ناقص انگلیوں والے کے بدلے نہیں لی جائیں گی اور نہ تندرست انگلیوں والا مفلوج انگلیوں والے کے بدلے لی جائیں گے (کیونکہ اسمیں جنایت سے بڑھ کر قصاص ہو گا)۔ ناقص عضو کے بدلے کامل لیا جا سکتا ہے اور شل عضو کے بدلے صحیح عضو لیا جا سکتا ہے جبکہ جسم کو نقصان کا خطرہ نہ ہو (مثلاً مجنی علیہ اس کے صحیح عضو کے بدلے ناقص عضو لینے پر راضی ہو تو یہ جائز ہو گا کیونکہ وہ خود اپنے حق سے کم لینے پر راضی ہے)

فصل(اعضاء کے بعض حصوں میں قصاص اور دیت کا بیان): جب کوئی شخص دوسرے کی زبان کا حصہ، ناک کا نرم حصہ، ہونٹ کا حصہ، حشفہ کا حصہ (حشفہ = ذکر کا اگلا حصہ) کان کا حصہ کاٹتا ہے تو اس سے اسکے مثل قصاص لیا جائے گا اس طرح کہ حصوں کی مقدار یا تناسب مقرر کیا جائے گا مثلاً نصف، ثلث وغیر ھما۔(اگر قصاص نہ لی جائے اور) دیت لی جاتی ہے(جب مجنی علیہ قصاص سے در گزر کر کے دیت لیتا ہے)تو پھر اسکے تناسب سے لی جائے گی (یعنی اس عضو کی کل دیت سے اتنا تناسب لیا جائے گا جتنا وہ عضو کاٹا گیا اگر آدھا کاٹا ہو تو آدھی دیت اگر چوتھائی کاٹا ہو تو چوتھائی دیت ہو گی)۔ اگر وہ کسی کے دانت کا کچھ حصہ توڑتا ہے تو اتنا ہی حصہ جانی کے دانت کا توڑا جائے گا جبکہ (اسطرح بعض حصہ توڑنے کے دوران) مکمل دانت کے اکھڑنے سے امان ہو۔ دانت کا قصاص اسوقت تک نہ لیا جائے جب تک اسکے واپس آنے سے مایوسی نہ ہو (کیونکہ جب وہ واپس آجائے گا تو ضمان مکمل نہ ہو گا)۔ زخم کا قصاص اسوقت تک نہیں لیا جائے گا جب تک زخم مکمل طور پر ٹھیک نہ ہو جائے(کیونکہ ممکن ہیکہ اس زخم کی وجہ سے مجنی علیہ کی موت ہو جائے یا اسکا جسم شل ہو جائے یا بعض اعضاء شل ہو جائیں)۔

سرایت قود (قود کے نتیجے میں ہونے والا اضافی نقصان) کا تاوان نہیں ہو گا(مثلاً جانی کا ہاتھ قصاص کے طور پر کاٹا گیا پھر اسکے سبب اسکی موت واقع ہو گئی تو قصاص طلب کرنے والے پر نہ ہی قصاص ہو گا اور نہ دیت ہو گی کیونکہ اس نے اپنا حق طلب کیا تھا)۔ سرایت جنایت (کسی جنایت کے نتیجے میں ہونے والا اضافی نقصان) کا ضمان قصاص اور دیت کے ذریعہ لیا

جائے گا سوائے اسکے کہ زخم کے ٹھیک ہونے سے پہلے اس کا قصاص مکمل لے لیا جائے تو اس کا ضمان ساقط ہو گا۔

کتاب الدیات

آزاد مرد مسلمان کی دیت ایک ہزار مثقال سونا یا بارہ ہزار درہم چاندی یا سو اونٹ ہے۔ اگر قتل عمد ہو تو اسمیں دیت تیس حقہ، تیس جذعہ (حقہ: 3 سالہ اونٹنی، جذعہ = 4 سال اونٹنی) اور چالیس خلفہ ہو گی یہ حاملہ اونٹنیاں ہوتی ہیں۔ یہ قاتل کے مال سے فوراً ادا کی جائے گی۔ اگر قتل شبہ عمد ہو تو اونٹوں کی عمریں وہی ہوں گی لیکن دیت قاتل کی عاقلہ (عصبات) پر ہو گی اور تین سال میں ادا کی جائے گی، ہر سال کی ابتداء میں ایک تہائی۔ اگر قتل خطا ہو تو دیت عاقلہ پر اسی طرح (یعنی تین سال میں ہو گی) مگر یہ بیس بنت مخاض، بیس ابن مخاض، بیس بنت لبون اور بیس جذعہ ہو گی (بنت مخاض ایک سالہ اونٹنی، ابن مخاض: ایک سالہ اونٹ، بنت لبون: دوسالہ اونٹنی)۔

آزاد مسلمان عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے (کیونکہ یہ اسی طرح سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے) عورت کے جراحات کا معاوضہ مرد کے جراحات کے برابر ہو گا جب تک کہ وہ دیت کے ایک تہائی تک ہوں۔ جب (عورت کے زخم کی

دیت مرد کی دیت کی ایک تہائی سے)زیادہ ہو تو وہ (مرد کے زخم کی دیت کی) آدھی ہو گی (اسی طرح کا ثبوت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت سے ملتا ہے) ۔

کتابی مرد کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف (یعنی پچاس اونٹ) اور ان کی عورتوں کی دیت اس کا بھی نصف (یعنی پچیس اونٹ) - مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے اور ان کی عورتوں کی دیت اسکا نصف ہے۔ غلام یا باندھی کی دیت ان کی قیمت کے برابر ہو گی چاہے وہ جتنی بھی ہو (کیونکہ یہ مال ہیں تو ان کی قیمت ضمان میں لی جائے گی)۔ جو جزوی طور پر آزاد ہو تو اسمیں حساب کے ذریعہ آزاد حصہ کی دیت اور غلام حصہ کی قیمت ہو گی۔

جنین کی دیت جبکہ وہ (کسی ضرب وغیرہ کے سبب) مردہ ساقط ہو غُرّہ ہے۔ (غرہ) ایک غلام یا باندھی ہے جسکی قیمت پانچ اونٹ کے برابر ہے۔ یہ دیت جنین کی میراث سمجھی جائے گی (یعنی یہ اسکے ورثاء میں تقسیم ہو گی)۔ اگر حاملہ عورت دوا پی کر اپنے بچے کو ساقط کرتی ہے تو اس پر غرہ لازم ہو گا مگر وہ خود اس دیت میں سے کچھ بھی نہیں پائے گی (کیونکہ جنین کو اس نے ہلاک کیا لہٰذا وہ اسکی وارث نہیں ہو گی) اگر جنین کتابی ہو تو اس کی دیت اپنی ماں کی دیت کا دسواں حصہ ہو گی (مسلمان کے جنین کی دیت اسکی ماں کا دسواں حصہ ہے تو کتابی کے جنین کی دیت اسکی ماں کی دیت کا دسواں حصہ ہے) اگر جنین غلام ہو (یعنی اسکی ماں باندھی ہو) تو اس کی دیت اسکی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔ اگر بچہ زندہ پیدا ہوتا ہے پھر ضرب کی وجہ سے مرتا ہے تو اسکی پوری دیت لازم ہو گی بشرطیکہ اسکا پیدا ہونا اس وقت ہو جبکہ اسکے جیسا بچہ زندہ رہ سکتا ہے۔

باب: عاقلہ اور جو دیت وہ اٹھاتے ہیں

عاقلہ قاتل کے تمام عصبات ہیں خواہ قریب کے ہوں یا دور کے نسبی ہوں یا یا ولاء کے، سوائے بچے، پاگل، فقیر کے (دیت کا بوجھ اٹھانا نصرت کے باب میں سے ہے لہٰذا بچہ اور مجنون اس کا اہل نہیں ہے اسی طرح فقیر بھی اس کا اہل نہیں ہے جیسا کہ وہ زکات کی ادائیگی کا اہل نہیں ہے) اور اسکے سوا جو قاتل کے دین کے مخالف ہو۔ ہر ایک شخص پر واجب ہونے والے حصے کی مقدار کی تعیین میں امام کے اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا تو وہ (امام) اتنا مقرر کرے گا جو آسان ہو اور شاق نہ ہو (مالدار پر اسکی حیثیت کے حساب سے اور متوسط درجے والے پر اسکی حیثیت کے حساب سے یہ مقرر ہو گا کیونکہ یہ مؤاسات یعنی باہمی غمخواری کے باب سے ہے) جو دیت بچ جائے وہ قاتل کے ذمہ ہو گی۔ اسی طرح (پوری) دیت اس (قاتل) کے ذمہ ہو گی جس کی کوئی عاقلہ نہ ہو۔ عاقلہ نہ تو قتل عمد کا بوجھ اٹھاتی ہے نہ غلام کی دیت (یعنی جب غلام قتل ہو تو قاتل کے عاقلہ پر اسکی قیمت نہیں ہو گی کیونکہ وہ مال کے اتلاف کا ضمان نہیں اٹھاتے ہیں) نہ صلح میں طئے کی گئی دیت (یعنی ایک شخص دوسرے پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اسکے مورث کا قتل کیا لیکن وہ انکار کرتا ہے پھر مدعی سے مال پر صلح کرتا ہے تو یہ مال عاقلہ پر اسلئے نہیں ہو گا کہ اس نے اپنے اختیار سے یہ لازم کیا ہے) اور نہ اعتراف سے لازم ہونے والی دیت (جب کوئی شخص قتل خطا یا شبہ عمد کا اعتراف کرتا ہے اور عاقلہ اس بات کی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو ان پر دین کا

بوجھ نہیں ہوگا کیونکہ اسمیں قاتل کا اقرار اور عاقلہ کے خلاف دعویٰ شامل ہوتا ہے کہ ان پر مال دیت واجب ہے تو یہ ان کے حق میں قبول نہیں کیا جائے گا سوائے جس کا وہ خود اقرار کریں) نہ ایک تہائی سے کم دیت کا (جب کوئی شخص دوسری اشخاص کیساتھ خطا یا شبہ عمد میں میں شریک ہوتا ہے پھر اس پر ایک تہائی سے کم دیت آتی ہے تو یہ عاقلہ پر اسلئے لازم نہیں ہوگی کہ دیت میں عاقلہ کا شریک ہونا اسکے بوجھ اور مشقت کو کم کرنے کیلئے ہے تو جو ایک تہائی سے کم ہو اس میں بوجھ نہیں ہوتا ہے) اہل ذمہ آپس میں ایک دوسرے کے عاقلہ بنتے ہیں۔ مرتد کیلئے کوئی عاقلہ نہیں ہوگی (مرتد کے وارث اسکے مسلمان رشتہ دار نہیں بنتے ہیں اور نہ وہ اسکے کفر کا اقرار کرتے ہیں اسکی عاقلہ کفار بنتے ہیں) اور نہ اس کیلئے کوئی عاقلہ ہوگی جو اپنی جنایت کے سرزد ہونے کے بعد مسلمان ہوا ہو (اسکی مثال یہ ہیکہ اگر کسی غلام نے کسی عورت سے شادی کی جو کسی قوم کی آزاد کردہ ہو پھر اس سے اولاد پیدا ہوئی تو بچہ کا ولاء ماں کے موالی کو حاصل ہوگا پھر وہ بچہ جنایت کرتا ہے تو اسکی دیت ماں کے موالی پر ہوگی کیونکہ وہ اسکے عصبہ ہیں پھر یہ بچہ جنایت کرتا ہے اور اسکے بعد اسکا باپ آزاد ہو جاتا ہے پھر وہ جرم سنگین ہو کر مجنی علیہ کی موت ہوتی ہے تو اسکی دیت کوئی نہیں اٹھائے گا کیونکہ ماں کے موالی کا عاقلہ ہو کر باپ کی طرف منتقل ہوا ہے اس سے پہلے کہ مجنی علیہ مرے۔ جنایت کے وقت باپ کے موالی کو بچے پر ولا حاصل نہ تھی لہٰذا دیت اسی مجرم پر ہوگی)۔

فصل (غلام اور جانور کی طرف سے ہونے والی جنایت) غلام کی جنایت (کی سزا) اسکی گردن میں ہے (غلام اگر خطا یا شبہ عمد کرے تو اس کی دیت غلام کو بیچ کر ادا کی جائے گی) سوائے اس کے کہ آقا ان دو یعنی جنایت کی ارش (جرمانہ) یا غلام کی قیمت میں کم تر چیز کا فدیہ دے کر اسے بچائے۔ غلام پر ہونے والی جنایت کی دیت جانی کے مال میں سے اتنی ہو گی جتنی (اس جنایت کیوجہ سے) اس کی قیمت میں کمی آئی ہے۔ جانور کی جنایت معاف ہے سوائے اسوقت کہ جب جانور (کو چلانا) کسی انسان کے ہاتھ ہو جیسے: جانور پر سوار ہونے والا، جانور کو آگے سے کھینچنے والا، جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا تو اس شخص پر ضمان ہو گا جبکہ جانور نے اپنے ہاتھ یا منہ سے نقصان پہنچایا ہو نہ کہ پیر یا دم سے ہو۔ اگر اسکے جانور کو دوسرے کی زمین یا راستہ میں باندھی سے تعدی ہوئی تو وہ ساری جنایت کا ضامن ہو گا۔ جو کھیتی کو جانور دن کے وقت تباہ کرتا ہے تو اسکا مالک اس کا ضامن نہیں ہو گا (عام طور پر دن میں لوگ اپنی کھیتی کی خود نگرانی کرتے ہیں، اس لیے اگر کسی کا جانور دن میں آزادانہ طور پر فصل کو نقصان پہنچادے تو شریعت اس کا ضمان مالکِ جانور پر لازم نہیں کرتی ہے) مگر یہ کہ جانور کسی کے ہاتھ میں ہو۔ اگر جانور جو کھیت رات کے وقت تلف کرتا ہے تو اس جانور کے مالک پر اسکا ضمان ہو گا۔

باب زخموں کی دیت

ہر وہ عضو جو انسانی جسم میں ایک ہی ہو (اگر وہ ضائع ہو) تو اسمیں پوری دیت واجب ہو گی جیسے اسکی زبان، اسکی ناک، اس کا ذکر، اسکے سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت، اسکی عقل، بولنے کی صلاحیت، پکڑنے کی صلاحیت، چلنے کی صلاحیت اسی طرح صَعَر میں بھی پوری دیت ہے صعر وہ بیماری یا نقصان ہے جسمیں چہرہ ایک طرف ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ چہرہ اور رخسار کے سیاہ ہونے (کسی پر ایسی جنایت کرنا جس سے اسکا چہرہ یا رخسار مستقل طور پر سیاہ ہو جائے) میں پوری دیت ہے۔ پیشاب یا براز پر قابو نہ رہنے میں بھی پوری دیت ہے۔ اسکے سر یا داڑھ کے مستقل گنج میں بھی پوری دیت ہے۔ جو عضو دو عدد میں پایا جاتا ہو تو دونوں کے ضائع ہونے میں پوری دیت ہے اور ایک کے ضائع ہونے میں آدھی دیت ہے جیسے دونوں آنکھیں، دونوں بھنویں، دونوں ہونٹ، دونوں کان دونوں جبڑے، دونوں ہاتھ ، دونوں پستان، دونوں کولھے، دونوں خصیے، دونوں ہونٹ کے کنارے، دونوں پاؤں۔ چار پلکوں (اجفان) میں پوری دیت ہے پلکوں کے بال میں بھی دیت ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں چوتھائی دیت ہے۔ اگر کوئی اجفان اسکے بال کیساتھ نکالتا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہو گی (کیونکہ اجفان کے نکلنے سے بال بھی نکل جاتے ہیں تو بال کیلئے علیٰحدہ دیت نہیں ہو گی جیسا کہ ہاتھ کے پنجے کے کاٹنے سے انگلیاں بھی نکل جاتی ہیں)۔ دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں میں پوری دیت ہے۔ دونوں پاؤں کی تمام انگلیوں میں پوری دیت ہے۔ ہر انگلی میں

دیت کا دسواں حصہ ہے۔ ہر ایک انگلی کے جوڑ (پور) میں اس انگلی کی دیت کا تیسرا حصہ ہے سوائے انگوٹھے کے کہ اسکے ہر پور میں انگوٹھے کی آدھی دیت ہے۔ ہر ایک دانت میں پانچ اونٹ کی دیت ہے اگر وہ دوبارہ نہ نکلے۔ ناک کے نرم حصے، سرپستان، ہتھیلی، قدم حشفۂ ذکر میں پوری دیت ہے اور دانت کے ظاہری حصہ میں اور اس کے سیاہ ہونے میں پوری دیت ہے۔ ان اعضاء کے کچھ حصے ضائع ہوں تو نقصان کے بقدر حساب کرتے ہوئے دیت ہوگی۔ مفلوج ہاتھ، مفلوج پاؤں، خصی اور عنین (جماع پر قدرت نہ رکھنے والے) کا ذکر، گونگے کی زبان، بے نور آنکھ، سیاہ دانت، بغیر حشفہ کا ذکر، بغیر چسنی کا پستان، ناک بغیر ارنبہ کے (أرنبة:ناک کی نوک)زائد انگلی وغیرہ میں حکومہ (قاضی کے اجتہاد سے تاوان) ہوگا۔ مفلوج (یاناکارہ) ناک اور کان، سونگھنے سے عاجز شخص کی ناک بہرے شخص کے کان، کے ضائع کرنے میں مکمل دیت ہے۔

شجاج وغیرہ کا باب

شجاج چہرہ اور سر کے زخم کو کہتے ہیں۔ اس کی نو اقسام ہیں۔

(1) الحارصہ: وہ چوٹ جو صرف جلد کو ایسا چیر دے کہ خون اس سے نہ نکلے

(2) البازلہ: وہ زخم جس سے تھوڑا سا خون نکلے

(3) الباضعہ: جو جلد کے بعد گوشت کو چیر دے

(4) المتلاحمہ: جو گوشت میں اندر چلی جائے

(5) السمحاق: وہ جو ہڈی اور گوشت کے درمیان باریک جھلی (سمحاق) تک پہنچ جائے۔ ان پانچ زخموں میں نہ دیت کی مقدار کی تحدید ہے اور نہ قصاص ہے (بلکہ ان میں حکومہ یعنی اجتہادی تاوان ہے)

(6) الموضحہ: جو ہڈی تک پہنچ جائے اسمیں پانچ اونٹ ہیں یا قصاص جبکہ عمداً ہو۔

(7) الہاشمہ: یہ وہ ہے جو ہڈی کو واضح طور پر ظاہر کرے اور اسکو توڑ دے اسمیں دس اونٹ ہیں

(8) المنقلہ: یہ وہ ہے جو ہڈی کو واضح طور پر ظاہر کرے، اسکو توڑے اور اسکو اپنی جگہ سے ہٹا دے اسمیں پندرہ اونٹ ہیں

(9) المامویہ: وہ جو دماغ کی جلد تک پہنچ جائے اسمیں ایک تہائی دیت ہے۔ جائفہ وہ جو جوف تک پہنچ جائے (جوف: جسم کا اندرونی حصہ مثلاً پیٹ) اگر (ایک طرف سے داخل ہوتا

ہے اور) دوسری طرف سے نکل جاتا ہے تو وہ جائفتان کہلاتا ہے۔ ایک پسلی توڑنے میں ایک اونٹ ہے۔ دوترقوہ(کندھے اور سینے کے درمیان واقع ہڈی جسے اردو میں عام طور پر ہنسلی / کالربون کہتے ہیں)توڑنے میں دو اونٹ ہے۔ زندین(کہنی اور پنجے کے درمیان کی دو ہڈیاں زندین کہلاتی ہیں) میں چار اونٹ ہیں۔ ان زخموں کے علاوہ وہ جن میں مقدار مقرر نہ ہو اور نہ ان کے مثل میں کچھ ہو تو ان میں حکومہ ہو گا۔ حکومہ کا طریقہ یہ ہے کہ مجنی علیہ کو ایسا تصور کیا جائے جیسے کہ وہ غلام ہو جسمیں کوئی جنایت (زخم) نہ ہو پھر (دوسری بار) قیمت لگائی جائے جبکہ وہ زخم (یاجنایت) کیساتھ ہو اور وہ زخم ٹھیک ہو چکا ہو پھر اسکی قیمت میں جتنی کمی آئی ہو وہ دیت میں سے اسی کے مطابق ادا کی جائے گی سوائے اسکے کہ جنایت ایسے عضو میں ہو جسکی دیت مقرر ہو تو مقررہ دیت سے زیادہ تاوان نہیں لیا جائے گا جیسے کہ وہ کسی کو موضحہ (ہڈی کو ظاہر کرنے والے زخم) سے کم زخم لگائے تو اس سے زیادہ تاوان نہ ہو گا یا وہ انگلی کے پورے پر زخم لگائے تو اسکی مقررہ دیت سے زیادہ واجب نہ ہو گا۔

قتل کے کفارے کا باب

جو کسی مومن یا ذمی کو ناحق قتل کرتا ہے یا اس کے قتل میں شریک ہوتا ہے یا جنین کو ساقط کرتا ہے تو اس پر کفارہ واجب ہو گا۔ کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے پس جو یہ نہیں پاتا ہے وہ دو مسلسل ماہ روزہ رکھے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہوئے چاہے وہ قاتل مکلف ہو یا غیر مکلف، آزاد ہو یا غلام۔ اگر دو لوگوں میں تصادم ہوتا ہے پھر دونوں فوت ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک پر کفارہ (واجب ہو گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے قتل کا سبب بنا ہے) اور دوسرے کی دیت پہلے کی عاقلہ پر ہو گی۔ اگر وہ دونوں گھوڑے پر سوار ہوں اور ان کے گھوڑے مر جاتے ہیں تو ہر ایک پر دوسرے کے گھوڑے کا ضمان ہو گا۔ اگر ایک کھڑا ہو اور دوسرا چل رہا ہو تو چلنے والے پر کھڑے ہونے والے کی سواری کا ضمان ہو گا اور اسکی عاقلہ پر اسکی دیت ہو گی سوائے اسکے کہ وہ (کھڑا ہونے والا) زیادتی کرتے ہوئے کھڑا ہوا ہو جیسے کہ تنگ راستے میں بیٹھا ہو یا چلنے والے کی ملکیت (یا زمین) میں بیٹھا ہو تو اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہو گا اور سوار و سواری کا ضمان ہو گا (یعنی عاقلہ پر سوار کی دیت ہو گی اور اس پر جانور کی قیمت ہو گی کیونکہ بیٹھنے والا ہی اسمیں خطا پر ہے اور یہ تصادم اسی کی وجہ سے ہوا ہے) چلنے والے (یا سوار) اور اس کی عاقلہ پر کچھ نہیں ہو گا کیونکہ اس نے تعدی نہیں کی۔

جب تین افراد منجنیق سے پتھر پھینکتے ہیں پھر وہ پتھر سے کوئی معصوم قتل ہو جاتا ہے تو ان چاروں میں سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہو گا اور ہر ایک کی عاقلہ پر دیت ہو گی (کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس معصوم کے قتل میں شریک ہے تو کفارہ ہر ایک پر اسلئے ہو گا کہ کفارہ عبادت ہے اور اسکے اجزاء نہیں ہو سکتے ہیں۔ البتہ دیت میں تقسیم ہو گی جسکو ہر ایک کی عاقلہ اٹھائے گی)۔ اگر ان میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے (یعنی منجنیق سے جن تین افراد نے پتھر پھینکا اس پتھر سے انہی تین میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے) تو یہی حکم ہو گا (یعنی ان تینوں پر حتٰی کہ مقتول پر بھی کفارہ واجب ہو گا اور مقتول کے ذمہ کا کفارہ اسکے مال سے دیا جائے گا) لیکن اسکی ایک تہائی دیت اپنے فعل کے مقابلہ میں ساقط ہو گی (اور باقی دو تہائی دیت مقتول کے دو ساتھیوں کی عاقلہ پر ہو گی۔ اگر وہ (یعنی منجنیق سے پتھر پھینک کر قتل میں شریک ہونے والے) تین سے زیادہ ہوں تو مقتول کی دیت ساقط ہو گی اور باقی دیت شرکاء کے مال سے ادا کی جائے گی (عاقلہ پر واجب نہ ہو گی کیونکہ ہر شریک پر ایک تہائی سے کم یعنی ایک چوتھائی دیت واجب ہو رہی ہے)۔

باب القسامہ

(قسامت کے حسب ذیل لغوی معانی ہیں: 1-وہ قسمیں جو مقتول کے اولیاء پر تقسیم ہوتی ہیں اگر وہ خون کا مطالبہ کریں۔

2-وہ مصالحت جو مسلمانوں اور ان کے دشمن کے درمیان ہوتی ہے۔ اصطلاح میں ایسے قتل کے دعویٰ میں بار بار قسمیں کھانا جس میں مقتول معصوم ہو قسمہ کہلاتا ہے) سہل بن ابی خشمہ اور رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ محیصہ اور عبد اللہ بن سہل فتح خیبر سے پہلے وہاں گئے وہ دونوں کھجور کے باغات میں جدا ہو گئے پھر عبد اللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے۔ پھر یہود پر قتل کا الزام لگایا گیا تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی ان (یہودیوں) میں سے ایک آدمی کے قاتل ہونے پر حلف اٹھائیں پھر وہ یہودی کو مکمل طور پر (مقتول کے ورثاء کے) حوالے کر دیا جائے گا (تاکہ وہ قصاص لیں)۔ تو صحابہ نے عرض کیا یہ ایسا واقعہ ہے جو ہم نے نہیں دیکھا پھر ہم کیسے حلف اٹھائیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: (اگر تم قسم نہ کھاؤ گے) تو تمہیں یہود اپنی پچاس قسموں کے ذریعہ بری کر دیں گے (یعنی قسموں کے ذریعہ وہ اپنی برأت ثابت کریں گے)۔ صحابہ نے عرض کیا: (وہ یہودی تو) کافر قوم ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود (بطور امام) اپنی طرف سے دیت ادا فرمائی (بخاری)۔

پس جب کوئی مقتول پایا جاتا ہے اور مقتول کے اولیاء کسی شخص پر قتل کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے درمیان عداوت اور لوث (کسی واقعہ پر نیم دلالت یا ایسی چیز جس سے مدعی کی سچائی کا غالب گمان حاصل ہو) موجود ہو جیسا کہ انصار اور اہل خیبر کے درمیان تھا تو (مقتول کے) اولیاء ان میں سے (مشتبہ افراد میں سے) ایک کے خلاف پچاس قسمیں کھائیں گے اور اس کا خون (قصاص یا دیت) لینے کے حقدار ہوں گے۔ اگر وہ (ورثاء) حلف نہیں اٹھاتے ہیں تو مدعی علیہ (جس پر قاتل ہونے کا ورثاء نے الزام لگایا) پچاس قسمیں کھائے گا اور بری ہو جائے گا۔ (اگر ورثاء کسی ایک شخص پر قاتل ہونے کا الزام لگانے کی تعیین نہ کریں تو اس مکان یا قبیلہ کے پچاس افراد حلف اٹھائیں گے)۔ اگر وہ (مدعی علیہ اہل مکان یا اہل قبیلہ) نکول کریں (نکول کا مطلب ہے کہ جس پر یا جس کے حق میں قسم واجب ہو اس کا اس سے گریز کرنا) تو ان پر دیت لازم ہو گی۔ اگر مدعی قسم نہیں کھاتے ہیں اور مدعی علیہ کی قسم سے بھی راضی نہیں ہوتے ہیں تو امام بیت المال سے اس کا فدیہ (دیت) دے گا۔ (ورثاء) ایک سے زائد افراد پر (قاتل ہونے کی) قسم نہیں کھا سکتے ہیں۔ اگر ان کے (مدعی اور مدعی علیہ کے) درمیان عداوت نہ ہو اور نہ لوث ہو تو مدعی علیہ ایک قسم کھائے گا اور بری ہو جائے گا۔

کتاب الحدود

(حدود حد کی جمع ہے اسکے لغوی معنی روکنا ہے۔ اصطلاح میں گناہ پر مقررہ سزا جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہو حد کہلاتی ہے۔ اقامتِ) حد صرف مکلف اور (گناہ کے) حرام ہونے کا علم رکھنے والے پر ہی واجب ہو گی (مجنون، نابالغ اور نیا مسلمان جسکو ابھی حرمت کا علم نہ ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی)۔ امام یا اسکا نائب ہی حد نافذ کرے گا مگر آقا کو یہ حق ہیکہ وہ اپنے خالص غلام پر خاص طور پر کوڑے کی حد نافذ کرے (کیونکہ متفق علیہ حدیث میں) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول ہے :**اذا زنت امة احدکم فلیجلدها** یعنی جب تمہاری باندھی زنا کرتی ہے تو اسے کوڑے مارو)۔ آقا کو غلام کے چوری کرنے پر اسکے ہاتھ کاٹنے کا حق نہیں ہے اور نہ مرتد ہونے پر قتل کرنے کا حق ہے (کیونکہ حد کے نافذ کرنے میں بہت سے شروط اور موانع ہوتے ہیں اسلئے اقامت حد کیلئے امام ہی موزوں ہوتا ہے) اور نہ آقا کو اپنے مکاتب کو اور نہ شادی شدہ باندھی کو کوڑے مارنے کا حق ہے (مکاتب کو سبب حریت یعنی عقد کتابت حاصل ہے لہٰذا آقا کو اسکو مارنے کا حق نہیں ہے شادی شدہ باندھی کی حد کے بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: **ان کانت ذوات الازواج رفع امرها الی السلطان** اگر وہ شادی شدہ ہوں تو ان کا معاملہ سلطان کے پاس رجوع ہو گا: مصنف عبد الرزاق) غلام کی حد آزاد کی حد کی آدھی ہے۔ جو حد کا اقرار کرتا ہے (مثلاً کوئی قاضی کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ میں

نے زنا کیا) پھر اس سے رجوع کرتا ہے (یعنی اقرار کے بعد کہتا ہے کہ میں نے نہیں کیا) تو حد ساقط ہو جائے گی (اقرار کے بعد رجوع کرنے میں کرنے قوی شبہ ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں)۔

<u>فصل (حدود کے نافذ کرنے کے طریقے اور آداب)</u> جسم پر ایسے کوڑے سے مارا جائے گا جو نہ نیا ہو اور نہ پرانا (نئے سے زخم آتے ہیں اور پرانے سے درد نہیں ہوتا ہے)۔ (مجرم زمین پر) گھسیٹا نہ جائے، نہ اسے (ستون پر) باندھا جائے نہ اسکے (عادۃً پہنے جانے والے) کپڑے اتارے جائیں (زمین پر گھسیٹنے، ستون پر باندھنے میں اسکی اہانت ہے حدود عبرت کا اور عدل کا ذریعہ ہے اہانت کا نہیں ہے)۔ (کوڑے مارتے وقت) اسکے چہرہ، سر اور شرمگاہ سے بچا جائے گا (کیونکہ سر اور شرمگاہ پر کوڑے مارنے سے موت واقع ہو سکتی ہے۔ حد میں قتل کرنا مقصد نہیں ہوتا ہے بلکہ تادیب مقصد ہوتا ہے۔ چہرے پر مارنے کی ممانعت متفق علیہ حدیث میں ہے) مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بیٹھا کر کوڑے مارے جائیں گے (مرد کو اس طرح کوڑے مارنے میں کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگتے ہیں اور جلد پر زخم نہیں آتے ہیں۔ عورت کو بٹھا کر مارنے میں اسکی ستر کی حفاظت ہوتی رہے) عورت پر کپڑر باندھے جائیں گے (تاکہ بے ستری نہ ہو) اور اسکے ہاتھ تھامے جائیں گے (تاکہ وہ درد کی وجہ سے ہاتھوں کو حرکت نہ دے) جو (مجرم) ایسا مریض ہو جسکے اچھے ہونے کی امید ہو تو حد کو مؤخر کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اچھا ہو جائے مولیٰ علی علیہ السلام سے

مروی روایت کی وجہ سے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک باندھی نے زنا کیاتو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے ماروں جب وہ نفاس کی حالت میں تھی تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گاتو اسے قتل کردوں گاتو میں نے اسکے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیاتو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا (جو اسے کوڑے نہیں مارے)۔ اگر اسکے (یعنی مجرم کے بیماری سے) اچھا ہونے کی امید نہ ہو اور کوڑے مارنے میں (ضرر کا) اندیشہ ہو تو ایسے ضعنث سے ایک بار مارا جائے گا جسمیں اتنی شاخیں ہوں کہ جتنے کوڑے اس پر واجب ہوں (ضِعنث کھجور کا ایسا خوشہ ہوتا ہے جسمیں کھجور نہیں ہوتے ہیں)۔

<u>فصل بہ یک وقت کئی حدود جمع ہونے کے بارے میں:</u> اگر اللہ تعالیٰ کی کئی حدود بیک وقت جمع ہو جائیں جسمیں قتل بھی ہو تو مجرم قتل کیا جائے گا اور دیگر تمام حدود ساقط ہوں گے (سیدنا ابن مسعود نے فرمایا کہ جب قتل آتا ہے تو ہر چیز مٹا دیتا ہے۔ جو قتل کیا جائے گا اسکی تنبیہ کیلئے قتل ہی کافی ہے)۔ اگر وہ کئی بار زنا کرتا ہے یا کئی بار چوری کرتا ہے تو اس حال میں کہ اس پر حد جاری نہیں ہوئی تو ایک حد جاری ہو گی (کیونکہ ایک ہی جنس کے جرم کئی بار سرزد ہوں تو ایک ہی حد جاری ہو گی جیسا کہ ایک ہی جنس کے کفارات میں بھی ہوتا ہے)۔ اگر کئی اجناس کے ایسے حدود جمع ہو جاتے ہیں جن میں قتل نہیں تو ہر حد پوری کی جائے گی (کیونکہ ان کے موجب اسباب موجود ہیں اور سبب ان کے تداخل کا موجود نہیں

ہے)اور ان میں سب سے ہلکی حد سے شروعات کی جائے گی پھر اسکے بعد والی ہلکی حد جاری ہو گی(البتہ یہ پےدرپے جاری نہیں ہوں گی)۔

حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔اگر مجرم کسی ایسی باندھی سے زنا کرتا ہے جس کی ملکیت میں اس کی شرکت ہو اگرچہ وہ تھوڑی ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی یا(وہ) اپنے بیٹے کی (ایسی)باندھی سے زنا کرتا ہے، جسمیں اسکے بیٹے کا حصہ ہو تو حد جاری نہیں ہو گی (کیونکہ باپ کو اپنے بیٹے کے بعض مال میں تصرف اور ملکیت کا حق ہوتا ہے)یا وہ مختلف فیہ نکاح میں جماع کرتا ہے(مثلاً وہ کبر سن باکرہ سے نکاح کرتا ہے جسکو اسکے باپ نے نکاح پر مجبور کیا،وہ طلاق کی نیت سے نکاح کرتا ہے،وہ بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی) یا وہ جبر کئے جانے پر زنا کرتا ہے(مثلاً ظالم اسے قتل کی دھمکی دیتا ہے اگر وہ زنا نہ کرے) یا وہ ایسے مال سے چوری کرتا ہے جس میں اسکا حق ہو (مثلاً وہ اس مال میں شریک ہو یا وہ اس مال میں سے چوری کرتا ہے جو ایسی جماعت پر وقف ہو جس کا ایک فرد وہ بھی ہو یا وہ بیت المال یا غنیمت سے چوری کرتا ہے) یا(ایسے مال سے چوری کرتا ہے جس میں)اسکے بیٹے یا پوتے وغیرہ کا حق کا ہو یا اپنے قرضدار کے اتنے مال سے جو اسکے حق کے بقدر ہو جبکہ وہ اسکی وصولی سے عاجز ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔

فصل (حرم اور غزوے میں حد کے نفاذ کا بیان): جو شخص حد جاری ہونے کے لائق فعل کرتا ہے پھر حرم میں پناہ لیتا ہے یا جس پر قصاص واجب ہو وہ حرم میں پناہ لیتا ہے تو اس پر

حد یا قصاص نافذ نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر نہ نکلے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ "جو اس (حرم) میں داخل ہو گیا، وہ امن میں ہے" (آل عمران: 97) فقہاء نے اس آیت سے یہ اصول لیا کہ حرم میں داخل ہونے والا شخص قتل، مار پیٹ اور گرفت سے محفوظ ہو گا اگرچہ وہ پہلے سے کسی جرم کا مرتکب ہو) لیکن اسکو خرید و فروخت کرنے نہ دیا جائے گا (مجرم کو حرم کے اندر تنگ کر دیا جائے گا۔ کھانا، پانی، کاروبار، میل جول سے روکا جائے گا تاکہ وہ خود حرم سے باہر نکلے اور پھر اس پر قصاص یا حد نافذ کیا جائے)۔ اگر وہ (موجب حد یا قصاص) کام حرم میں کرتا ہے تو حرم میں اس سے پر حد جاری ہو گی یا قصاص لیا جائے گا (کیونکہ اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے)۔ اگر وہ غزوے میں موجب حد فعل انجام دیتا ہے تو حد دار الحرب سے نکلنے تک جاری نہیں ہو گی (اگر میدانِ جنگ میں کسی مجاہد پر حد یا قصاص جاری کیا جائے گا تو فوج کے اندر خوف، اضطراب اور انتشار پیدا ہو گا، نظم ٹوٹے گا، دشمن کو فائدہ ملے گا۔ شریعت میں جماعت کی سلامتی فرد کی سزا سے مقدم ہے)۔

زنا کی حد کا باب

جو کسی ایسی عورت کے قبل یا دبر میں جماع کرتا ہے جس سے جماع کرنے کا حق اسے نہیں تھا یا کسی بچہ سے ایسا کرتا ہے یا کوئی اپنے ساتھ ایسا کام کرواتا ہے تو اسکی حد رجم ہے اگر وہ شادی شدہ ہو۔ اگر وہ شادی شدہ نہ ہو تو سو کوڑں اور ایک سال جلا وطنی ہے کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مجھ سے یہ قانون لے لو اللہ تعالی نے زانیہ عورتوں کیلیئے راستہ مقرر کیا ہے زانی مرد و عورت کنوارے ہوں تو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی ہے زانی مرد و عورت شادی شدہ ہوں تو سو کوڑے اور رجم ہے (حالانکہ شادی شدہ کیلیئے حدیث میں کوڑے اور رجم کے الفاظ آئے ہیں مگر فقہاء کے نزدیک کی شادی شدہ کی حد میں سو کوڑے نہیں رجم ہے)۔

محصن وہ آزاد، بالغ عاقل جس نے اپنی بیوی سے نکاح صحیح میں قبل میں جماع کیا ہو (نابالغ، مجنون مرفوع العلم ہوتے ہیں نیز ان کے ساتھ کمال استمتاع ممکن نہیں ہوتا ہے)۔

زنا دو ہی طریقوں سے ثابت ہوتا ہے: مجرم کا چار مرتبہ زنا کا صریحاً اسکی حقیقت بیان کرتے ہوئے اقرار کرنا یا چار آزاد عادل مردوں کا مجلس میں زنا پر متفقہ طور پر تفصیل بیان کرتے ہوئے گواہی دینا۔

باب قذف (زنا کی جھوٹی تہمت) کی حد

جو شخص کسی پاکدامن شادی شدہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے یا اس پر زنا کی گواہی دیتا ہے پھر اس پر گواہی مکمل نہیں کر سکتا ہے (یعنی چار کی گواہی پیش نہیں کر سکتا ہے) تو جب مقذوف مطالبہ کرے گا اس پر (قاذف پر) اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ (سورۃ النور:4 سے یہ ثابت ہے)۔ محصن آزاد بالغ عاقل پاکدامن مسلمان کو کہتے ہیں (غیر مسلم، مملوک عرف شرع میں محصن نہیں ہیں۔ پاگل اور بچے کو قذف سے بدنامی کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے) ۔ جو شخص ملاعنہ (لعان کرن والی عورت) یا اسکے بچے پر زنا کی تہمت لگاتا ہے (مثلاً: بچہ کو یہ کہتا ہے کہ تیری ماں زانیہ ہے یا تو زنا کی اولاد ہے) اس پر حد جاری ہو گی (کیونکہ ان پر قذف ثابت نہیں ہے)۔

جو ایک جملہ سے ایک جماعت پر قذف کرتا ہے تو اس پر ایک حد جاری ہو گی جبکہ وہ سب مطالبہ کریں یا ان میں سے کوئی ایک مطالبہ کرے۔ جب ان میں سے بعض اسکو معاف کرتے ہیں تو دوسروں کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے۔

باب مسکر کی حد

جو شخص نشہ آور چیز تھوڑی یا بہت پیتا ہے اپنے اختیار سے اور یہ جانتے ہوئے کہ اسکی زیادہ مقدار نشہ آور ہے تو اس پر چالیس کوڑوں کی حد جاری ہو گی(صحیح مسلم میں ہیکہ) مولا علی علیہ السلام نے ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کرنے پر چالیس کوڑے مارے اور فرمایا نبی اکرم صل اللہ علیہ والہ وسلم نے 40 کوڑے مارے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس مارے اور سیدنا عمر نے 80 مارے اور یہ سب سنت ہے اور یہ (40 کوڑے) میرے نزدیک بہتر ہے۔(سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ملاحظہ کیا کہ لوگوں میں شراب نوشی کی جرات آرہی ہے تو صحابہ سے مشورہ فرمایا اور اسے 80 کوڑے کر دیا یہ اضافہ تعزیر کے طور پر تھا۔حاکم یا قاضی کو یہ اختیار ہیکہ جب وہ حدود میں قوی معاشرتی مصلحت محسوس کرے تو تعزیر کے طور پر اسمیں اضافہ کر سکتا ہے) چاہے نشہ آور چیز انگور کا رس یا اسکے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔

باب التعزیر

جو شخص ایسے محرم کام کا ارتکاب کرتا ہے جسمیں شریعت نے حد مقرر نہیں کی تو اسے دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارے جائیں گے۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر بنا کرکے کہ انہوں نے کہا کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی مقرر کردہ کسی حد کے علاوہ کسی کو دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارا جائیں۔(موسوعہ فقھیہ میں تعزیز کی تعریف یوں کی گئی: شرعی طور پر غیر متعین ایسی سزا ہے جو اللہ تعالٰی یا کسی آدمی کے حق کیلئے عام طور پر ہر اس معصیت میں واجب ہوتی ہے جس میں کوئی حد یا کفارہ نہ ہو) سوائے (ان آثار کے جو اس حدیث کی تخصیص میں وارد ہوئے ہیں جیسے:) اپنی بیوی کی باندھی سے بیوی کی اجازت سے وطی کرنا تو اسکو سو کوڑے مارے جائیں گے (بیوی کی ملکیت شوہر کے ساتھ گھریلو طور پر ملی ہوئی ہوتی ہے، اور اگر بیوی نے خود اجازت دے دی ہو تو یہ کامل زنا نہیں بنتا بلکہ شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے، مگر چونکہ فعل انتہائی فحش ہے اس لیے سخت تعزیر یعنی 100 کوڑے مارے جاتے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت میں ہیکہ ایک آدمی، جسے عبدالرحمن بن حنین کہا جاتا تھا، اس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کی۔ تو اسے نعمان بن بشیر کے پاس پیش کیا گیا، اور وہ اس وقت کوفہ کے امیر تھے۔ تو انہوں نے کہا: 'میں تمہارے بارے میں رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا: اگر اس بیوی نے وہ لونڈی تمہارے لیے حلال کر دی تھی، تو ہم تمہیں سو کوڑے ماریں

گے، اور اگر اس نے تمہارے لیے حلال نہیں کی تھی، تو ہم تمہیں پتھروں سے رجم کریں گے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس نے اسے اس کے لیے حلال کر دیا تھا، تو انہوں نے اسے سو کوڑے مارے)۔

باب سرقہ کی حد

(چھپ کر یا بغیر اجازت مال اسکی حفاظت کی جگہ سے لینا سرقہ کہلاتا ہے) جو ایک چوتھائی دینار سونے میں سے یا تین دراہم چاندی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے برابر دیگر تمام اموال میں سے چراتا ہے پھر اسے اسکی محفوظ جگہ سے نکالتا ہے تو اسکے دائیں ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے کاٹا جائے گا (سورۃ المائدہ : ۳۸ و **السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما** مرد اور عورت چور دونوں کے ہاتھ کاٹو متفق علیہ حدیث میں ہے کہ ہاتھ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں کاٹا جائے گا) اور زخم کو داغ دیا جائے گا (تاکہ خون بند ہوں اور عضو شل نہ ہو اور نہ موت واقع ہو)۔ اگر وہ دوبارہ چوری کرتا ہے تو بایاں پیر ٹخنے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا اور داغ دیا جائے گا (عبد الرزاق کی روایت میں ہیکہ شیخین نے دوسری بار چوری کرنے والے کو یہی سزا دی)۔ اگر وہ تیسری بار چوری کرتا ہے تو قید کیا جائے اور ہاتھ کا پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے (ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت ہیکہ مولیٰ علی علیہ السلام کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے اسکا ہاتھ کاٹا پھر وہ آپ کے

پاس دوبارہ لایا گیا تو آپ نے اسکا پیر کاٹا پھر وہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں اسکا ہاتھ کاٹوں ؟ وہ کس چیز سے صفائی کرے گا ؟ اور کس چیز سے کھائے گا پھر فرمایا کیا میں اس کا پاؤں کاٹوں؟ وہ کسی چیز پر چلے گا؟ مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے پھر آپ نے اس کو مارا اور قید کیا)۔

چوری کرنا دو عادل افراد کی گواہی سے ہی ثابت ہوتا ہے یا دو بار اعتراف کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔(ہاتھ یا پاؤں) نہیں کاٹے جائیں گے حتیٰ کہ اس سے اسکے مال سے چوری کی ہوئی چیز کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر مالک مال مطالبہ سے پہلے وہ چیز چور کو ہبہ کرتا ہے یا بیچ دیتا ہے تو کاٹنا ساقط ہو گا ۔ اگر وہ (ہبہ یا بیچنا) مطالبہ کے بعد ہو تو کاٹنا ساقط نہیں ہو گا۔ اگر وہ (مسروق شئے کی قیمت) چور کے نکالنے کے بعد نصاب سے کم ہو جاتی ہے تو قطع ساقط نہیں ہو گا(کیونکہ چوری کے وقت مسروق شئے قطع کے نصاب کے برابر تھی بعد میں اس کمی کا اعتبار نہیں ہو گا)۔ اگر وہ کمی چوری سے پہلے تھی تو کاٹنا واجب نہ ہو گا۔ جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تب چور پر مال مسروقہ لوٹانا واجب ہو گا اگر وہ باقی ہو، اگر وہ تلف ہو جائے تو اسکی قیمت ادا کرنا لازم ہو گا۔

باب محاربین کی حد کے بارے میں

محاربین وہ لوگ ہیں جو صحراء میں اعلانیہ طور پر لوگوں پر حملہ کرتے ہیں تاکہ ان کا مال چھین لیں(سورۃ المائدہ:33 انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الأرض۔جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد کو دوڑتے ہیں انکی یہی سزا ہے کہ قتل کر دئے جائیں یا سولی چڑھا دئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا ان کے مخالف طرف کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا ملک سے نکال دئے جائیں) ان میں سے جو قتل کرتا ہے اور مال لوٹتا ہے تو وہ قتل کیا جائے گا اور سولی پر چڑھایا جائے گا حتیٰ کہ وہ مشہور ہو(یعنی نشان عبرت بنے) پھر اسکی لاش اسکے خاندان والوں کے حوالے کی جائے گی(تاکہ وہ اسکی تجہیز وتکفین کریں کہ وہ اسکے حقدار ہیں) جو قتل کرتا ہے اور مال نہیں لوٹتا ہے تو وہ قتل کیا جائے گا اور سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا۔جو مال لوٹتا ہے اور قتل نہیں کرتا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر ایک ساتھ کاٹے جائیں گے اور داغ دئے جائیں گے۔ہاتھ پاؤں اسی کا کاٹا جائے جس نے اتنا مال لوٹا ہو کہ جتنے پر چور کا ہاتھ پاؤں کاٹا جاتا ہے(یعنی نصاب پورا ہونا لازمی ہے)۔جو راستہ میں خوف پھیلاتا ہو اور نہ قتل کرتا ہو اور نہ مال لوٹتا ہو تو اسکو جلاء وطن کیا جائے گا۔پس وہ شخص پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرتا ہے تو اس سے اللہ کی حدود

ساقط ہوں گی اور لوگوں کے حقوق اس سے لئے جائیں گے سوائے اسکے کہ لوگ اسے معاف کردیں۔

فصل (حملہ آور کو دفع کرنے کے بارے میں) جس شخص پر ایسا کوئی حملہ آور ہو جو اسکی جان یا مال یا عزت کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو یا اس پر اسلحہ تان لیتا ہو یا اس کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوتا ہو تو اسکو اس حملہ آوار کو دفع کرنے کے معلوم آسان تر طریقہ سے دفع کرنے کا حق ہو گا۔ اگر وہ صرف اس کے قتل سے اندفاع کر سکتا ہے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہو گا۔ اگر دفع کرنے والا قتل ہوتا ہے تو وہ شہید ہو گا (صحیح مسلم میں ہیکہ ایک آدمی سیدنا نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: آپ کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ ایک آدمی آکر میرا مال چھیننا چاہتا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم اسے اپنا مال نہ دو۔ اس نے عرض کیا، آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے لڑے تو آپ نے اس سے فرمایا: تم بھی اس سے لڑو۔ اس نے عرض کیا: آپ کیا فرماتے ہیں، اگر وہ مجھے قتل کرے؟ آپ نے فرمایا: تو تم شہید ہو گے۔ اس نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں اگر میں اسے قتل کروں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو وہ جہنم میں ہو گا) اور قاتل پر اس کا ضمان ہو گا۔

جس پر کوئی جانور حملہ کرے تو اسکو اسے روکنے کا حق ہو گا (جیسے کہ انسان کو روکنے کا طریقہ بیان ہوا) اور اسمیں اس پر کوئی صمان نہیں ہو گا۔ جو کسی شخص کے رہائشی علاقے یا

رات کو آرام کرنے کی جگہ میں دروازے کی دراڑ وغیرہ سے جھانکتا ہے تو مکین اسکو کنکر مارتا ہے اور اسکی آنکھ ضائع ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہو گا۔ اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ دانت سے کاٹتا ہے تو وہ اسے زور سے چھڑاتا ہے پھر اسکے سامنے کے دانت گر جاتے ہیں تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہو گا۔

باب: باغیوں سے قتال کے بارے میں

یہ وہ لوگ ہیں جو امام پر خروج کرنے والے ہیں جو امام کو اس کے منصب سے ہٹانا چاہتے ہیں ۔پس مسلمانوں پر ان کو آسان تر طریقہ سے دفع کرنے میں امام کی مدد کرنا لازم ہے۔ اگر ان کو دفع کرنے کا انجام ان کو قتل کرنے یا ان کے مال کو تلف کرنے تک پہنچتا ہے تو اسمیں دفع کرنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہو گا۔ اگر دفع کرنے والا قتل کیا جاتا ہے تو وہ شہید ہو گا ۔ان میں سے پیٹھ پھیرنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور نہ زخمی پر جان لیوا وار کیا جائے گا اور نہ ان کے مال کو غنیمت بنایا جائے گا اور نہ ان کی اولاد کو بردہ بنایا جائے گا۔ جو ان میں سے قتل ہو گا اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ فریقین میں سے کسی ایک پر بھی جنگ کے دوران ہونے والے اتلاف جان ومال میں ضمان نہیں ہو گا۔ جو زکات، جزیہ اور خراج باغیوں نے اپنے دورِ قبضہ میں لیا وہ ان سے واپس نہیں لیا جائے گا اور نہ ان کو (زکات یا جزیہ یا خراج دینے والے پر) یہ دوبارہ واجب ہو گا۔ ان کے

حاکم کے فیصلے رد نہیں کئے جائیں گے سوائے وہ فیصلے (جن میں رد ہونے کی گنجائش ہو) جو کسی بھی دوسرے عام قاضی کے ہوں (باغیوں سے فروع میں اختلاف ہوتا ہے لہٰذا ان کے قاضی کے فیصلے اگر کتاب و سنت کے مطابق ہوں تو رد نہیں کئے جائیں گے لیکن اگر وہ کتاب و سنت کے مخالف ہوں تو وہ رد ہوں گے جیسا کہ کسی عام قاضی کے فیصلے کتاب و سنت کے مخالف ہونے پر وہ رد ہوتے ہیں یعنی ان کے فیصلے اس بنیاد پر رد نہیں ہوں گے کہ وہ باغیوں کے قاضی کے فیصلے ہیں)۔

باب مرتد کے احکام

(ارتداد ایسا فعل کرنا ہے جس سے اسلام سے کفر کی طرف لوٹنا ثابت ہو) مرد یا عورت میں سے جو اسلام سے پلٹ (کر کفر کی طرف) جائے تو اسکو قتل کرنا واجب ہوگا کیونکہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اپنا دین بدل لے اسکو قتل کرو (بخاری)۔ اسکو قتل نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ اسکو تین دن توبہ کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ توبہ کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ جو اللہ کا انکار کرتا ہے یا اس کا شریک یا بیوی یا بچہ بناتا ہے یا اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے یا اسکو گالی دیتا ہے یا اسکے رسول علیہ السلام کو جھٹلاتا ہے یا اسکو گالی دیتا ہے یا کسی نبی کا انکار کرتا ہے یا اللہ کی کتاب کا انکار کرتا ہے اور اسمیں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے یا ارکان اسلام کا انکار کرتا ہے یا ایسی حرام کردہ شئے کو

حلال مانتا ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہو تو اس نے ارتداد کیا(یعنی اسلام سے پھر گیا)سوائے یہ کہ وہ ان میں سے ہو جس کو واجبات اور محرمات کا علم نہ تھا تو اسکو وہ سکھایا جائے گا پھر اگر وہ قبول نہیں کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے۔ عاقل بچے کا اسلام درست ہوتا ہے اگر وہ مرتد ہو جاتا ہے تو اسکو بالغ ہونے کے بعد تین دن توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ جس کا مرتد ہونا ثابت ہو وہ اسلام قبول کرتا ہے تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا۔ اسکے اسلام قبول کرنے میں یہ گواہی دینا کافی ہو گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا وشفیعنا) محمد صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (کیونکہ یہ کافر اصلی کے حق میں کافی ہے تو مرتد کے حق میں بھی ہیں کافی ہو گا)۔ سوائے اسکے کہ اسکا کفر کسی نبی کے انکار یا کتاب یا فرض وغیرہ کا انکار تھا یا وہ یہ مانتا تھا کہ (سیدنا وشفیعنا) محمد صل اللہ علیہ آلہ وسلم صرف عرب کی طرف مبعوث ہوئے تو اس کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اسکا اقرار کرے جسکا اس نے انکار کیا۔ اگر زوجین مرتد ہوں اور دار الحرب میں چلے جائیں تو وہ قیدی بنائے جائیں گے پھر ان دونوں کو غلام بنانا جائز نہیں ہو گا (کیونکہ ان کو تین دن مہلت دے کر قتل کیا جائے گا)۔ مرتد ہونے سے پہلے ان کی پیدا ہونے والی اولاد کو غلام نہیں بنایا جائے گا (کیونکہ ان پر ان کے والدین کی حالت اسلام کا حکم نافذ ہو کر وہ مسلمان شمار ہوں گے۔ ارتداد کے بعد پیدا ہونے والی) ان کی دیگر تمام اولاد غلام بنائی جائے گی۔

کتاب الجہاد

(اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر کافروں سے لڑنے کہ جہاد کہتے ہیں) یہ فرض کفایہ ہے جبکہ اتنے لوگ جہاد کرتے ہوں کہ ان سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو بقیہ مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ جہاد اس پر متعین (فرض) ہوتا ہے جو لشکر کی صف میں حاضر ہو یا دشمن اس کے شہر پر چڑھ آئے۔ جہاد صرف مرد، آزاد، بالغ، عاقل اور استطاعت والے پر فرض ہوتا ہے۔

جہاد نفل عبادتوں میں سب سے افضل ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کونسا عمل افضل ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ پھر کونسا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پھر (افضلیت میں درجہ) حج مبرور (کا ہے)۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں افصل کون ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایسا مرد جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کیساتھ جہاد کرتا ہے۔

بحری جہاد بری جہاد سے افضل ہے۔ (حکام میں) ہر صالح اور فاسق کے ہمراہ جہاد کرے۔ دشمن کی ہر اس قوم سے قاتلہ کرے جو جنگ میں صف آراء ہو (یعنی جو صف آراء نہ ہو اور اپنے گھروں میں ہوں ان سے جہاد نہ کرے)۔

رباط(ایسی بستی جہاں دشمن سے ایذارسانی ہو اس کی حفاظت کرنے) کی مدت چالیس دن ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیکہ اللہ کی راہ میں ایک دن رباط ایک مہینہ روزہ رکھنے اور ایک مہینہ قیام نماز سے افضل ہے۔ جو رباط کی حالت میں مرتا ہے تو اس کا اجر قیامت تک جاری رہتا ہے اور وہ فتان (فتنہ پھیلانے والے کے شر) سے محفوظ رہتا ہے۔

جس کے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہو وہ صرف اس کی اجازت سے جہاد کرے سوائے یہ کہ جہاد متعین ہو جائے(تب اذن والدین لازم نہیں ہو گا)۔ عورتیں دار الحرب میں داخل نہ ہوں سوائے بوڑھی عورتوں کے پانی پلانے اور زخمی افراد کا معالجہ کرنے۔ جہاد صرف امیر کی اجازت سے جائز ہوتا ہے سوائے یہ کہ مسلمانوں پر دشمن اچانک آئے اور اسکے حملہ کرنے کا خوف ہو یا(دشمن پر حملہ کرنے کا) ایسا موقع ملے جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ جب اہل لشکر دار الحرب میں داخل ہوں تو لشکر میں سے کسی کو یہ جائز نہیں ہیکہ وہ جانوروں کو گھاس کھلانے یا لکڑی چننے یا دوسرے کام کیلئے جائے مگر امیر کی اجازت سے۔ جو دار الحرب میں ایسی چیز لیتا ہے جس کی کوئی قیمت ہو تو اس کیلئے اس چیز کو اپنے لئے رکھنا جائز نہیں ہے سوائے یہ کہ وہ چیز غذائی جنس ہو یا چارہ ہو تو اس کو وہ چیز حسب ضرورت لینا جائز ہے۔ اگر وہ اس کو(طعام یا چارہ کو) بیچتا ہے تو اسکے ثمن کو غنیمت میں لوٹائے۔ اگر اس کیساتھ طعام یا چارہ میں سے کوئی چیز اپنے شہر لوٹنے پر بچ جاتی ہے تو اس پر اس شیئ کو لوٹانا لازم ہو گا سوائے یہ کہ وہ چیز تھوڑی ہو اس کو کھانا یا تحفہ دینا جائز ہو۔

کفار پر رات میں حملہ کرنا اور ان پر منجنیق سے اسلحہ پھینکنا (جائز ہے) اور ان کو دعوت جنگ سے پہلے ان سے قتال کرنا جائز ہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلى الله عليه وآلہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا تھا جبکہ وہ اس سے غافل تھے اور ان کے مویشی کو پانی پلایا جارہا تھا تو آپ علیہ السلام نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا تھا۔

ان کے بچوں، پاگل افراد، عورتوں، راہبوں، بوڑھے آدمی، طویل عرصہ سے بیمار شخص کو قتل نہ کرے اور نہ اس کو جو جنگ میں اپنی رائے نہ دیتا ہو مگر جب وہ مقاتلہ کریں (تو انہیں قتل کرنا جائز ہے)۔ امام کو مرد قیدیوں کو قتل کرنے، غلام بنانے، فدیہ لے کر چھوڑنے اور احسان کرکے چھوڑنے کے درمیان اختیار ہے۔ امام (ان امور میں سے) وہی اختیار کرے جسمیں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔ اگر وہ ان کو غلام بنائے یا مال لے کر چھوڑے تو وہ (مال یا غلام) غنیمت ہو گا۔

سبی (سبی وہ قیدی ہیں جو بچے اور عورتیں ہوتے ہیں) میں جو ایک دوسرے کے قریبی محرم رشتہ دار ہوں ان میں علیٰحدگی نہ کرے سوائے اس وقت جب کہ وہ بالغ ہوں۔ جن کو اس بناء پر خریدا جائے کہ وہ قریبی محرم رشتہ دار ہیں (اور ان کو علیحدہ کرنا درست نہیں) پھر حقیقت اس کے خلاف ظاہر ہو تو وہ بقیہ قیمت لوٹائے جو تفریق کے سبب آئی تھی (ان کی قیمت میں ذی رحم محرم ہونے کے سبب علیحدگی نہ کرپانے کی وجہ سے جو کمی آئی تھی اس قدر مال خریدار لوٹائے)۔

جس کو ایسی چیز دی جاتی ہے جس سے وہ اپنے غزوہ میں مدد لیتا ہے تو جب وہ (اپنے شہر) لوٹتا ہے تو وہ بقیہ شئے کا مالک ہو گا سوائے یہ کہ وہ چیز بعینہ غازیوں کیلئے ہو تو بقیہ شئے کو لوٹانا لازم ہے۔ اگر وہ جہاد میں گھوڑے پر بھیجا جاتا ہے تو وہ لوٹنے پر گھوڑے کا مالک ہو جائے گا سوائے یہ کہ اس کو وقف کیا گیا ہو۔

دار الحرب سے مسلمانوں کا جو مال (واپس) لیا جائے گا وہ ان کو (مسلمانون کو) لوٹایا جائے گا جبکہ تقسیم سے پہلے اس کے مالک کا علم ہو جائے۔ اگر وہ علم ہونے سے پہلے تقسیم ہو جائے تو وہ اس چیز کے وہ ثمن دینے پر مالک ہو گا جو اس کے لینے پر مقرر ہوں۔

اگر (مسلمانوں میں سے) کوئی (وہ) مویشی (جسکو دار الحرب والے کسی مسلمان کے پاس سے لے گئے تھے) ثمن دے کر لیتا ہے تو اس کے مالک کو اس کے ثمن دے کر لینے کا حق ہو گا۔ اگر وہ بغیر کسی چیز کے بدلے اسے حاصل کرتا ہے تو اس کو مالک کو لوٹا دے۔

جو دشمنوں سے کوئی (مسلمان) قیدی خریدتا ہے تو (بعد میں) اس قیدی پر اس رقم کی ادائیگی ہو گی جس کے بدلے وہ خرید اگیا۔

باب الانفال

یہ (غنیمت میں سے) مستحق حصہ پر اضافہ کرنا ہے۔ اسکی تین اقسام ہیں: پہلی، مقتول کا سلب غیر مخموس (یعنی خمس کا حصہ نہ ہو گا) قاتل کا ہو گا کیونکہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کسی (کافر کو غزوہ میں) قتل کیا تو اسکا سلب قاتل کا ہو گا۔ سلب وہ چیزیں ہیں جو مقتول پر ہوں مثلاً لباس، زیور، اسلحہ گھوڑا اور اسکے آلے۔ ان اشیاء کا مستحق جنگ کے وقت اس کو قتل کرنے والا ہو گا (جو جنگ سے پہلے یا بعد اس کو قتل کرے گا وہ سلب کا مستحق نہیں ہو گا۔ نیز سلب کے مستحق ہونے کیلئے) مقتول پہلے سے زخموں سے نڈھال نہ ہو اور نہ مقتول ایسا ہو کہ جس سے قتال ممنوع ہو۔

دوسری قسم: امیر اسکو اضافہ حصہ دے کہ جو مسلمانوں کو فائدہ بغیر شرط کے پہنچائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ذی قرد کے دن سلمہ بن الاکوع کو پیدل اور گھوڑا سوار کا حصہ دیا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بطور اضافہ حصہ میں ایک عورت ان نو گھر والوں میں سے دی جنکو آپ ایک رات لے کر آئے تھے۔

تیسری قسم: وہ جو جسکا کسی شرط کی وجہ سے استحقاق ہو اور اسکی دو انواع ہیں۔ پہلی امیر یہ کہے کہ جو جو کسی خاص پہاڑی راستہ کو عبور کرے یا جو کوئی خاص دیوار چڑھے تو اسکو فلاں انعام ملے گا۔ جو دس گائے وغیرہ لے کر آئے گا تو وہ ایک گائے کا مالک ہو گا۔ پھر وہ اس کا مستحق ہو گا جس انعام کیلئے وہ کام مقرر ہو۔ دوسری نوع: امیر ابتداء میں ایک سریہ (چھوٹا

شکر) بھیجے اور اس کیلئے چوتھائی حصہ مقرر کرے اور لوٹتے وقت دوسرا سریہ بھیجے اور اس کیلئے ایک تہائی حصہ مقرر کرے۔ پھر (ان میں دونوں سے کوئی ایک بھی) جو غنیمت لے کر آئے تو خمس نکالے پھر سریہ کو وہ دے جو مقرر ہوا اور باقی لشکر اور سریہ کو وہ دے جو مقرر ہوا اور باقی لشکر اور سریہ میں ایک ساتھ تقسیم کرے۔

<u>فصل رضخ جسکو دیا جائے اس کے بارے میں:</u> عورتوں، بچوں، غلاموں اور کفار میں جسکا کوئی حصہ نہ ہو اسکو رضخ دی (یعنی لشکریوں کے حصہ سے کم کچھ حصہ دے) ان کے مسلمانوں کیلئے نفع بخش ہونے کے بقدر ان کو حصہ دے۔ ان کے پیدل چلنے والے کا حصہ لشکریوں میں پیدل چلنے والے کے حصہ کے برابر نہ ہو اور نہ ان کے شہواروں کا حصہ لشکریوں کے شہسواروں کے برابر ہو۔ اگر غلام اپنے آقا کے گھوڑے پر جہاد کرے تو ایک حصہ گھوڑی کا ہو گا اور غلام کیلئے رضخ ہو گا۔

باب غنیمت اور اسکی تقسیم

اس کی دو انواع ہیں۔ پہلی، زمین: اسکو تقسیم کرنے اور مسلمانوں کیلیئے وقف کرنے ان کے درمیان امیر کو اختیار ہے۔ اس پر مسلسل خراج مقرر کیا جائے اور اس سے جسکے قبضے میں یہ زمین ہو (چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر) ہر سال بطور اس زمین کے کرائے کے وصول کیا جائے۔ ائمہ ان زمینوں میں سے جس کو وقف کر دے اسکی حیثیت تبدیل کرنا اور انکو بیچنا جائز نہیں ہو گا۔

دوسری نوع، تمام اموال: تو یہ تاجروں وغیرہ میں اس کیلیئے ہے جو جہاد میں موجود تھا دراں حالیکہ اس کا قتال کرنا ممکن تھا اور وہ خود اس کیلیئے مستعد تھا چاہے اس نے قتال کیا یا نہ کیا۔ انعام اس صفت پر ہو گا جس پر وہ جہاد میں حاضر تھا یعنی اس کا شہسوار ہونا یا پیدل ہونا، غلام ہونا یا مسلمان ہونا یا کافر ہونا۔ اور اس صفت کا اعتبار نہیں ہو گا جو اس سے پہلے یا بعد تھی۔ اسمیں اسکا کوئی حق نہیں جو مرض وغیرہ کیوجہ سے قتال سے عاجز ہو اور نہ اسکا جو کسی مدد وغیرہ کیوجہ دے جنگ ختم ہونے کے بعد آئے۔ وہ جسکو امیر لشکر کی کسی مصلحت کے تحت بھیجے (مثلاً: پیغامبر، جاسوس) تو اسکا زیادہ حصہ ہو گا۔ لشکر جو غنیمت حاصل کرے اسمیں سریہ کی شراکت / حصہ داری ہو گی اور سریہ جو غنیمت حاصل کرے اسمیں لشکر کی حصہ داری ہو گی۔

تقسیم غنیمت کی ابتداء غنیمت کی حفاظت، نقل اور اس کے تمام حاجات کے خرچ نکالنے سے کرے۔ پھر اسلاب کو ان کے اہل افراد اور اجعال کو ان کے مالکین کے حوالے کرے۔ پھر باقی مال کے پانچ حصے کرے پھر اسکو پانچ حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ اللہ اور اسکے رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جس کو اسلحہ، کراع (کراع ہر وہ شعبہ ہے جو مسلمانوں کی خارجی عدو سے حفاظت کیلئے ہو مثلاً لشکر، پولیس، حدود کی حفاظت کرنے والے ساحلوں کی پولیس وغیرہ) اور مسلمانوں کی بھلائی کے امور میں پھیرا جائے۔ دوسرا حصہ ذوی القربیٰ کا اور وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے اغنیاء اور فقراء ہیں۔ تیسرا حصہ یتیموں اور فقراء کا۔ چوتھا حصہ مساکین کا پانچواں حصہ مسافروں کا۔ پھر باقی حصہ انفال اور رضخ کیلئے نکالا جائے۔ پھر مابقی حصہ اس طرح تقسیم کرے کہ پیدل لشکری کو ایک حصہ اور شہوار کے تین حصے ہوں ایک حصہ اسکا اور دو حصے گھوڑے کے اسلئے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ سیدنا رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ نے گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے اور اسکے سوار کا ایک حصہ مقرر کیا۔ اگر گھوڑا غیر عربی ہو تو اس کا ایک حصہ اور اسکے سوار کا ایک حصہ ہو گا۔ اگر ایک مرد کیساتھ دو گھوڑے ہوں تو ان دونوں کا حصہ نکالا جائے گا اور دو سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔ گھوڑے کے علاوہ کسی جانور کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔

فصل فئے کے بیان میں وہ جسکو کفار خوف کے مارے چھوڑیں اور بھاگ جائیں اور جس پر گھوڑا نہ دوڑایا گیا ہو اور رکاب نہ باندھی گئی ہو یا کفار سے بغیر قتال ہاتھ آئے تو وہ فئے ہے اسکو مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔

دار الاسلام میں جو کافر (حربی) کو راستہ میں بھٹکتا ہوا پاتا ہے پھر اسے پکڑ لیتا ہے تو وہ اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی قوم دار الحرب میں بغیر رکاوٹ چھپتے ہوئے بغیر امام کی اجازت کے داخل ہوتی ہے پھر جو اشیاء وہ قبضہ میں لیتی ہے وہ خمس نکالنے کے بعد اس قوم کے ہوں گے۔

باب الامان

جو حربی سے کہتا ہے، میں نے تجھے چھٹکارا دیا یا میں نے تجھے امان دی یا تجھ پر کوئی حرج نہیں اور اسی طرح کا کلام کہے تو اس نے اسکو امان دے دی۔ امان دینا ہر مسلمان عاقل، مختار آزاد یا غلام مرد یا عورت سے درست ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، مسلمان مؤمنین اپنے خون میں (دیت، قصاص ارش، جراحات) برابر ہیں اور ان کے ادنیٰ شخص کے امان دینے کا احترام ہوگا۔ رعایہ میں سے کسی ایک شخص کا ایک چھوٹی جماعت کو امان دینا درست ہے۔ ایک شہر کے امیر کا اسکے قرب میں واقع شہر کو امان دینا درست ہے۔ امام کا تمام کفار کو امان دینا درست ہے۔

جو مسلمان دار الحرب میں حربیوں کی امان سے داخل ہوتا ہے تو وہ ان کو اپنی طرف سے بھی امان دیتا ہے (یعنی دار الحرب میں کوئی قتل وغیرہ کرنا اس امان میں خیانت ہوگی جو اسکو کفار نے دی ہے کیونکہ اب امان دینے کا تبادلہ ہے)۔ اگر کفار ہمارے کسی قیدی کو اس شرط پر رہا کرتے ہیں کہ ان کو مقررہ مال دیا جائے تو اسکو پورا کرنا لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ یہ شرط لگائیں کہ مقررہ مقدار کی ادائیگی نہ کرنے پر قیدی ان کو لوٹایا جائے گا تو اسکو پورا کرنا لازم ہوتا ہے سوائے یہ کہ وہ قیدی ایک عورت ہو پھر اسکو انہیں نہیں لوٹایا جائے گا۔

فصل صلح کرنے کے بارے میں: کفار سے (معینہ مدت تک جنگ نہ کرنے پر صلح کرنا جائز ہے جبکہ امام اس میں کوئی مصلحت پاتا ہو، اسکا عقد کرنا امام یا اسکے نائب ہی سے جائز ہے (یعنی کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ معاہدہ کرے)۔ امام پر مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنے سے روکنا لازم ہے سوائے وہ جو بر سر پیکار ہیں۔ اگر ان کی طرف سے عہد توڑنے کا اندیشہ ہو تو ان سے عہد توڑ دے۔ اگر ان کو دوسرے کفار (جن سے اہل اسلام کا کوئی معاہدہ نہیں) غلام بناتے ہیں تو ہمارے لئے ان کو خریدنا جائز نہیں ہو گا (کیونکہ ہمارے معاہدے کے تحت وہ آزاد اور محفوظ ہیں)۔

جو دار الحرب میں اپنے دین کو ظاہر کرنے پر قادر نہ ہو اس پر ہجرت کرنا واجب ہو تا ہے اور اس کے لئے مستحب ہو تا ہے جو اس پر (دین ظاہر کرنے پر) قادر ہو۔ ہجرت اسوقت تک ختم نہیں جب تک کفار سے مقاتلہ ہو سوائے اس شہر کے فتح ہونے کے بعد (ہجرت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب وہ دار الاسلام ہو گیا)۔

باب الجزیہ

جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے گا اور وہ یہود ہیں اور وہ ہیں جو توریت پر ایمان رکھتے ہیں اور نصاریٰ ہیں اور وہ جو انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور مجوس اس شرط پر کہ وہ جزیہ کی ادائیگی اور ملت اسلامیہ کے احکام (قضاء و دیگر امور نظام اسلامی) کا التزام کریں گے اور جب (مقررہ وقت پر) ان سے جزیہ طلب کیا جائے گا تو وہ اس کو لازمی طور پر ادا کریں گے اور ان سے قتال حرام ہو گا۔

جزیہ سال کے اواخر میں لیا جائے گا۔ امیر شخص سے 48 دراہم میں جائے (یعنی 142.5 گرام چاندی)، متوسط 24 دراہم (71.28 گرام چاندی) اور جو مالی طور پر اس سے کم ہو اس سے دس دراہم (29.7 گرام چاندی) بچہ، عورت اور بہت بوڑھے شخص پر، طویل مزمن مرض میں مبتلا شخص، اندھے، غلام پر اور جزیہ کی ادائیگی سے عاجز فقیر پر کوئی جزیہ نہیں ہو گا۔ جو شخص جزیہ واجب ہونے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو تا ہے اس سے جزیہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر کوئی ذمی مر جاتا ہے تو جزیہ اس کے ترکہ سے لیا جائے گا۔ ان میں سے جو تجارت دوسرے ملک میں کرتا ہے پھر لوٹتا ہے تو اس سے نصف عشر لیا جائے گا۔ اگر کوئی حربی تاجر دار الاسلام میں تجارت کرتا ہے تو اس سے عشر لیا جائے گا۔

جو جزیہ کی ادائیگی اور ملت اسلامیہ کے احکام کا التزام کرنے سے منع کرتے ہوئے عہد توڑتا ہے یا مسلمانوں سے قتال وغیرہ کرتا ہے یا دارالحرب کی طرف بھاگتا ہے تو اس کا خون اور مال حلال ہو گا۔

اسکے عہد توڑنے سے اسکی بیویوں اور اولاد کا عہد نہیں ٹوٹے گا سوائے اسوقت جب کہ وہ انہیں اپنے ساتھ دارالحرب لے جائے۔

کتاب القضاء

(لوگوں کے جھگڑوں اور دیگر معاملات میں شرعی حکم واضح کرنا اور اس پر عمل کروانا قضاء کہلاتا ہے) قضاء فرض کفایہ ہے (کیونکہ لوگوں کے معاملات اس کے بغیر درست نہیں ہو سکتے ہیں) امام پر لازم ہیکہ وہ قضاء کیلئے اس کو مقرر کرے جو اس کام کیلئے قضاء میں کافی ہو (مثلاً: ایک قریہ کیلئے ایک قاضی اور شہر کیلئے کئی قاضی)۔

جو شخص قاضی بننے کیلئے موزوں ہو جب اس سے درخواست کی جائے اور کوئی دوسرا نہ ملے تو اس پر واجب ہیکہ وہ (اس منصب کو) قبول کرے۔ اگر کوئی دوسرا موجود ہو تو اس کو چھوڑ دینا افضل ہے۔

قاضی بننے کیلئے یہ شرائط ہیں: مرد ہونا، آزاد ہونا، مسلمان ہونا، سننے کی صلاحیت رکھنے والا، دیکھنے، بولنے کی صلاحیت رکھنے والا ہونا، عادل ہونا، علم والا ہونا۔ قاضی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رشوت لے یا ایسے شخص سے ہدیہ قبول کرے جو اسے پہلے ہدیہ نہ دیتا تھا۔ قاضی کو حق بات کی معرفت حاصل کرنے سے پہلے فیصلہ دینا جائز نہیں۔ اگر کوئی مسئلہ اس پر مشتبہ ہو جاتا ہے تو اہل علم اور امانت داروں سے مشورہ کرنا چاہیئے- قاضی کو غصہ کی حالت میں فیصلہ نہیں دینا چاہئے اور نہ ایسی حالت میں جو رائے پوری قائم ہونے سے منع کرتی ہے۔(مثلاً : نیند، بھوک وغیرہ کی حالت میں)۔ قاضی کو چاہئے کہ مجلس قضاء میں دربان نہ رکھے (جبکہ اسکی کوئی حاجت وضرورت نہ ہو تاکہ اہل حاجت کو داخلہ سے کوئی روکنے والا

نہ ہو) ۔ قاضی کو چاہئے کہ اسکے پاس آنے میں، بیٹھنے کی جگہ میں، گفتگو میں طرفین کیساتھ برابر کا سلوک کرے۔

باب فیصلہ کرنے کا طریقہ

جب دو فریق (مدعی اور مدعی علیہ) قاضی کے سامنے آکر بیٹھتے ہیں پھر ان میں سے ایک، دوسرے پر دعویٰ کرتا ہے تو دعویٰ اس وقت تک نہیں سنا جائے گا جب تک اسے وضاحت اور تفصیل سے بیان نہ کیا جائے تاکہ مدعی علیہ کو اس کا علم ہو سکے۔ اگر دعویٰ قرض سے متعلق ہو تو دعویٰ میں اسکی مقدار اور جنس بیان کرے۔ اگر دعویٰ زمین (جائیداد) پر ہو تو اسکی جگہ اور حدود بیان کرے۔ اگر دعویٰ موجود چیز (عین حاضر) سے متعلق ہو تو اسکی تعیین کرے (واضح پہچان بتائے)۔ اگر وہ غائب چیز ہو تو اس کی جنس اور قیمت بتائے پھر قاضی دوسرے فریق (مدعی علیہ) سے کہے: تمہارا کیا کہنا ہے؟ اگر وہ اقرار کرے تو مدعی کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے اور اگر وہ انکار کرے تو تین صورتوں سے خالی نہیں ہو گا:

پہلی: (متنازعہ چیز) دونوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں ہو تو قاضی مدعی سے کہے کیا تمہارے پاس کوئی بینہ (گواہ) ہے اگر وہ ہاں کہے اور گواہ پیش کرے تو اسکے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا اگر اسکے پاس گواہ نہ ہو تو قاضی مدعی سے کہے: تمہیں مدعی علیہ سے قسم لینے کا حق ہے اگر مدعی قسم لینے کا مطالبہ کرے تو مدعی علیہ کو قسم دلائی جائے اور وہ بری ہو

جائے گا۔ کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو محض ان کے دعووں پر فیصلے دے دئے جائیں تو بعض لوگ دوسروں کے خون اور مالوں کے دعوے کرنے لگیں گے لیکن (ثبوت نہ ہونے کی صورت میں) قسم مدعی علیہ پر ہوتی ہے۔ اگر مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کرتا ہے اور قسم مدعی کو لوٹا دیتا ہے (یعنی یہ کہتا ہے کہ میں کبھی قسم نہیں اٹھاؤں گا لیکن اگر مدعی چاہے تو وہ اپنے دعویٰ پر قسم اٹھائے) تو قاضی مدعی سے قسم لے کر اسکے حق میں فیصلہ کر دے گا۔ اگر مدعی بھی قسم اٹھانے سے انکار کرتا ہے تو دونوں کو بغیر فیصلہ کے واپس کر دیا جائے گا (کیونکہ دونوں نے قسم نہ اٹھا کر اپنی اپنی حجت کو باطل بنادیا)۔ اگر ان میں سے ہر ایک کے پاس بینہ ہو (مدعی کے بینہ کو بينة الداخل کہا جاتا ہے اور مدعی علیہ کے بینہ کو بينة الخارج) تو اس مسئلہ میں مدعی کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا (کیونکہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہیکہ اصلاً بینہ مدعی کا ہوتا ہے)۔

اگر جس کے قبضہ میں چیز ہو وہ کسی تیسرے فریق کے حق میں اقرار کرلیتا ہے تو وہ اس تیسری شخص کا مقر ہو گا اب اس مقدمہ میں خصومت کا تیسرے شخص کو حق ہو گا اور وہ مذکورہ صورتوں میں اسکے قائم مقام ہو گا جس کے قبضہ میں وہ چیز تھی۔

دوسری: یہ کہ متنازع چیز دونوں کے (مشترکہ) قبضہ میں ہو۔ اگر کسی ایک کے پاس بینہ ہو تو اس کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔ اگر کسی ایک کے پاس بھی گواہ نہ ہو یا دونوں کے پاس بینہ ہو تو متنازع چیز کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا اور دونوں میں سے ہر ایک نصف حصہ پر قسم کھائے گا جس پر اسے حق دیا گیا ہے۔ اگر فریق پوری چیز کا دعویٰ کرتا ہے اور

دوسرا آدھی کا دعویٰ کرتا ہے اور کسی کے پاس بینہ نہ ہو تو چیز کو تقسیم کر دیا جائے گا اور آدھے کا دعویٰ کرنے والے پر قسم ہو گی (آدھے کا دعویٰ کرنے والے کا قبضہ اس کے اپنے حصہ پر ہے لہٰذا اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی جبکہ پوری کا دعویٰ کرنے والے کا قبضہ آدھے پر ہے جس پر کوئی تنازعہ نہیں لہٰذا وہ حصہ بغیر قسم کے اسکے پاس رہے گا)۔ اگر (مذکورہ صورت میں) دونوں کے پاس بینہ ہو تو پوری چیز کا دعویٰ کرنے والے کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا (کیونکہ آدھا حصہ اس کے قبضہ میں ہے اس پر کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور دوسرے آدھے کے بارے میں اسکی گواہی کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی کی گواہی کو مدعی علیہ کی گواہی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے)۔

تیسری: یہ کہ چیز کسی تیسرے شخص کے قبضہ میں ہو۔ اگر وہ (جس کے قبضہ میں متنازع چیز ہے) کسی ایک مدعی کے حق میں اقرار کرتا ہے (کہ یہ چیز اسکی ہے) یا ان دونوں کے علاوہ کسی کے حق میں اقرار کرتا ہے تو جسکے حق میں اقرار کرے کیا گیا وہ صاحب قبضہ کی حیثیت اختیار کر لے گا (کیونکہ دعویٰ کے وقت چیز جس کے قبضہ میں ہو وہ ظاہری طور پر مالک سمجھا جاتا ہے اور اسکا کسی کے حق میں اقرار کرنا اسے اسی کی حیثیت دیتا ہے)۔ اگر وہ دونوں مدعیوں کے حق میں اقرار کرتا ہے تو یہ اس صورت کے جیسی ہو گی جب چیز دونوں مدعیوں کے مشترکہ قبضہ میں ہو (جیسا کہ پچھلے مسئلہ میں بیان کیا گیا)۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے اصل مالک کون ہے تو دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بینہ ہو تو وہ چیز اسکی ہو گی (یعنی اسکے حق میں فیصلہ دیا جائے گا کیونکہ وہ بینہ کے ذریعہ

اس کا مستحق بن گیا)۔ اگر دونوں کے پاس بینہ ہو یا دونوں کے پاس بینہ نہ ہو تو قرعہ اندازی کی جائے گی جس کا نام نکلے گا وہ قسم کھا کر چیز حاصل کرے گا۔

باب تعارض دعاوی

(دعاوی = دعویٰ کی جمع) جب دو افراد کسی قمیص پر جھگڑتے ہیں ان میں سے ایک اسکو پہننے والا ہو اور دوسرا اسکی آستین پکڑنے والا ہو (اور دونوں کے پاس بینہ نہ ہو) تو وہ قمیص پہننے والے کی (قسم کھانے کیساتھ) ہو گی۔

اگر وہ کسی جانور (یا سواری) پر جھگڑتے ہیں (اور دونوں کے پارس بینہ نہ ہو) ان میں سے ایک اس پر سوار ہو یا اس پر اس کا سامان ہو تو وہ سوار یا سامان والے کا ہو گا۔

اگر وہ کسی زمین پر جھگڑتے ہیں جس میں درخت یا عمارت یا کھیتی کسی ایک کی ہو (اور کسی کے پاس بینہ نہ ہو) تو زمین اسی کی ہو گی (جس کے درخت یا عمارت ہیں)۔

اگر دو کاریگر (ہر ایک کی صنعت دوسرے کی صنعت سے مختلف ہو اور وہ دونوں ایک مشترکہ دکان میں کام کرتے ہوں) زمین پر پڑے دکان کے مختلف سامان کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو ہر صنعت کا آلہ (قسم کیساتھ) اسکا ہو گا جس کے پیشے سے وہ متعلق ہو (کیونکہ ان کا ظاہر حال اسکا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ اپنی صنعت سے متعلقہ چیز کا مالک ہو گا)۔

اگر زوجین گھر کے سامان کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو جو چیز مردوں کیلئے مناسب ہو وہ شوہر کی ہو گی اور جو عورتوں کیلئے مناسب ہو وہ بیوی کی ہو گی۔ جو دونوں کیلئے مناسب ہوں وہ ان دونوں میں تقسیم ہو گی۔

اگر دو فریق کسی دیوار کے بارے میں جھگڑتے ہیں جو دونوں کی عمارتوں سے جڑی ہوئی ہوں (یعنی ایسا اتصال جو بعد میں نہیں کیا جا سکتا) یا دونوں کی عمارتوں سے غیر متصل ہو (مگر ان کے درمیان ہو) تو ایسی صورت میں وہ دیوار دونوں کی مشترک سمجھی جائے گی (اور ہر ایک کو نصف دیا جائے گا بشرطیکہ وہ قسم کھائے) لیکن اگر وہ دیوار صرف ایک کی عمارت سے متصل ہو تو وہ اسی کی ملکیت ہو گی۔

اگر بالائی اور زیریں منزل کے مالک اس چھت کے پر جھگڑتے ہیں جو ان کے درمیان یا زمین کے مالک یا نہر کے مالک اس دیوار سے بارے میں جھگڑتے ہیں جو ان کے درمیان ہے یا دو افراد اس قمیص کے بارے میں جھگڑتے سے جسمیں سے ایک آستین پکڑنے والا ہو اور باقی دوسرے کے ہاتھ ہو تو یہ چیزیں فریقین کے درمیان مشترک ہوں گی۔

اگر مسلمان اور کافر کسی میت کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اسکے دین پر فوت ہوا ہے تو اگر میت کے اصل دین کا علم ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا۔ اگر اصل دین معلوم نہ ہو تو ترکہ مسلمان کا ہو گا (کیونکہ اسلام بلند و بالا ہے اور اس سے بالا کوئی نہیں ہے)۔ اگر دونوں کے پاس بینہ ہو تو بھی یہی حکم ہو گا (کیونکہ دونوں بینات ایک

دوسرے کو ساقط کریں گے اور مقدمہ ایسا ہو جائے گا جیسے کہ کوئی بینہ نہیں ہے)۔ اگر کسی ایک کے پاس بینہ ہو تو اسکے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر غلام کی ملکیت میں شریک ہر دو افراد، اس غلام کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دوسرے شریک نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک مالدار ہو تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور ولاء دونوں کیلئے نہیں ہو گا (کیونکہ دونوں میں سے کسی نے بھی ولاء کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنے شریک سے کہا کہ آپ نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے)۔ اگر ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس ہو تو صرف مالدار شریک کا حصہ آزاد ہو گا۔ اگر دونوں مفلس ہوں تو کچھ بھی آزاد نہیں ہو گا (کیونکہ ان میں سے ہر ایک اعتراف کر رہا ہے کہ دوسرے کا حصہ آزاد ہوا ہے تو اس اعتراف سے اسکے اپنے حصے کی آزادی لازم نہیں ہو گی کیونکہ مفلس کا آزاد کرنا دوسرے کے حصہ میں اثر انداز نہیں ہوتا ہے)۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک اپنے شریک کا حصہ خریدتا ہے تو وہ اس وقت آزاد ہو گا (یعنی وہ حصہ آزاد ہو گا جس کو اس نے خریدا ہے کیونکہ اس نے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسکے شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا) اور آزادی کا اثر اس کے باقی حصہ پر نہیں ہو گا (وہ نصف حصہ جس کا مفلس پہلے سے مالک تھا وہ آزاد نہیں ہو گا)۔ اور اسکو اس غلام کی ولاء حاصل نہیں ہو گی (کیونکہ یہ شخص یہ دعویٰ نہیں کر رہا ہے کہ اس نے اس غلام کو آزاد کیا بلکہ وہ تو یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اس غلام کو کسی اور نے آزاد کیا وہ تو محض اسے بچانے والا ہے یعنی اس نے اسے اس سے بچایا جس نے اس کو پہلے آزاد کیا پھر آزاد کرنے کا انکار کیا پس وہ قیدی کو کافروں کے قبضے سے

خرید کر بچانے والے کی طرح ہے)۔ اگر دونوں مالداروں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اسے آزاد کیا ہے (یعنی ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اسے آزاد کیا اور میری شریک نے آزاد نہیں کیا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے تاکہ مکمل ولاء اسکو حاصل ہو) اور دونوں حلف اٹھائیں تو ولاء ان دونوں کے درمیان ہوگی۔

اگر کوئی آدمی اپنے غلام سے کہتا ہے اگر میں اپنے اس مرض سے ٹھیک ہو جاتا ہوں تو تُو آزاد ہے اگر میں قتل کیا جاتا ہوں تو تُو آزاد ہے پھر غلام دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مرض سے ٹھیک ہوا یا قتل کیا گیا اور ورثاء اسکا انکار کرتے ہیں تو ورثاء کا قول معتبر ہوگا (کیونکہ اصل عدم صحت یا عدم قتل ہے) اگر ان میں سے ہر ایک بینہ لے آتے ہیں تو غلام کا قول قبول کرتے ہوئے وہ آزاد ہوگا کیونکہ غلام کے بینہ میں زیادتی ہے (غلام کی گواہی میں قتل کا دعویٰ ہے اور ورثاء کی گواہی میں صرف موت کا دعویٰ ہے جب دو متعارض گواہیاں ہوں تو اس گواہی کو ترجیح دی جاتی ہے جس میں زیادتی ہو کیونکہ قتل ہونے کا مطلب یہ ہیکہ وہ نہ صرف فوت ہوا ہے بلکہ ایک خاص طریقہ یعنی قتل سے فوت ہوا ہے یہ دعویٰ صرف فوت ہونے کے دعویٰ سے زیادہ تفصیلی اور خاص ہے لہٰذا جو بینہ زیادہ تفصیل و اضافی معلومات فراہم کرے وہ قبول کیا جاتا ہے)۔

اگر ایک آدمی فوت ہوتا ہے اور دو بیٹے اور دو ایسے مساوی القیمت غلام چھوڑتا ہے کہ ان کے سوا میت کا اور مال نہ ہو پھر دونوں بیٹے یہ اقرار کرتے ہیں کہ میں نے ان غلاموں میں سے ایک کو اپنے مرض موت میں آزاد کیا تھا تو پھر اس غلام کا دو تہائی ہی آزاد ہوگا (کیونکہ

اسکا دو تہائی میت کا ایک تہائی مال اور مرض الموت کے تبرعات وصیت کا درجہ رکھتی ہیں اور وصیت میت کے ایک تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے) جبکہ وہ دونوں اسکی پوری آزادی کی اجازت نہیں دیتے ہیں (اگر وہ اسکی پوری آزادی کی اجازت دیں تو وہ مکمل طور پر آزاد ہو گا)۔ اگر دو بیٹوں میں سے ایک کہتا ہے کہ میرے والد نے اس غلام کو آزاد کیا اور دوسرا کہتا ہے کہ بلکہ دوسرے کو آزاد کیا تو ہر ایک غلام کا ایک تہائی آزاد ہو گا اور ہر بیٹے نے جس غلام کی آزادی کا اعتراف کیا وہ اسکے سدس کا مالک ہو گا اور دوسرے غلام کے نصف کا مالک ہو گا۔ اگر دوسرا بیٹا ہے کہتا ہیکہ میرے والد نے دونوں میں سے کسی ایک کو آزاد کیا مجھے نہیں معلوم دونوں میں سے کس کو آزاد کیا تو دونوں میں قرعہ اندازی کی جائے گی اور اسکی تعیین کا قرعہ قائم مقام ہو گا۔

باب قاضی کے تحریری حکم کے بارے میں

(کتاب القاضی وہ تحریری دستاویز ہوتے ہیں جو ایک شہر کا قاضی کسی دوسرے شہر کے قاضی کی طرف بھیجتا ہے جسمیں مرسِل قاضی کے سامنے قائم ہونے والی حجت کا ثبوت ہوتا ہے یا کوئی ایسا حکم ہوتا ہے جس کو مرسِل قاضی نے صادر کیا اور وہ محکوم علیہ پر اسکے نفاذ کا مرسَل قاضی سے مطالبہ کرتا ہے)۔ ایک غائب شخص پر فیصلہ سنانا جائز ہے جبکہ مدعی کے پاس بینہ ہو (کیونکہ ہند بنت عتبہ نے ابو سفیان کے اسکو نفقہ نہ ادا کرنے کا مقدمہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے کفایت کے بقدر مال لینے کی اسے اجازت دی تھی اس کو بخاری نے روایت کیا) جب غائب شخص کے خلاف قاضی فیصلہ سناتا ہے پھر اپنا حکم غائب شخص کے شہر کے قاضی کی طرف بھیجتا ہے تو اس پر اسے قبول کرنا لازم ہوگا اور محکوم علیہ (یعنی جس کے خلاف فیصلہ ہوا) سے اس پر عمل کروایا جائے گا۔ وہ (قاضی کا مرسلہ تحریری فیصلہ) اس وقت دو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگا جو یہ کہیں: قاضی نے ہمارے سامنے یہ پڑھا یا کہیں قاضی کی موجودگی میں ہم پر یہ پڑھا گیا پھر قاضی نے کہا: تم دونوں گواہ ہو جاؤ کہ میری یہ تحریر فلاں شخص کیلئے ہے یا مسلمانوں کے قاضیوں اور ان کے حاکموں میں سے اسکے لئے ہے جس تک یہ پہنچتا ہے۔ پھر اگر مکتوب الیہ قاضی (وہ قاضی جس کی طرف یہ تحریر بھیجی گئی) فوت ہو جاتا ہے یا معزول ہو جاتا ہے پھر یہ اسکے سوا دوسرے قاضی کو پہنچتی ہے تو اس پر عمل کیا

جائے گا۔ اگر یہ تحریر لکھنے والا قاضی حکم لکھنے کے بعد فوت ہوتا ہے یا معزول ہوتا ہے تو اسکی تحریر قبول کرنا جائز ہو گا۔ قاضی کا تحریری فیصلہ ہر حق میں قبول کیا جائے گا سوائے حدود و قصاص کے معاملات کے (کیونکہ حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں اور یہ چھپانے پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ قاضی کا تحریری فیصلہ شہادتوں کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ نیز اس میں غلطی اور سہو کا امکان ہوتا ہے۔ قصاص دو گواہوں ہی سے ثابت ہوتا ہے تو اسمیں بھی قاضی کا تحریری فیصلہ قبول نہیں ہوتا ہے)۔

باب القسمہ

(کسی مال میں مشترکہ حصوں کو ایک دوسرے سے تمیز کرنا تاکہ ہر ایک کو اس کا حق مل جائے قسمت کہلاتا ہے۔ قسمت ہر اس مال میں ہوتی ہے جس میں دو یا زیادہ افراد کی شرکت ہو چاہے وہ مال وراثت کے ذریعہ منتقل ہوا ہو یا خریداری کے ذریعہ حاصل ہوا یا انکی اس حال میں شراکت داری ہو یا کسی کمپنی میں سرمایہ کاری کرنے سے ہو وغیرہ)۔

قسمت کی دو انواع ہیں پہلی : قسمت اجبار : یہ وہ ہے جس میں تقسیم بغیر ضرر اور عوض لوٹانے کے بغیر ممکن ہو۔ جب دو شریکوں میں سے کوئی ایک اپنا حصہ طلب کرتا ہے پھر دوسرا شخص اسکو دینے سے انکار کرتا ہے تو حاکم دوسرے کو اس کا حصہ دینے پر مجبور کرے گا جبکہ بینہ کے ذریعہ دوسرے کے پاس دونوں کی ملکیت کا ثبوت ہو۔ اگر وہ (دوسرا شخص) اقرار کرتا ہے تو ممتنع علیہ (یعنی یہ دوسرا شخص جو مشترکہ مال میں تقسیم کرنے سے انکار کر رہا ہے) پر جبر نہیں کیا جائے گا (یعنی شراکت جب بینہ کے بجائے اقرار سے ثابت ہو تو جبراً تقسیم نہیں ہوگی کیونکہ اقرار سے اجبار کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے: **الاقرار لا یوجب الاجبار**)۔ اگر دونوں اس حال میں قسمت کا مطالبہ کرتے ہیں تو دونوں میں تقسیم کر دی جائے گی اور فیصلے میں لکھا جائے گا کہ اسکی تقسیم اقرار کے کے طریق سے سے ہوئی نہ کہ بینہ سے۔

دوسری نوع قسمت التراضی (باہمی رضامندی سے ہونے والی قسمت) یہ وہ نوع ہے جس میں تقسیم میں ضرر ہو اس طرح کہ دونوں میں سے ایک شخص اپنے حصے سے فائدہ نہ اٹھا سکے اسمیں جو اس کا حق ہے (یعنی تقسیم کے بعد وہ چیز نفع اٹھانے کے قابل نہیں رہتی ہے) یا مال برابر کرنا (یعنی حصوں کو اس طرح برابر کرنا کہ سب کو مساوی مالیت ملے) ممکن نہ ہو سوائے دونوں میں سے ایک سے عوض لوٹانے کے (اور یہ شریک اپنے ساتھی شریک کو عوض لوٹانے پر راضی نہ ہو) تو اسمیں جبراً تقسیم نہیں ہو گی۔

قسمت ایسے حق کا افراز ہے (یعنی ایک چیز کو دوسری سے علیٰحدہ کرنا) جسمیں شفعہ کا استحقاق نہیں آتا ہے اور نہ خیار ثابت ہوتا ہے (یعنی قسمت صرف افراز ہے اور بیع نہیں ہے لہٰذا اسمیں شفعہ اور خیار نہیں ہو گا)۔ یہ جائز ہوتا ہے کہ مکیل میں وزن کرتے ہوئے (جبکہ وہ مکمل وزن کے ذریعہ تقسیم ہو سکے) موزون میں کیل کرتے ہوئے (جبکہ وہ موزون کیل کے ذریعہ تقسیم ہو سکے) اور پھلوں میں اندازے سے (یعنی افراز حق جس طریقہ سے ممکن ہو صحیح ہو گا جبکہ عدل کو پیش نظر رکھا جائے۔ جب کئی اشخاص پر ایک جائیداد وقف ہو اور وہ اشخاص اسکی تقسیم کا مطالبہ کریں تو) وقف کی تقسیم جائز ہو گی جبکہ اسمیں عوض لوٹانا نہ ہو (کیونکہ وقف کی بیع جائز نہیں ہے)۔ اگر اسکا کچھ حصہ طلق (غیر مقید) اور کچھ حصہ وقف ہو اور تقسیم کرنے میں غیر مقید حصے کا مالک عوض دیتا ہے (تاکہ وہ وقف کا مالک بنے) تو یہ جائز نہیں ہو گا (کیونکہ یہ وقف کو بیچنا ہوا جو جائز نہیں ہے)۔ اگر عوض دینا وقف کرنے والے کی طرف سے ہو تو یہ جائز ہو گا (یعنی واقف عوض دے کر طلق لیتا ہے تاکہ

اسے وقف کیا جائے تو یہ نہ صرف جائز ہو گا بلکہ خیر ہو گا)۔ جب حصے برابر کر دئے جاتے ہیں(تقسیم کرنے والا اپنے اجتہاد سے تمام حصے برابر کرتا ہے)تو اس کی تقسیم کیلئے قرعہ ڈالا جائے گا۔ پس جسکا نام قرعہ میں کسی چیز پر نکلے گا وہ اسکی ہو جائے گی اور وہ اس کیلئے لازم ہو جائے گا۔ واجب ہیکہ تقسیم کرنے والا عادل ہو اور اسی طرح اسکا لکھنے والا عادل ہو۔

کتاب الشہادات

تحمل شہادت (فرض کفایہ ہے یعنی اگر عقد نکاح، طلاق، رجعت قرض لیتے وقت کسی کو گواہ بننے بلایا جائے تو گواہ بننا لازم ہے سوائے اسکے کہ کوئی دوسرا موجود ہو جو اس کیلئے موزوں تر ہو۔ جب دو لوگ گواہ بن جائیں تو باقی تمام افراد پر سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ 282: **ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا** یعنی جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں) اور اسکی ادائی فرض کفایہ(**ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه آثم قلبه** البقرة283 یعنی گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا وہ دل کا گناہگار ہو گا) جب دو لوگوں کے سوا شہادت قائم کرنے (گواہی دینے) کوئی نہ پایا جائے تو ان دونوں پر گواہی دینا لازم ہو گا۔ گواہی دینا قریب کے گواہ اور دور کے گواہ پر واجب ہے جبکہ بغیر ضرر وہ ان دونوں سے ممکن ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہیکہ اے ایمان والو تم انصاف پر مضبوطی کیساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کیلئے گواہی دینے والے بن جاؤ خواہ گواہی تمہارے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے خلاف ہو(**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ** سورہ نساء135)۔

چار اقسام کے امور میں گواہی دی جاتی ہے:

پہلی: زنا اور وہ جرائم جو موجب حد ہوتے ہیں (جیسے لواطت) پس یہ چار آزاد عادل مرد کی گواہی سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

دوسری: مال (جیسے قرض، غصب) اور وہ جن سے مال کا تعلق ہوتا ہے (جیسے بیع، وقف، اجارہ، ہبہ وغیرہ) تو یہ دو مرد گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے ثابت ہوتے ہیں (جیسا کہ سورۃ البقرۃ 282 میں ہے: **و استشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتان** دو مرد گواہوں سے گواہی قائم کروا گر وہ دو مرد نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتوں سے) یا ایک مرد گواہ اور طالب کی قسم سے (مسلم کی روایت میں ہیکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اور ایک گواہ کیساتھ فیصلہ فرمایا تھا)۔

تیسری: وہ معاملات جو مذکورہ دونوں کے سوا ہوں جن پر غالب احوال میں مرد مطلع ہو سکتے ہیں تو وہ مرد ہی کی گواہی سے ثابت ہوتے ہیں (وہ معاملات جو غیر حدود و قصاص ہوں جیسے نکاح، طلاق، رجعت، عتق، ولایت، عزل، نسب، ولاء، وکالت جو مال میں نہ ہو، موصی الیہ بنانا، ان امور میں جو مال کے سوا ہوں جیسے شادی کروانے، اولاد کی تربیت کرنے موصی الیہ بنانا)۔

چوتھی: وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے ہیں جیسے ولادت، حیض، عدت، وہ عیوب جو کپڑوں کے نیچے ہوتے ہیں تو یہ ایک عادل عورت کی گواہی سے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ عقبہ بن حارث نے کہا میں نے ام یحییٰ بنت ابی وہاب سے نکاح کیا پھر ایک سیاہ فام باندھی آئی اور کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو ہم نے اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اب کیا کیا جائے جب وہ عورت اسطرح کہہ رہی ہے (بخاری)۔

غلام کی گواہی حدود اور قصاص کے علاوہ ہر چیز میں قبول کی جائے گی۔ باندھی کی گواہی ان امور میں قبول کی جائی گی جن میں عورتوں کی گواہی قبول ہوتی ہے (غلام کی گواہی میں ضعف یسیر ہوتا ہے اسلئے حدود میں اسکی گواہی قبول نہیں ہوتی ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں نیز غلام ناقص الحال بھی ہوتا ہے۔ اسلئے قصاص میں بھی اسکی گواہی قبول نہیں ہوتی ہے)۔ کسی کام کے کرنے والی کی گواہی اس فعل پر قبول ہوتی ہے جیسا کہ دودھ پلانے والی (مرضعہ) کی رضاعت پر گواہی، تقسیم کرنے والے کی قسمت پر (کیونکہ وہ اپنے فعل پر گواہی دے رہاہے عادۃً وہ اپنے فعل کو اچھی طرح یادرکھتاہے)۔ ایک بھائی کی اپنے بھائی کیلیئے گواہی، ایک دوست کی اپنے دوست کیلیئے گواہی (قبول کی جائے گی)۔ بہرے کی گواہی مرئیات (وہ چیزیں جن کو آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے) میں، اندھے کی گواہی جبکہ اسے آواز کا یقین ہو اور چھپ کر بات سننے والے کی گواہی قبول کی جائے گی (البتہ اندھے کی گواہی حدود میں قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اسمیں ضعف یسیر ہے)۔ اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

جو کسی انسان کو کسی حق کا اقرار کرتے ہوئے سنتا ہے اگرچہ وہ گواہی دینے والے سے یہ نہیں کہتاہے کہ مجھ پر گواہ ہو جاؤ۔ جس پر بہت خبریں ظاہر ہوں اور جسکی معرفت دل میں قرار پائے (پھر اسکی معرفت کا دوسرا کوئی راستہ نہ ہو) تو اسکی گواہی دینا جائز ہے جیسے نسب اور اور ولادت پر گواہی دینا (کیونکہ اسمیں دیکھ کر گواہی دینا ممکن نہیں ہے بلکہ سن کر یا بات کے مشتہر ہونے پر معرفت حاصل ہوتی ہے)۔ اس طرح گواہی دینا حدود اور قصاص

میں جائز نہیں ہے (کیونکہ ان میں سن کر گواہی دینا کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ ان میں تو رؤیت بھی ممکن ہوتی ہے)۔

قاذف وغیرہ (یعنی دیگر فاسقین کی) گواہی ان کے توبہ کرنے کے بعد قبول ہو گی۔

باب ان افراد کے بیان میں جنکی شہادت رد ہوتی ہے

بچے، زائل العقل، گونگے، کافر،، فاسق، مجہول الحال کی گواہی قبول نہیں ہو گی نہ ہی (اپنی گواہی سے) اپنے لئے نفع حاصل کرنے والے کی یا اپنے سے شر کو دور کرنے والے کی، نہ ہی باپ دادا کی گواہی اپنے بیٹے کے حق میں قبول کی جائے گی اور نہ بیٹے کی گواہی اپنے والد کیلئے قبول کی جائے گی (کیونکہ اسمیں گواہی دینے والا اپنے حق میں نفع حاصل کرتا ہے) آقا کی گواہی اپنے غلاموں کے یا اپنے مکاتب کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ان دونوں کی گواہی آقا کے حق میں قبول ہو گی، نہ زوجین میں سے کسی ایک کی گواہی اپنے زوج کے حق میں قبول ہو گی، نہ وصی کی اس معاملہ میں کہ جسمیں وہ وصی ہے، نہ وکیل کی اسمیں کہ جسمیں وہ وکیل ہے، نہ شریک کی جسمیں وہ شریک ہے، نہ ایک دشمن کی اپنے دشمن کے خلاف نہ اسکی جو کثرت سے غلطی اور غفلت کرنے میں مشہور ہے، نہ اسکی جسمیں شرافت نہ ہو جیسے مسخرہ (مضحکہ کرنے والا) یا حمام میں دیکھنے والوں کیلئے اپنی عورت کھولنے

والے کی (کیونکہ یہ گھٹیا افعال ہیں جو ان کو کرنے پر راضی ہوتا ہے یا ان کو اچھا سمجھتا ہے وہ ثقہ نہیں ہوتا ہے)۔

اگر کوئی ایسی گواہی دے جس کے کچھ حصے میں اتہام ہو (یعنی بدنیتی کا شبہ) ہو تو اسکی پوری گواہی رد ہوگی (جیسے کسی میت کیلئے گواہی دینا جس کے مال کی گواہی دینے والا اور دیگر افراد وارث ہوں)۔ جرح و تعدیل (کسی کے فاسق یا عادل ہونے کی گواہی دینا) اور ترجمہ کرنے (قاضی کے سامنے کسی کی شہادت وغیرہ کا دوسری زبان سے ترجمہ کرنا) وغیرہ کی اجازت دینے میں دو افراد کی گواہی کے بغیر اجازت نہیں دی جائے گی۔ جب جرح اور تعدیل متعارض ہوں تو جرح کو مقدم رکھا جائے گا (کیونکہ جارح اثبات کر رہاہے اور معدل نفی کر رہاہے لہذا جارح کو مقدم رکھا جائے گا کہ اسمیں زیادتیٔ علم ہے)۔ اگر ایک گواہی دینے والا ہزار (درہم یا دینار قرض) کی گواہی دیتاہے اور دوسرا دو ہزار کی گواہی دیتاہے تو ایک ہزار کا فیصلہ کیا جائے گا (کیونکہ دونوں ایک ہزار پر متفق ہیں)۔ مدعی اگر چاہے تو اپنے گواہ کے کیساتھ بقیہ ایک ہزار پر قسم کھائے گا (اور وہ اسکا مستحق ہوگا کیونکہ اموال گواہ اور قسم کیساتھ ثابت ہوتے ہیں)۔ اگر ان دو گواہوں میں سے ایک کہتاہے کہ ایک ہزار قرض ہے اور دوسرا کہتاہے کہ وہ مبیع کے ثمن ہیں، تو شہادت مکمل نہیں ہوگی (کیونکہ ان میں سے ہر ایک گواہ دوسرے گواہ سے مختلف بات کر رہاہے)۔ اگر چار افراد زنا کی گواہی دیتے ہیں یا دو افراد اسکے سوا کوئی فعل (سرقہ، قتل وغیرہ) کی گواہی دیتے ہیں اور وہ مکان، زمانہ، طریقہ فعل میں اختلاف کرتے ہیں تو شہادت مکمل نہیں ہوگی۔

گواہی پر گواہ بنانے یا اس سے رجوع کرنے کا باب

گواہی پر گواہ بنانا ایسے معاملات میں جائز ہے کہ جسمیں قاضی کی تحریر معتبر ہوتی ہے جبکہ اصل شہادت پیش کرنے سے موت، غیر حاضر ہونے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذوری ہو تو اس شرط کیساتھ کہ اصل گواہ دوسرے کو بلاتا ہو اور کہتا ہو کہ میری گواہی پر گواہ ہو جاؤ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے میرے نزدیک اقرار کیا یا مجھے فلاں بات پر گواہ بنایا۔ اصل اور فرعی (ثانوی) گواہ کی عدالت جاننا ضروری ہے اگر فرعی شہادت پر فیصلہ نہیں سنایا جاتا ہے حتیٰ کہ اصل گواہ حاضر ہو جائیں تو فیصلہ اصل گواہوں کی شہادت سننے پر موقوف کیا جائے گا۔ اگر اصل گواہوں میں سے کسی کے بارے میں ایسی بات سامنے آتی ہے جو ان کی شہادت کے قبول ہونے کو مانع ہوتی ہے (جیسے ان کا فاسق یا کافر ہونا) تو اس پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

فصل: شہادت میں تبدیلی کرنے کے بارے میں: جب ایک عادل گواہ اپنی گواہی میں فیصلہ سنانے سے پہلے زیادتی یا کمی کرتا ہے تو اسے قبول کیا جائے گا (کیونکہ عادل گواہ غیر متہم ہوتا ہے اور وہ اپنی گواہی سے رجوع نہیں کر رہا ہے)۔ اگر عادل گواہ سے اسکے گواہی دینے کے بعد کوئی ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے جو اسکی گواہی قبول کرنے کے مانع ہوتی (جیسے کفر یا

فسق) تو اسکی گواہی رد ہو گی۔ اگر یہ فیصلہ سنانے کے بعد ظاہر ہو تو فیصلے پر اثر انداز نہیں ہو گا (کیونکہ حکم اپنے شرائط کیساتھ پورا ہو چکا تھا)۔

اگر فیصلہ صادر ہونے کے بعد گواہ اپنی گواہی سے رجوع کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ ہماری گواہی صحیح نہیں تھی تو فیصلہ منسوخ نہیں کیا جائے گا اور نہ (رجوع کرنا) حق لینے سے مانع ہو گا سوائے ان حدود و قصاص کے معاملات میں (جس حق پر گواہی دی گئی وہ حجت قویہ سے اپنے شرائط کیساتھ ثابت ہو گیا اب وہ بغیر بینہ کے زائل نہیں ہو گا اور ان کا رجوع کرنا بینہ کے بغیر ہے۔ فیصلہ صادر ہونے کے بعد صرف دلیل قاطع سے منسوخ ہوتا ہے اور پہلی گواہی میں اسکے جھوٹے ہونے کا قطعی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ حدود شبہات کے ذریعہ ساقط ہو جاتے ہیں اور شہادت سے رجوع کرنے میں شبہ ہے)۔ ان گواہوں پر اس کا ضمان ہو گا جو ان کی گواہی کیوجہ سے ضائع ہوا (یعنی ان کی گواہی کے سبب مشہود علیہ پر جو مال کی ادائیگی لازم آئی تھی یا مشہود علیہ نے جو مال مدعی کو ادا کیا وہ مال مشہود علیہ کو یہ گواہ ادا کریں گے)۔ اگر وہ چیز مثلی ہو تو (ان گواہوں پر) اسکی مثل دینا لازم ہو گا اور اگر وہ مثلی نہیں ہے تو اسکی قیمت دینا لازم ہو گا۔ وہ ضمان ان گواہوں کے درمیان ان کے عدد کے بقدر تقسیم ہو گا اگر ان گواہوں میں سے صرف ایک گواہ رجوع کرتا ہے تو اس کے ذمہ صرف اسکا حصہ ہو گا۔

اگر گواہی کا معاملہ قتل یا زخم سے متعلق تھا اور (ان کے رجوع سے پہلے فیصلہ نافذ ہوا) اور گواہ (رجوع کرتے ہوئے) کہتے ہیں ہم نے عمداً جھوٹی گواہی دی تو ان پر قصاص لازم ہو گا اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم سے خطا ہوئی تو ان پر دیت اور ارش زخم ہو گا۔

دعوؤں میں قسم کھانے کا باب

حقوق میں قسم کھانا شرعاً ثابت ہے۔ یہ اللہ کی قسم ہے چاہے قسم کھانے والا مسلمان ہو یا کافر ۔

اموال اور اسکے اسباب کے مقدمات میں ایک گواہ اور قسم کیساتھ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک گواہ اور قسم کیساتھ فیصلہ فرمایا تھا۔

تمام قسمیں قطعیت کیساتھ ہونی چاہئے (یعنی جب اپنے فعل کی نفی یا اثبات کی قسم کھائے گا تو یقین، قطعیت اور فیصلہ کن انداز میں قسم کھانی چاہئے کیونکہ قسم کھانے والے کو اس کا علم طریق جزم سے ہوتا ہے) سوائے وہ قسم جو کسی دوسرے کے فعل کی نفی پر ہو تو وہ علم کی نفی پر ہو گی۔ اگر میت یا مفلس شخص کا حق ایک گواہ کیساتھ ہو تو مفلس حلف اٹھائے یا میت کے ورثاء حلف اٹھالیں تو وہ ثابت ہو جاتا ہے (کیونکہ مالی حقوق ایک گواہ اور قسم سے ثابت ہوتے ہیں) اگر وہ (یعنی مفلس) قسم نہیں کھاتا ہے اور قرضخواہ قسم کی پیشکش کرتے ہیں (یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم گواہ کیساتھ قسم کھائیں گے) تو ان سے قسم نہیں لی جائے

گی (کیونکہ وہ ایسے شخص کی ملکیت ثابت کر رہے ہیں جس سے ان کے حقوق وابستہ ہے تو اس پر ان کا قسم کھانا درست نہیں جیسا کہ زوجہ کا اپنے شوہر کی ملکیت ثابت کرنے قسم کھانا کیونکہ عورت کا نفقہ شوہر سے وابستہ ہے)۔

جب ایک جماعت کا دعویٰ ہو تو ان میں سے ہر ایک کیلئے قسم ہو گی۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایک قسم ان سب کی طرف سے کھاتا ہوں تو یہ قبول نہیں ہو گا سوائے اسکے کہ وہ سب راضی ہوں (کہ ان سب کی طرف سے ایک قسم اٹھائی جائے کیونکہ تعدد یمین ان کا حق ہے اگر وہ اپنے حق سے نیچے اتر کر ایک قسم پر کفایت کر رہے ہیں تو یہ حق ساقط ہو گا)۔

اگر ایک شخص دوسرے پر کئی حقوق کا دعویٰ کرتا ہے تو ہر حق پر ایک قسم لازم ہو گی (یہ گویا کہ ایک شخص کے کئی حقوق ایک جماعت پر ہیں)۔

قسم کھانا آدمی کے ہر حق میں شریعت سے ثابت ہے اور اللہ کے حقوق جیسے حدود و عبادات میں مشروع نہیں ہے (جیسے ساعی کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں پر زکات واجب ہوئی ہے)۔

باب الاقرار

(یعنی وہ باب جس میں انسان کے اپنے حق میں اقرار کے احکام بیان کئے جاتے ہیں) جب ایک مکلّف، آزاد، سمجھدار (رشید)، صحیح العقل، بااختیار شخص کسی حق کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کو لازم پکڑا جائے گا (آدمی کے خود اپنے خلاف گواہی دینے کو شریعت نے قطعی

دلیل بنایا ہے لہٰذا قاضی اس اقرار کے مطابق فیصلہ کرے گا مثلاً: اگر وہ موجب حد فعل کے ارتکاب کا اقرار کرتا ہے تو اس پر حد قائم کی جائے گی)۔

جو شخص دراہم (یا روپیوں) کا اقرار کرتا ہے پھر وہ ایسی خاموشی اختیار کرتا ہے جس میں وہ بول سکتا تھا، پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ وہ کھوٹے تھے، یا چھوٹے وزن کے تھے، یا ادھار تھے تو اس پر اچھے، پورے اور نقد (فوری) دراہم لازم ہوں گی (اسلئے کہ اپنے خلاف گواہی دینا بینہ پیش کرنے سے زیادہ قوی ہے۔ اقرار خود ایک قوی دلیل ہے اور بعد کا اضافہ اسے کمزور نہیں کر سکتا ہے۔ اگر مقِر کو اقرار کے بعد درست بات یاد آتی ہے تو وہ اسے بطور دعویٰ بینہ کیساتھ پیش کر سکتا ہے لیکن اقرار میں استثنیٰ منفصل مسموع نہیں ہو گا)۔ اگر وہ اقرار کے ساتھ ہی ان کی صفت بیان کرتا ہے تو وہی اس پر لازم ہو گی (یہ استثناء متصل ہے جو مسموع ہو گا)۔ اگر وہ اپنے اقرار میں سے آدھے سے کم کو مستثنیٰ کرتا ہے اور یہ استثناء اسی کلام کے ساتھ متصل ہوتا ہے تو اس کا استثناء درست ہو گا۔ اگر وہ دونوں کے درمیان ایسی خاموشی سے فصل کرتا ہے جس میں وہ بول سکتا تھا یا غیر متعلقہ بات سے فصل کرتا ہے (یعنی استثناء منفصل کرتا ہے) یا آدھے سے زیادہ کو مستثنیٰ کرتا ہے یا غیر جنس سے استثناء کرتا ہے تو پورا اقرار اس پر لازم ہو گا (آدھے سے زیادہ استثناء اقرار کو بے معنیٰ بنا دیتا ہے کہ اصل اقرار ہی مشکوک ہو جاتا ہے جبکہ غیر جنس سے استثنیٰ اقرار کے مضمون کو نہیں گھٹاتا ہے لہٰذا یہ لغو ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ "میرے ذمہ 1000 روپئے ہیں، مگر ایک کپڑا نہیں"۔ کپڑے کے انکار سے ہزار روپیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے)۔

جو شخص کہتا ہے:"اس کے میرے ذمہ دراہم ہیں"، پھر وہ کہتا ہے "وہ تو امانت تھے"، تو اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی(کیونکہ اس کے اقرار کا ظاہر امانت پر دلالت نہیں کر رہا تھا)۔

جو دراہم کا اقرار کرتا ہے تو کم از کم تین درہم اس پر لازم ہوں گے (عربی عرف میں دراہم جمع ہے اور جمع کا کم از کم عدد تین ہوتا ہے اس لیے مطلق "دراہم" کہنے سے تین لازم ہوں گے)، مگر یہ کہ جس کے لیے اقرار کیا گیا ہے وہ تین سے کم کی تصدیق کر دے۔

جو کسی مجمل چیز کا اقرار کرتا ہے تو اس کی تفسیر قبول کی جائے گی اس چیز کے مطابق جو اس کا احتمال رکھتی ہو۔(مثلاً: اقرار میں یہ کہنا کہ "میرے ذمہ اس کا کچھ ہے" چونکہ اس سے اقرار تو ثابت ہو گیا لیکن مقدار / نوع واضح نہیں ہوئی اس لیے مقر کو وضاحت کا حق دیا جائے گا)۔

فصل(ان لوگوں کے بیان میں جن کا اقرار قبول کیا جاتا ہے): غیر مکلَّف کا کسی چیز میں اقرار قبول نہیں کیا جاتا ہے سوائے ان بچوں کے جنہیں تصرف کی اجازت دی گئی ہو، تو ان کا اقرار اسی مقدار میں معتبر ہو گا جس مقدار میں انہیں اجازت دی گئی ہو۔ اگر سفیہ (سفیہ: جسے مالی تصرف سے روکا گیا ہو) نے حد یا قصاص یا طلاق کا اقرار کیا تو اس پر عمل کیا جائے گا(کیونکہ سفیہ حد، قصاص وغیرہ میں غیر متہم ہے)، اور اگر اس نے مال کا اقرار کیا تو اس کا اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔(تقدیری اشکال: سفیہ پر حجر اس لیے ہے کہ وہ مال

میں بے جا تصرف کرتا ہے اور یہ بے جا تصرف عقل کی کمی پر دلالت کرتا ہے تو جب عقل میں نقص ہے تو حد جیسے سنگین معاملے میں اس کا اقرار کیسے معتبر ہو سکتا ہے؟ جواب: فقہاء عقل کو دو اعتبار سے دیکھتے ہیں:(1) عقلُ التمیز (ادراک کی عقل): یہ صحیح و غلط کی پہچان، جرم اور سزا کا شعور، خطابِ شرع کو سمجھنے کی صلاحیت ہے۔(2) عقلُ التصرّف (مالی تدبیر کی عقل) یہ نفع و نقصان کا حساب، مال کی حفاظت، مالی نتائج کا ادراک ہے۔ سفیہ میں پہلی عقل موجود ہوتی ہے، دوسری ناقص ہوتی ہے)۔ یہی حکم غلام کے اقرار میں بھی ہے، البتہ وہ اس کے ذمّہ کے ساتھ متعلق ہو گا، جس کا آزادی کے بعد اس سے مطالبہ کیا جائے گا(غلام مالی طور پر مستقل مالک نہیں ہوتا ہے اسلئے اس کا مالی اقرار فوراً لازم نہیں ہو گا بلکہ ذمہ میں معلق رہے گا اور آزادی کے بعد ذمہ فعال ہو جائے گا) مگر یہ کہ وہ تجارت کا اجازت یافتہ ہو، تو اس کا اقرار اسی مقدار میں صحیح ہو گا جس مقدار میں اسے اجازت دی گئی ہو۔

مریض(یعنی مرض الموت میں مبتلا شخص)کا کسی اجنبی کے لیے قرض کا اقرار صحیح ہے(کیونکہ یہ اقرار غیر متہم ہے)۔ مرضِ موت میں وارث کے لیے اس کا اقرار صحیح نہیں مگر یہ کہ باقی تمام وارث اس کی تصدیق کریں(مرضِ موت میں اجنبی کے حق میں اقرار اس لیے غیر متہم ہے کہ اس میں کذب کا کوئی محرک نہیں کہ انسان اس وقت ندامت، توبہ اور حقوق کی ادائیگی کا احساس رکھتا ہے، جبکہ وارث کے حق میں اقرار متہم ہے کیونکہ اس سے بعض وارثوں کو ناحق ترجیح ملنے کا واضح محرک موجود ہوتا ہے کہ اسوقت انسان اپنی

اولاد اور قریبی وارثوں کی طرف خاص میلان بھی رکھتا ہے) اور اگر وہ کسی وارث کے لیے اقرار کرتا ہے پھر وہ (مقرلہ، مقر کی موت کے وقت) غیر وارث بن جاتا ہے (مثلاً: وہ اپنے پوتے کے حق میں اقرار کرتا ہے جبکہ اسکا کوئی بیٹا نہ تھا پھر وفات کے وقت اسکا بیٹا پیدا ہوتا ہے تو پوتا غیر وارث ہو جائے گا) تو وہ اقرار صحیح نہیں ہو گا (کیونکہ اقرار کرتے وقت اس اقرار میں تہمت تھی کہ وہ اپنے پوتے کو دیگر ورثاء پر ترجیح دینے کا خواہاں تھا) اور اگر وہ غیر وارث کے لیے اقرار کرتا ہے پھر وہ وارث بن جاتا ہے تو وہ اقرار صحیح ہو گا (کیونکہ اس اقرار میں تہمت نہیں تھی) اور وارث کے حق میں اسکا اقرار کرنا صحیح ہو گا (کیونکہ وہ وقت اقرار غیر وارث تھا)۔

جب میّت پر کوئی قرض ہو تو ورثاء پر اس کی ادائیگی لازم نہیں ہو گی مگر یہ کہ اس نے ترکہ چھوڑا ہو تو اس کا دین اسی ترکہ کے ساتھ متعلق ہو گا۔ پس اگر ورثاء قرض ادا کرنا چاہیں اور ترکہ لینا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت ہو گی (اور ہر وارث پر میت سے انکی میراث کے بقدر قرض کی ادائیگی واجب ہو گی کیونکہ قرضدار پر صرف قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے)۔

اگر تمام ورثاء اپنے مورث پر کسی قرض کا اقرار کرتے ہیں تو وہ ان کے اقرار سے ثابت ہو جائے گا، اور اگر ان میں سے بعض اقرار کرتے ہیں تو وہ اسی (مقِر) کے حصے کے بقدر ثابت ہو گا۔ پس اگر وہ (میت) دو بیٹے اور دو سو درہم چھوڑتا ہے، اور ان میں سے ایک نے اپنے باپ پر سو دینار کا اقرار کرتا ہے تو اس پر پچاس درہم لازم ہوں گے۔ پس اگر وہ (بیٹا) عادل ہو اور اس قرض کی گواہی دیتا ہو تو قرض خواہ کو حق ہے کہ وہ اس کی گواہی کے ساتھ

قسم کھائے اور بقیہ رقم اس کے بھائی سے وصول کرے(کیونکہ قرضخواہ بینۂ شرعیہ کے ذریعہ اس مال کا مستحق ہو رہا ہے)۔

اگر میّت ایک بیٹا اور سو (درہم) چھوڑتا ہے، پھر ایک شخص اس کے باپ پر سو (درہم) کا دعویٰ کرتا ہے اور بیٹا اس کی تصدیق کرتا ہے، پھر دوسرا شخص بھی اسی طرح کا دعویٰ کرتا ہے اور بیٹا اس کی بھی تصدیق کر دیتا ہے پس اگر یہ دونوں دعوے ایک ہی مجلس میں ہوں تو سو دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ دونوں دو الگ مجالس میں ہوں تو سو پہلے کے لیے ہوں گے اور دوسرے کے لیے کچھ نہیں ہوگا(کیونکہ پہلی مجلس میں بیٹے نے پورا ترکہ پہلے مدعی کو منتقل کر دیا۔ دوسری مجلس میں اقرار کا محل باقی ہی نہیں رہا۔ تقدیری اشکال: دوسرا بھی تو سچا ہو سکتا ہے؟ جواب: یہاں صداقتِ باطنیہ نہیں بلکہ ملکیتِ ظاہرہ موثر ہو رہی ہے اور وہ پہلے اقرار سے ختم ہو چکی ہے)۔

اگر پہلا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ (سو دراہم جو اسکے والد نے چھوڑے وہ اسکی) ودیعت ہے اور بیٹا اس کی تصدیق کرتا ہے، پھر دوسرا شخص اسکا دعویٰ کرتا ہے (کہ وہ اس کی ودیعت ہے) اور بیٹا اس کی بھی تصدیق کرتا ہے، تو وہ پہلے ہی کے ہوں گے اور دوسرے کے لیے (ان سو میں سے جو میت نے چھوڑے تھے) کچھ نہیں ہوگا اور بیٹا اس کا تاوان ادا کرے گا(یعنی بیٹا دوسرے کو سو ادا کرے گا) کیونکہ اس نے اپنے اقرار کی وجہ سے وہ حق اس سے ضائع کر دیا(یعنی وہ اس اعتراف کے ذریعے دوسرے اور ان سو کے درمیان حائل ہو گیا جن کے بارے میں اس نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس کے پاس بطور امانت تھے، لہٰذا اس

پر ان کا تاوان لازم ہو گیا، جیسے اس صورت میں کہ اس نے کسی کے لیے مال کا اقرار کیا ہو پھر اسے تلف کر دیا ہو)۔